عباسی خاندان کے ممتاز خلیفہ مامون الرشید کی سیرت

المامون

علامہ شبلی نعمانی

Marfat.com

Marfat.com

مدینۃ العلم جامعہ مجددیہ
نورآباد . فتح گڑھ . سیالکوٹ

عباسی خاندان کے ممتاز خلیفہ مامون الرشید کی سیرت

المامون

مصنفہ

علامہ شبلی نعمانی

ناشران

اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور

Marfat.com

تعداد ——————— پانچسو (۵۰۰)

طابع ——————— ایم محمد دین

اشاعت ——————— جیون پریس لاہور

قیمت ——————— ۳۹ روپے

Marfat.com

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
رائل ہیروز آف اسلام یعنی	۹	مامون کی خلافت	۶۹
نامور فرمانروایان اسلام "المامون"		ابن طباطبا کا خروج ۱۹۹ھ	۷۱
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	۱۰	ہرثمہ کا قتل اور بغداد کی بغاوت ۲۰۰ھ	۷۴
خلافت کا اجمالی سلسلہ	۱۷	حضرت علی رضا کی ولیعہدی ۲ رمضان	۷۷
بنی اُمیّہ		۲۰۱ھ	
ابومسلم خراسانی		ابراہیم بن المہدی کی تخت نشینی	۷۸
شجرۃ النسب۔ شجرۃ الخلافہ	۲۴	المحرم ۲۰۲ھ	
مامون کی ولادت، تعلیم و تربیت	۲۵	مامون کی عراق روانگی، ذوالریاستین	۸۱
مامون کی ولیعہدی	۳۴	کا قتل ۲۰۲ھ	
دستاویز جو امین نے لکھی	۳۸	حضرت علی رضا کی وفات آخر	۸۵
مامون کی بھی ایک ایسی دستاویز	۴۳	صفر ۲۰۳ھ، ابراہیم کی معزولی	۸۷
مامون و امین کی مخالفت	۴۷	مامون کا بغداد میں داخلہ صفر ۲۰۴ھ	۹۰
مامون پر فوج کشی	۴۸	طاہر کا خراسان پر تقرر ۲۰۵ھ	۹۱
اہواز، البصرہ، بحرین، عمان وغیرہ	۵۳	عبدالرحمان بن احمد کی بغاوت ۲۰۶ھ	۹۳
بغداد کا محاصرہ	۵۶	طاہر کی وفات جمادی الثانی ۲۰۷ھ	۹۴
امین کا قتل	۶۰	افریقیہ اور منصور بن نصیر کی بغاوت ۲۰۸ھ	۹۶

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
نصر بن شبث کا گرفتار ہونا سنہ ۲۰۹ھ	۹۹	ملک کی آبادی میں امن و امان	۱۴۸
ابن عائشہ وغیرہ کا قتل اور	۱۰۰	مامون کی بیدار مغزی اور جزئیات	
ابراہیم کی گرفتاری سنہ ۲۱۰ھ		پر اطلاع، عدل و انصاف، غیر	
مصر اور اسکندریہ کی بغاوتیں سنہ ۲۱۰ھ	۱۰۷	قوموں کے حقوق	
زریق کی بغاوت اور سید بن انس	۱۰۸	اقلیتوں کے حقوق	
کا قتل سنہ ۲۱۱ھ		علمی ذوق اور علوم و فنون کی اشاعت	۱۵۹
بابک خرمی کی بغاوت	۱۰۹	دربار مامون کے عالم، مترجم اور منجم	
فتوحات ملکی	۱۱۱	فارسی کی شاعری کی ابتداء	
جزیرہ صقلیہ (سسلی) کی فتح سنہ ۲۱۲ھ	۱۱۶	مامون کا فضل و کمال، اہل علم کی قدردانی	۱۷۴
مامون کی وفات ۱۸ رجب سنہ ۲۱۸ھ	۱۲۴	بطور بلند رتبہ شاعر	
مامون کا حلیہ	۱۲۷	مامون کی ہمہ دانی	
مامون کی اولاد کا ذکر و خاتمہ	۱۲۸	دل آویز اقوال اور مناظرہ	
دوسرا حصہ	۱۲۹	دربار مامون میں جھوٹا نبی	
تمہید		اخلاق، شاہانہ شوکت اور عیش و طرب	۱۹۰
بغداد	۱۳۱	مامون کا مذہب	۲۰۸
وسعت سلطنت اور نظام حکومت	۱۳۷	معاصر سلطنتیں	۲۱۶
خراج	۱۳۷	اراکین دربار اور ملکی عہدے	۲۱۸
جزیہ		عہد مامون کے اہل کمال	۲۲۴

عرضِ ناشر

علامہ شبلی نعمانی نے "سلسلہ ناموران اسلام" اس لیے شروع کیا تھا کہ جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں پر جو ایک مایوسی اور اپنی بے وقعتی کا احساس پیدا ہو رہا تھا، اسے ان کے اسلاف کے کارناموں کو پیش کر کے رفع کیا جائے۔ شبلی کی تصانیف کا آغاز ۱۸۸۳ء میں علی گڑھ کے قیام کے دوران میں ہوا۔ مولانا نے محسوس کیا کہ انگریز مؤرخین اسلامی تاریخ کو اس طرح پیش کر رہے ہیں کہ نئی تعلیم یافتہ نسل کو نہ صرف اپنی تاریخ سے نفرت اور شرم آنے لگی ہے بلکہ اس سے ان کے قومی وقار کو ایسا صدمہ پہنچے گا کہ ان کی فکری اور ذہنی قوتیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گی۔

علامہ شبلی نعمانی نے "سلسلہ ناموران اسلام" کی جو فہرست مرتب کی تھی اس ترتیب کے لحاظ سے مامون الرشید کا نام تیسرے نمبر پر تھا۔ لیکن چونکہ وہ ہر بات میں تحقیق، مطالعے، روایت اور درایت کا خیال رکھتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے مناسب یہی سمجھا کہ جس موضوع کے مطالعہ کے لیے مواد پہلے مل جائے اس کو پہلے لکھیں گے چنانچہ اس کا اعلان انہوں نے "آئندہ بھی شاید میں ترتیب کی پابندی نہ کر سکوں" کہہ کر کر دیا۔

المامون ۱۸۸۷ء میں لکھی گئی۔ یہ تصنیف "ناموران اسلام" کے سلسلہ کی پہلی کڑی ہے۔ اس میں تاریخ بنو عباس کا نچوڑ موجود ہے، مشہور پادری پامر نے اپنی کتاب "ہارون الرشید" کی زندگی میں مسلمان

Marfat.com

حکمرانوں پر مذہبی تعصب کا جو الزام لگایا تھا۔ شبلیؒ نے ضمناً اس کا جواب تحریر کر دیا ہے [1] کتاب المامون میں نہ صرف مامون کی شخصیت کردار، اخلاق و عادات اور فضل و کمال کی ایک واضح تصویر ملتی ہے بلکہ اس کے عہد کے تمام اہم واقعات کے ساتھ ساتھ مامون کے "سیاسی انتظامات" اور اس زمانے کے "سوشل حالات" کا بھی پورا اندازہ ہوتا ہے [2]۔

المامون میں شخصی جزئیات کی کمی نہیں مگر مصنف کی نظر برابر تاریخ پر جمی ہوئی ہے۔ یعنی زمانے کی معاشرت اور دوسری علمی و ذہنی جزئیات پر جن کے لیے عہدِ مامونی ممتاز تھا، ہیرو کا انتخاب بھی کسی حد تک عقل و فکر کے ماتحت ہوا ہے۔ ہارون الرشید، شبلی کی نظر میں عباسیوں کا "سرسید" تھا [3]

شبلی کو مامون سے جتنی عقیدت ہے اور وہ اس کے جس قدر مداح اور شیدائی ہیں اس کا اندازہ صرف اس بات سے ہوتا ہے کہ دولتِ عباسیہ کا ہیرو انہوں نے ہارون الرشید کی بجائے مامون کو سمجھا۔

شبلی اس بات کے قائل ہیں کہ مورخ کو ہمیشہ غیر جانبدار ہونا چاہیے چنانچہ مامون سے عقیدت کے باوجود انہوں نے مامون کے لیے موقع گن

[1] تاریخ ادبیات: جلد ۹ ص ۱۸۰

[2] سید شاہ علی۔ اردو میں سوانح نگاری ص ۱۸۱

[3] ڈاکٹر سید عبداللہ: سرسید اور ان کے نامور رفقاء ص ۱۴۸، ۱۴۷

Marfat.com

نہیں گائے۔

شبلیؒ کی تاریخ نویسی کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ وہ قاری کو بور نہیں ہونے دیتے جا بجا وہ ایک قصہ گو کی طرح ایسے ایسے دلچسپ قصے سناتے ہیں کہ تاریخ کا تسلسل بھی ختم نہیں ہوتا اس میں خشکی بھی نہیں رہتی۔ اور قاری کی اکتاہٹ بھی دور ہو جاتی ہے۔

شبلی تاریخ اور تحقیق کو لازم و ملزوم جانتے ہیں ان کے نزدیک تاریخ نویسی کا تصور تحقیق کے بغیر ناممکن ہے تحقیق کے لیے انہوں نے دو مسائل سے مدد لی ہے۔ روایت اور درایت، انہی دو اصولوں سے وہ واقعہ کی سچائی جانچتے ہیں کتاب المامون میں ان کی تحقیق کی گاڑی انہی دو اصولوں پر چلتی نظر آتی ہے ان کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ جو واقعہ بیان کریں وہ ایسے شخص کی زبانی ہو جو واقعہ کا عینی شاہد ہو۔

فنی لحاظ سے المامون کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ شبلی نے ایک بڑے انشاء پرداز اور شاعر مزاج ہونے کے باوجود کہیں بھی بلا ضرورت اپنی رنگین بیانی دکھانے کی کوشش نہیں کی۔ اور درحقیقت تاریخ نویسی کا کمال یہ ہے موجودہ دور میں اسلام کی خدمت یہ ہے کہ ہم اپنے اسلاف کی سیرتوں کو مشعلِ راہ اور نمونۂ عمل بنائیں اور اسی ضرورت کے پیش نظر الحمد للہ حامد اینڈ کمپنی، لاہور نے الفاروق، النعمان، الغزالی اور المامون جیسی اہم کتابوں کو وقت کے تقاضوں کے مطابق آفسٹ کی طباعت کے ذریعے، عمدہ کاغذ صوری طور پہ جاذب اور معنوی لحاظ سے

Marfat.com

صحیح تزئین شکل میں جاذب توجہ اور خوبصورت بنا کر شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

ہم اپنی کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں، اس کا اندازہ آپ کو مذکورہ کتب کے مطالعے کے بعد ہی ہو گا۔ اگر ہم آپ کے تعاون سے اس کٹھن امتحان میں کامیاب ہوئے تو انشاء اللہ مذہبی اور قومی احساس کو اجاگر کرنے والی دوسری کتب بھی آپ کی خدمت میں پیش کر سکیں گے۔

آپ کی دعاؤں کا طالب
سید حامد لطیف

Marfat.com

رائل ہیروز آف اسلام

یعنی

نامور فرماں روایان اسلام

کا

پہلا اور دوسرا حصّہ

المامون

اس کتاب کے دو حصّے ہیں پہلے حصّے میں تمہید۔ ترتیب۔ خلافت مامون الرشید کی ولادت تعلیم و تربیت۔ ولیعہدی۔ تخت نشینی۔ خانہ جنگیاں فتوحات ملکی اور وفات کے حالات ہیں۔ دوسرے حصے میں ان مراتب کی تفصیل ہے جن سے اس عہد کے ملکی حالات اور مامون الرشید کے تمام اخلاق و عادات کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ نیز ان تمام کارناموں کی تفصیل ہے جن کی وجہ سے مامون الرشید کا عہد عموماً شاہان عالم کے عہد سے علمی حیثیت میں ممتاز تسلیم کیا گیا ہے۔

مرتبہ شبلی نعمانی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زمانہ کے انقلاب سے مسلمانوں کی قومی خاصیتیں گو بہت کچھ بدل گئیں اور بدلتی جاتی ہیں۔ تاہم اپنی قومی تاریخ کے ساتھ جو دلچسپی اور شغف ان کو پہلے تھا۔ اب بھی ہے۔ جس طرح قومی روایتوں کے محفوظ رکھنے میں وہ ہمیشہ نامآور رہے ہیں آج بھی گذشتہ تاریخ کی طرف ان کو وہ جوش التفات ہے کہ اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ فرق ہے تو یہ ہے کہ اب سے سو برس پہلے جو زبانیں ہماری ملکی اور قومی زبانیں تھیں ان میں زمانہ کے امتداد اور اسلامی حوصلہ مندیوں نے قومی تاریخ کے بے انتہا ذخیرے مہیا کر دیے تھے جس کا یہ اثر تھا کہ افسانوں کی طرح یہ روایتیں عام لوگوں میں پھیل گئی تھیں۔ اور قصہ طلب حوالے اس کثرت سے ان زبانوں میں داخل ہو گئے تھے کہ ہمارے لٹریچر کا ہر جملہ گویا قومی تاریخ کا ایک مختصر سا متن تھا لیکن آج جو زبان (اردو) ہماری عام ضرورتوں کی کفیل ہے۔ اس کے خزانے میں قومی تاریخ کا جسقدر سرمایہ ہے ضرورت سے بہت کم ہے ہندوستان کی بہت سی تاریخیں لکھی گئیں اور مغلیہ و تیموریہ کے کارنامے بڑی آب و تاب سے دکھائے گئے لیکن یہ ظاہر ہے کہ ہندوستان مجموعی تاریخ بھی ہماری قومی تاریخ کا ایک بہت چھوٹا حصہ ہے اسلام کو تیرہ سو برس سے کچھ اوپر ہوئے اس وسیع مدت میں اس کی فتوحات کہاں کہاں پہنچیں۔ کس کس کو اس نے تاج و تخت دیا۔ کتنی سلطنتیں قائم کیں۔ کبھی بنو امیہ کو عروج ہوا۔ کبھی عباسیہ کا ستارہ چمکا آج ویلیم نے تاجِ حکومت سر پر رکھا۔ کل

Marfat.com

سلجوق کا علم اقبال بلند ہوا۔ کبھی تالیوبیہ نے روم و شام کے دفتر الٹ دیے۔ کبھی ملتمین اٹھے اور یورپ کو پامال کر آئے۔ اگرچہ یہ خاندان مختلف نسل سے تھے لیکن اسلامی اتحاد نے ان سب کو ایک قوم کہہ کر پکارا اور انہیں کے رزم و بزم کے کارنامے ہماری قومی تاریخ بن گئے۔ جس کو اردو زبان میں ہم ڈھونڈنا چاہیں تو کہاں ڈھونڈیں۔

اردو زبان کی یہ کم مائیگی کچھ محل تعجب بھی نہیں۔ اردو اگرچہ دیکھتے دیکھتے ترقی کے بہت زینے طے کر گئی اور قریب ہے کہ وہ ایک علمی زبان کے رتبہ تک پہنچ جائے لیکن علماء کا گروہ جو عربی زبان اور عربی تصنیفات کا مالک تھا اور اس وجہ سے تاریخی ذخیرہ بھی گویا خاص اسی کے قبضہ اختیار میں تھا۔ اس کی طرف مطلقاً متلفت نہ ہوا۔ تصنیف و تالیف تو ایک طرف ہمارے علماء اس زبان میں خط و کتابت کرنا بھی عار سمجھا کیے۔ حقیقت یہ ہے کہ اردو کچھ اس تیزی سے بڑھی کہ بہت سے لوگ اور خصوصاً سادہ مزاج گروہ اس کی رفتار ترقی کا اندازہ بھی نہ کر سکا۔ چونکہ تو اس وقت جب وہ (اردو) ملک کی انشا پردازی اور عام تصنیفات پر پورے اقتدار کے ساتھ قابض ہو چکی تھی اور میرا تو خیال ہے کہ ان میں بہت سے اب تک وہی صحرائے عرب اور بہارستان فارس کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ موجودہ نسلیں جنہوں نے حال کی آب و ہوا میں پرورش پائی۔ البتہ اردو کا حق سمجھتے ہیں اور ان کی دلی خواہش ہے کہ اپنی ملکی زبان کو ترقی کے اعلیٰ رتبہ تک پہنچائیں۔ اسی کا اثر ہے کہ ملک میں اردو انشاپردازی کا ایک عام جوش پھیل گیا ہے اور ہر طرف سے نئی تصنیفات کی صدائیں آ رہی ہیں لیکن چونکہ زمانہ کی پر پیچ ضرورتوں نے اس نئے گروہ کو بہت کم موقع دیا کہ عربی زبان پر دسترس پا سکے۔ اسلیے عربی تصنیفات سے وہ فائدہ نہ اٹھا سکا اور

Marfat.com

قومی تاریخ کے اصلی خزانے اسکی آنکھوں سے چھپے رہ گئے مجبوراً پرزور اور ایجاد پسند طبیعتیں جو کسی طرح بچلی نہیں بیٹھ سکتی تھیں تذکروں اور ناولوں پر جھکیں۔ جس سے اتنا ضرور ہوا کہ اردو کی وسعت کا ایک قدم آگے بڑھا۔ لیکن افسوس اور عبرت کی جگہ ہے کہ زبان عربی اور فارسی کو ہٹا کر ہماری علمی اور قومی زبان بنی وہ اسی خاصہ سے محروم رہ گئی جو قائم مقامی کی حیثیت سے اس کا ذاتی حق تھا۔ یہی ایک چیز ہے جو قومی فیلنگ اور قومی جوش کو زندہ رکھ سکتی ہے اور اگر یہ نہیں تو قوم قوم نہیں۔

انھیں خیالات کی بنا پر ایک مدت سے میرا ارادہ تھا کہ اسلامی حکومتوں کی ایک نہایت مفصل اور بسیط تاریخ لکھوں۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ نہ میں تمام خاندانوں کا استقصا کر سکتا تھا نہ کسی خاص سلسلہ کے انتخاب کی مجھ کو کوئی وجہ مرجح ملتی تھی۔ آخر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ دائل ہیروز آف اسلام (یعنے نامور فرمانروایانِ اسلام) کا ایک سلسلہ لکھوں جس کا طریقہ یہ ہو کہ اسلام میں آج تک خلافت وسلطنت کے جتنے سلسلے قائم ہوئے ان میں سے صرف وہ نامور انتخاب کر لیے جائیں جو اپنے طبقہ میں عظمتِ حکومت کے اعتبار سے اپنا ہمسر نہ رکھتے تھے۔ اور ان کے حالات اس ترتیب اور جامعیت سے لکھے جائیں کہ تاریخ کے ساتھ لائف کا مذاق بھی موجود ہو۔ جن خاندانوں کو میں نے اس غرض کے لیے انتخاب کیا ہے ان کے نام یہ ہیں۔

خاندان یا سلسلہ	ہیرو یعنی وہ نامور جو اپنے خاندان یا سلسلہ میں سب سے ممتاز ہے
خلفائے راشدین	حضرت عمر رضؓ خلیفۂ دوم
بنوامیہ	ولید بن عبد الملک

عباسیہ	مامون الرشید
بنو امیہ اندلس	عبدالرحمٰن ناصر
بنو حمدان	سیف الدولہ
سلجوقیہ	ملک شاہ
نوریہ	نورالدین محمود زنگی
ایوبیہ	سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس
موحدین اندلس	یعقوب بن یوسف
ترکان روم	سلیمان اعظم

ان خاندانوں کے سوا اور بھی بہت سے اسلامی خاندان ہیں جو تاج و تخت کے مالک ہوئے مگر میں نے ان کو دانستہ چھوڑ دیا ہے۔ ان میں سے بعضوں کے متعلق (مثلاً غزنویہ مغلیہ تیموریہ) تو اس وقت ہماری زبان میں متعدد تصنیفیں موجود ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ شانِ حکومت یا وسعت سلطنت کے اعتبار سے ان کو یہ رتبہ حاصل نہیں کہ ہیروز کے معزز دربار میں ان کے لئے جگہ خالی کی جائے۔

یہ حصہ جو میں قوم کے سامنے پیش کر رہا ہوں مامون الرشید عباسی کی تاریخ ہے اور اسی مناسبت سے اس کا نام المامون ہے۔ اس بات کا مجھ کو بھی افسوس ہے کہ چند مجبوریوں کی وجہ سے اس سلسلہ میں ترتیب کی پابندی نہ کر سکا۔ اور خلفائے راشدین و بنو امیہ کو چھوڑ کر پہلے اس خاندان کو لیا جو ترتیباً تیسرے نمبر پر تھا۔ آیندہ بھی شاید میں ترتیب کی پابندی نہ کر سکوں لیکن یہ قطعی ارادہ ہے کہ اگر زمانہ نے مساعدت اور عمر نے وفا کی تو اس سلسلے کے کل حصے جس طرح

ہو سکے گا پورے کروں گا۔

مامون الرشید کے تاریخی حالات کے متعلق عربی میں جسقدر مشہور اور مستند تاریخیں ہیں خوش قسمتی سے اکثر اس حصہ کی ترتیب کے وقت میرے استعمال میں ہیں لیکن میں علانیہ اعتراف کرتا ہوں کہ موجودہ زمانہ میں تاریخ کا فن ترقی کے جس پایہ پر پہنچ گیا ہے اور یورپ کی دقیقہ سنجی نے اس کے اصول و فروع پر جو فلسفیانہ نکتے اضافہ کیے ہیں اس کے اعتبار سے ہماری قدیم تصنیفات ہمارے مقصد کے لیے کافی نہیں۔

تاریخ کبیر ابو جعفر جریر طبری[1]۔ مروج الذہب مسعودی[2]۔ کامل ابن الاثیر جزری ابن خلدون۔ ابو الفداء و دول الاسلام ذہبی۔ تاریخ الخلفاء سیوطی۔ عیون الحدائق اخبار الدول قرمانی۔ تاریخ ابن واضح کاتب عباسی۔ فتوح البلدان بلاذری[3] معارف ابن قتیبہ۔ اعلام الاعلام۔ النجوم الزاہرۃ یہ وہ مبسوط اور مستند تاریخیں ہیں جو اسلامی تاریخوں میں ممتاز خیال کی جاتی ہیں۔ اور دولت عباسیہ یا خاص مامون الرشید کے حالات سے آگاہی کا ذریعہ ان سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے۔

---

[1] یہ نہایت مستند اور ضخیم تاریخ ہے۔ ابن اثیر و ابن خلدون و ابو الفداء کا اصلی ماخذ یہی کتاب ہے۔ سترہ جلدوں میں بمقام ہالینڈ نہایت اہتمام سے چھاپی گئی ہے اور ہنوز ناتمام ہے۔ ۱۲

[2] تاریخ کامل مطبوعہ مصر کے حاشیہ پر چھپی ہے اور نہایت مشہور اور مفید تاریخ ہے۔ ۱۲

[3] بلاذری نہایت قدیم مؤرخ ہے خلیفہ متوکل باللہ عباسی المتوفی ۲۴۷ھ کے عہد میں موجود تھا۔ اس کی تاریخ جرمن میں چھپی ہے۔ ۱۲

Marfat.com

لیکن ان تمام تاریخوں کو پڑھ کر اگر یہ معلوم کرنا چاہیں کہ فلاں عہد میں تمدن اور طرزِ معاشرت کیا تھا۔ حکومت اور فصل مقدمات کے کیا آئین تھے۔ خراجِ ملک کیا تھا۔ فوجی قوت کس قدر تھی۔ ملکی عہدے کیا تھے۔ تو ان باتوں میں سے ایک کا پتہ لگنا بھی مشکل ہوگا۔ خود فرمانروائے وقت کے طور و طریقے اور عام اخلاق و عادات کا اندازہ کرنا چاہو تو وہ جزئی حالات اور مفید تفصیلیں نہ ملیں گی جن سے اس کی اخلاقی تصویر آنکھوں کے سامنے ایک بار پھر جائے۔ جن واقعات کو بہت بڑھا کر لکھا ہے اور ہزاروں صفحے اس کی نظر کر دیے ہیں۔ وہ صرف تخت نشینی خانہ جنگیاں۔ فتوحات ملکی۔ اندرونی بغاوتیں عمال کے عزل و نصب کے حالات ہیں۔ یہ واقعات بھی کچھ ایسے عامیانہ طریقے پر جمع کر دیے ہیں۔ نہ ان کے اسباب و علل کا مرتب سلسلہ معلوم ہوتا ہے۔ نہ ان سے کسی قسم کے دقیق تاریخی نتیجے مستنبط ہو سکتے ہیں۔

مثلاً اسی ماموں الرشید کے عہد میں بہت سی بغاوتیں ہوئیں۔ ان کے متعلق جس تاریخ کو اٹھالو نہایت تفصیلی حالات ملیں گے لیکن اگر یہ تحقیق کرنا چاہو کہ کس قسم کے اندرونی واقعات نے ان بغاوتوں کو پیدا کیا تھا اور ان کے نشو و نما کی وہ ابتدائی اور تدریجی رفتار جس پر عوام تو کیا خواص کی نگاہیں بھی نہ اٹھیں کب شروع ہو چکی تھی تو یہ تاریخی دفتر بہت کم مدد دینگے اور تم کو تمام تر اپنے اجتہاد سے کام لینا پڑے گا۔ تاریخ عالم کا ہر واقعہ بہت سے مختلف واقعات کے سلسلے میں بندھا ہے۔ انہی رشتہ دوانیوں کا پتہ لگانا اور ان سے فلسفیانہ نکتہ سنجی کے ساتھ تاریخی نتائج کا مستنبط کرنا یہی چیز ہے جو علم تاریخ کی جان اور روح

Marfat.com

ہے اور یورپ کو اس فن کے متعلق جس اختراع و ایجاد پر زیادہ تر ناز ہے وہ اسی طلسم کی پردہ کشائی ہے۔ اس سے میرا یہ مقصد نہیں کہ اگلے مصنفوں کی کوشش پر نکتہ چینی کروں اُن لوگوں نے جو کچھ کیا موجودہ اور آیندہ نسلیں ہمیشہ اسکی ممنون رہیں گی۔ لیکن زمانہ کا ہر قدم آگے ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ترقی کی جو حد کل مقرر ہو چکی تھی، آج بھی قائم رہے گی؟

اس کے علاوہ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ ہر زمانہ کا مذاق مختلف ہے۔ جن باتوں کو قدما نے اس خیال سے نظر انداز کر دیا کہ یہ جزئی اور عام معمولی باتیں تصنیف کی متانت کے شایاں نہیں۔ آج انھیں کی تلاش ہے کہ اس عہد کی عام معاشرت اور طرز زندگی کا ان سے اندازہ کیا جائے۔ اسی ضرورت سے میں نے اس کتاب کے دو حصے کیے۔ پہلے حصے میں وہی معمولی واقعات ہیں جو عموماً تاریخوں میں مل سکتے ہیں یعنی مامون کی ولادت ولیعہدی تخت نشینی خانہ جنگیاں بغاوتیں فتوحات ملکی۔ وفات۔

دوسرے حصہ میں اُن مراتب کی تفصیل ہے جن سے مامون کے پولٹیکل انتظامات اور سوشل حالات کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔ اگرچہ اس خاص حصہ کی ترتیب کے وقت واقعات کی تلاش وجستجو میں خاص تاریخی تصنیفات کا پابند نہ تھا۔ تراجم طبقات۔ مقامی جغرافیے۔ سفرنامے۔ تفشیات غرض جہاں سے جو بات ملی اخذ کی تاہم اس بات کی سخت احتیاط کی دی ہات کچھ لکھی جائے نہایت صحیح اور مستند تاریخی روایتوں سے لکھی جائے۔

(ناظرین اس موقع پر حصہ دوم جہاں سے شروع ہوا ہے اسکی تمہید بھی ملاحظہ فرما دیں)

Marfat.com

مامون الرشید کی اصلی تاریخ شروع کرنے سے پہلے مناسب ہوگا کہ ہم مختصر طور پر دولت عباسیہ کے قیام کے ابتدائی حالات لکھیں عام مورخوں نے عباسیہ کے ظہور اقبال اور بنو امیہ کے زوال کا زمانہ قریباً ساتھ ساتھ خیال کیا ہے اور ان مشہور واقعات سے بھی جو شہرت عام کی روشنی میں چمک رہے ہیں یہی گمان ہوتا ہے کہ عباسیوں کو اپنی رقیب سلطنت کی بربادی میں بہت کم عرصہ لگا لیکن تاریخی اصول کے مطالعہ سے کسیطرح خیال میں نہیں آسکتا کہ ایسی پر زور سلطنت ایسے فوری صدمہ سے دفعتاً زیر وزبر ہو جائے۔

یہ بات بھی کچھ کم تعجب کی نہیں کہ جب خلافت کے دعوے میں ہمیشہ پیغمبر صلعم کا قرب زیادہ موثر سمجھا جاتا تھا تو عباسیہ اور سادات کے ہوتے بنو امیہ کیونکر اس منصب پر قابض ہو گئے۔ ان باتوں کے سمجھانے کے لیے ہم خلافت کے اجمالی سلسلہ کو اس ترتیب سے لکھتے ہیں۔ جس سے وہ تمام عقدے خود بخود حل ہو جاویں جو ان خلافتوں کی پولٹیکل حیثیتوں کے متعلق۔ تاریخی فلسفہ کے[۱] راز ہیں۔

خلافت کا اجمالی سِلسلہ بنی ہاشم، و بنی اُمیّہ کی حریفانہ طاقتیں، بنو امیّہ کی سلطنت، ہاشمیوں کی کوششیں دولتِ عباسیّہ کا آغاز

آنحضرت صلعم سے پہلے عرب کی تمام قوت و شوکت کا اصلی مرکز۔ قریش کا قبیلہ تھا لیکن قریش کے بھی دو برابر حصے ہو گئے تھے۔ ہاشم و امیہ اور ان کا جیسا کہ علامہ

Marfat.com

ابن خلدون نے صاف تصریح کر دی ہے۔ جمعیت اور ملکی اقتدار میں بنو امیہ کا پلہ بنو ہاشم سے بھاری تھا۔ البتہ آنحضرتؐ کے وجود مبارک سے بنو ہاشم فخر اور اعزاز میں اپنے حریفوں سے نمایاں طور پر ممتاز ہو گئے۔ آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد جب خلافت کی نزاع پیدا ہوئی تو گو پوری طور پر صدیق اکبرؓ پر اتفاق عام ہو گیا لیکن بنو ہاشم دیر تک اپنے ادّعا پر رکے رہے اور ان کو اپنی ناکامی پر تعجب اور افسوس ہوا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بعد شاید بنی ہاشم کے دعوے نئے سرے سے پیش ہوتے لیکن حضرت عمرؓ کی باضابطہ ولیعہدی نے اسکا موقع نہ دیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنی وفات کے قریب چھ شخصوں کو جنکی حاکمانہ لیاقتیں ان کے نزدیک ایسی مساویانہ درجہ رکھتی تھیں کہ وہ کسی کے حق میں ترجیح کا فیصلہ نہیں کر سکے۔ حضرت علیؓ بھی انتخاب شدہ لوگوں میں شامل تھے اور گو حضرت عباسؓ نے ان کو یہ ہدایت کی کہ وہ اپنی خلافت کو بحث و اتفاق کے ہاتھ میں نہ دیں بلکہ بغیر کسی کی اعانت کے آپ اپنے استحقاق کا فیصلہ کر لیں۔ لیکن جناب امیرؓ کی بے غرضی اور فیاض دلی نے اس اختلاف انگیز تحریک کے قبول کرنے کی اجازت نہ دی اور جب عبد الرحمن بن عوفؓ نے جو اس نزاع کے طے کرنے کے لیے ثالث مقرر ہوئے تھے حضرت عثمانؓ کا ہاتھ پکڑ لیا تو حضرت علیؓ نے "صبر جمیل" کہا اور تن بہ تقدیر راضی ہو گئے۔ حضرت عثمانؓ خاندان بنو امیہ سے تھے اور ان کی خلافت ایک نئے تاریخی سلسلہ کا دیباچہ تھی۔

حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ نہ ہاشمی تھے نہ اموی۔ اسلیے ان کے عہد تک بنو امیہ و ہاشم یہ دونوں خاندان خلافت میں کچھ حصہ نہیں رکھتے تھے۔

Marfat.com

حضرت عثمان رضؓ نے اپنی خلافت میں تمام بڑے بڑے ملکی عہدے بنی امیہ کے ہاتھوں دیدیئے امیر معاویہ رضؓ پہلے بھی شام کے گورنر تھے۔ لیکن اس عہد میں ان کا اقتدار اس حد تک پہنچ گیا کہ شام کے فرمانروائے مستقل سمجھے جاتے تھے حضرت عثمان کی خلافت قریباً بارہ برس رہی اور اگرچہ اخیر میں اسی خاندانی رعایت پر لوگ ان سے ناراض ہو گئے اور ان کی شہادت تک نوبت پہنچی۔ لیکن اس وسیع مدت میں بنی امیہ کا خاندان ملکی و مالی دونوں حیثیت سے نہایت طاقتور ہو گیا۔ جس کا یہ اثر تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں امیر معاویہ رضؓ نے ہمسری کا دعوی کیا اور اگرچہ ذاتی فضائل و مذہبی تقدس میں ان کو حضرت علی رضؓ سے کچھ نسبت نہ تھی تاہم ایک مدت تک وہ مساویانہ طاقت کے ساتھ جناب امیر کے حریف رہے اور جنگ کا جو اخیر فیصلہ ہوا وہ بھی گویا انھیں کے حق میں ہوا۔

اب اسلام میں ہاشمی اور اموی۔ دو طاقتیں حریف مقابل بنکر قائم ہوئیں اور ان کی باہمی معرکہ آرائیوں کی مسلسل تاریخ شروع ہو گئی۔ امام حسن رضؓ نے گو مصلحتاً خلافت سے ہاتھ اٹھا لیا اور بظاہر امیر معاویہ کی حکومت بے داغ رہ گئی لیکن اسی زمانہ میں آل ہاشم و شیعان علی رضؓ نے حضرت امام حسین رضؓ کو خلیفہ کرنا چاہا اور جب انہوں نے انکار کیا تو ان کے علاتی بھائی محمد بن حنفیہ کے ہاتھ پر خفیہ بیعت کی اور اکثر شہروں میں نقیب مقرر کیے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے جانگاہ واقعہ کو ہم دہرانا نہیں چاہتے۔ افسوس ہے کہ اس عبرت انگیز حادثہ نے خاندان نبوت کی تمام زندہ یادگاریں مٹا دیں اور ایک مدت کے لیے یہ توقع جاتی رہی کہ اس مقدس گھر سے خلافت کی صدا بلند ہو۔ یزید کے مرنے کے بعد محمد بن حنفیہ کا

Marfat.com

گروہ شاید اپنے مخفی راز سے پردہ اٹھا دیتا لیکن ہاشمیوں ہی میں عبداللہؓ بن زبیر دوسرے دعویدار ہو گئے۔ اور اپنی مشہور شجاعت اولوالعزمی سے حجاز و اطراف عرب میں مستقل حکومت قائم کر لی۔ اس زمانہ میں بنو امیہ میں سے مروان بن حکم نے جو حضرت عثمانؓ کا چچا زاد بھائی تھا اور ان کا میر منشی رہ چکا تھا ۶۴ھ میں شام و مصر پر قبضہ کر لیا اور وہ گو خود کچھ بہت کامیاب نہ ہوا۔ لیکن اس کے بیٹے عبدالملک نے جو ۶۵ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس عظیم الشان سلطنت کی بنیاد ڈالی جو دولت بنی امیہ کے مہیب لقب سے مشہور ہے۔ عبداللہ بن زبیرؓ مکہ معظمہ میں قلعہ بند ہو کر شہید ہوئے اور تمام دنیائے اسلام باستثنا عبدالملک کے قبضہ اقتدار میں آگئی۔ یہ حکومت جس کو اموی کی بہ نسبت مروانی کہنا زیادہ موزوں ہے قریباً ۶۸ برس تک قائم رہی اور اسی قلیل مدت میں دس شخص تخت نشین ہوئے۔ اس عظیم خاندان میں عبدالملک و ولید و سلیمان و ہشام نہایت عظمت و اقتدار کے بادشاہ گزرے ہیں صرف ولید کی فتوحات پر اگر لحاظ کیا جاوے تو دولت عباسیہ اپنی چھ سو برس کی زندگی میں اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ اس عہد میں حدود اسلامی کا دائرہ اسقدر وسیع ہو گیا تھا کہ سندھ کابل و ایران و ترکستان و عرب و شام و ایشیائے کوچک و اسپین اور تمام افریقہ اس میں داخل تھا۔ بایںہمہ بنی ہاشم اپنی کوششوں میں برابر سرگرم تھے اور مختلف وقتوں میں بڑے زور شور سے مقابلہ کو اٹھے۔ اگرچہ ولید و ہشام کے پر زور ہاتھوں نے سلطنت کو ہر خطرہ سے بچا لیا۔ لیکن بنیاد حکومت میں کسی قدر تزلزل پیدا ہو گیا اور جب اس عظمت و اقتدار کے فرمانروا اٹھ گئے تو حکومت مروانی کا ڈھیر بالکل

Marfat.com

ڈھیلا پڑ گیا۔ اس وقت تک بظاہر ایک گمنامی صرف سادات اور علویین کی طرف سے ہوتی رہی اور عباسی خاندان اب تک بظاہر ایک گمنامی کی حالت میں تھا۔ علویین میں سے عبداللہ جو محمد بن حنفیہ کے بیٹے اور حضرت علیؓ کے پوتے تھے۔ اپنے پیروؤں کی ایک کثیر تعداد رکھتے تھے اور خراسان و ایران میں جا بجا ان کے خفیہ نقیب مقرر تھے۔ ۹۸ھ میں ان کو زہر دیا گیا اور چونکہ ان کے کوئی اولاد نہ تھی اور نہ سادات میں اس وقت کوئی صاحب اثر شخص موجود تھا اس لیے وہ محمد بن علی کو جو حضرت عباس (رسول اللہ صلعم کے عم بزرگوار) کے پڑپوتے تھے۔ اپنا جانشین کر گئے۔ اسی طرح علویین کی مجتمعہ قوت عباسی خاندان کی طرف منتقل ہو گئی گویا یہ پہلا دن تھا کہ دولت عباسیہ کی بنیاد کا پتھر رکھا گیا۔ آل عباس کے نقبا تمام عراق و خراسان میں پھیل گئے اور ۱۰۲ھ و ۱۰۷ھ و ۱۰۹ھ میں ان کی طرف سے نمایاں کوششیں عمل میں آئیں بعض اوقات حکام بنی امیہ پر یہ سازش کھل گئی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ جن لوگوں پر شبہ ہوا وہ گرفتار ہو کر قتل کر دیئے گئے۔ اس اثناء میں کبھی کبھی مثلاً ۱۲۱ ہجری میں زید بن علی و ۱۲۵ھ میں یحییٰ بن زید نے اپنی حوصلہ مندی کے جوہر دکھائے اور میدان جنگ میں داد شجاعت دے کر مارے گئے۔ یہ لڑائیاں ان دعویداروں کو تو کچھ مفید نہ ہوئیں مگر عباسیوں نے اس سے یہ فائدہ اٹھایا کہ ان کے حریف بنی امیہ کی فوجی طاقت کو سخت صدمے پہنچے ۱۲۶ھ میں محمد بن علی کا انتقال ہو گیا اور انکے بیٹے ابراہیم امام باپ کے جانشین ہوئے ۱۲۷ھ میں ابراہیم کو ابو مسلم خراسانی ایک عجیب و غریب شخص ہاتھ آیا جس نے اپنے تدبر اور زور بازو سے اس کام کو انجام تک پہنچا دیا۔ اور بانیٔ دولت عباسیہ کے لقب سے مشہور

Marfat.com

ہوا۔ اپنی طرف سے سینکڑوں نقیب مقرر ہو گئے اور تمام اطراف میں بھیجے۔ طرفداران آل عباس کے لیے سیاہ لباس یا ایک سیاہ جھنڈی بطور نشان کے مقرر کی۔ ان نقیبوں نے خراسان فارس کے تمام اضلاع میں خفیہ سازشوں کے جال بچھا دیے اور ایک خاص دن ٹھہر گیا کہ اس تاریخ کو ہوا خواہان آل عباس جہاں جہاں ہوں دفعتاً اٹھ کھڑے ہوں۔ رمضان کی ۲۵ تاریخ ۱۲۹ھ شب پنج شنبہ سفیدنج ایک گاؤں میں جو ہرات کے نواح میں ہے ابومسلم نے خلافت عباسیہ کی عام منادی کردی اور ابراہیم کے بھیجے ہوئے علموں پر جن کا نام ظل و سحاب تھا۔ سیاہ پھریرے آویزاں کیے ہر طرف سے لوگ جوق در جوق آتے تھے اور ظل سحاب کے نیچے جمع ہو جاتے تھے۔ ابومسلم نہایت کامیابی کے ساتھ فتوحات حاصل کرتا ہوا خراسان کی طرف بڑھا اور عمال بنی امیہ کو پے در پے شکستیں دیں۔ اس زمانہ میں بنو امیہ کا اخیر فرمانروا مروان الحمار تخت نشین حکومت تھا۔ خراسان کے گورنر نے اس کو نامہ لکھا کہ "آل عباس میں سے ابراہیم نے علم خلافت بلند کیا اور ابومسلم خراسانی جوان کا نقیب ہے۔ خراسان کے اضلاع پر قبضہ حاصل کرتا جاتا ہے۔ ابراہیم امام اس وقت حمیمہ میں تھے اور ان کی فوجی جمعیت جو کچھ تھی ان سے بہت دور خراسان کی فتوحات میں مصروف تھی۔ مروان نے بلقاء کے عامل کو لکھا کہ ابراہیم کو پابہ زنجیر کر کے دارالخلافہ روانہ کرے۔ چونکہ ان کے ساتھ کچھ جمعیت نہ تھی۔ بغیر کسی دقت کے گرفتار ہوئے۔ چلتے چلتے اپنے عزیزوں سے کہتے گئے کہ کوفہ چلے جائیں اور ابوالعباس سفاح کو (جو ان کے حقیقی بھائی تھے)

Marfat.com

خلیفہ بنائیں۔

سفاح نے کوفہ پہنچ کر جمعہ کے دن ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲ھ کو خلافت کا اعلان کیا اور بڑے تزک و احتشام سے مسجد جامع میں جاکر خلافت عباسیہ کا نہایت فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا۔ ادھر ابومسلم نے سمرقند، طخارستان، طوس، نیشاپور، رے، جرجان، ہمدان، نہاوند پر فوجیں بھیجیں اور یہ تمام ممالک عباسیوں کے علم اقبال کے سایہ میں آگئے۔ شہرزور پر خود مروان کے بیٹے عبداللہ سے مقابلہ ہوا اور ابوعون نے جو ابومسلم کا ایک فوجی افسر تھا۔ عبداللہ کو شکست فاش دی۔ یہ خبر سن کر مروان ایک فوج عظیم کے ساتھ جو تعداد میں لاکھ سے زیادہ تھی اور جس میں بنوامیہ کا تمام شاہی خاندان شریک تھا ابوعون کے مقابلہ کو بڑھا۔ ادھر سفاح نے محمد بن علی اپنے چچا کو ابوعون کی مدد کو بھیجا۔ مروان نے شکست کھائی اور مصر کو روانہ ہوا۔ چند روز بھاگتا پھرا اور آخر ۲۸ ذوالحجہ ۱۳۲ھ کو بوصیر (مصر کا ایک شہر ہے) کے ایک گرجے میں محصور ہو کر مارا گیا اور اس کے قتل کیساتھ مروانی حکومت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد عباسیوں نے بڑی سفاکی کیساتھ قتل عام شروع کیا اور بالاتفاق ٹھہر گیا کہ خاندان بنی امیہ کا ایک بچہ دنیا میں زندہ نہ رہنے پائے۔ ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کا پتہ لگایا جاتا اور قتل کر دیے جاتے تھے۔ اس پر بھی عباسیوں کا جوش انتقام کم نہ ہوا۔ خلفائے بنی امیہ یعنی امیر معاویہؓ یزید عبدالملک ہشام کی قبریں اکھڑوا ڈالیں اور اگر ایک ہڈی بھی ثابت مل گئی تو آگ میں جلادی۔ اس ہنگامہ میں بنوامیہ میں سے ایک شخص عبدالرحمٰن نام اندلس (اسپین) کو بھاگ گیا اور زور بازو سے وہ عظیم الشان حکومت قائم کرلی

جسکو آل عباس ہمیشہ رشک کی نگاہ سے دیکھا کیے اور کچھ نہ کر سکے۔ عباسیوں کی خلافت پانسو چوبیس برس تک قائم رہی اور اس مدت میں ۳۷ تخت نشین گزرے۔ مامون جس کا حال ہم لکھنا چاہتے ہیں اس خاندان کا چھٹا خلیفہ تھا۔ ذیل کے دو شجروں سے خلافت و نسب کی ترتیب معلوم ہوگی۔

شجرۃ النسب

حضرت عباس عم رسول اللہ صلعم

عبداللہؓ مشہور صحابی ہیں۔

علی
المتوفی سنہ ۱۱۷ھ نہایت جمیل
اور صاحب وجاہت تھے

محمد المتوفی سنہ ۱۲۶ھ

سفاح
دولت عباسیہ
کا پہلا خلیفہ ہے
سنہ ۱۳۲ھ میں تخت
نشین ہوا

منصور
سنہ ۱۳۶ھ میں
تخت نشین ہوا

شجرۃ الخلافۃ

سفاح

منصور دوانیق
سفاح کا بھائی تھا۔

مہدی بن منصور سنہ ۱۵۸ھ
میں تخت نشین ہوا

ہادی بن مہدی
سنہ ۱۶۹ھ میں تخت نشین ہوا

ہارون الرشید بن المہدی
سنہ ۱۷۰ھ میں تخت نشین ہوا

مامون الرشید بن
ہارون الرشید

ہارون الرشید۔ بڑی عظمت و شان کا خلیفہ گزرا۔ شاہزادگی کے زمانہ میں

روم پر لشکر کشی کی اور پے در پے فتوحات حاصل کیں خلیج قسطنطنیہ تک پہنچ گیا۔ سریر خلافت پر بیٹھا تو اسلام کے ملکی حدود اسقدر وسیع کر دیئے کہ دولت عباسیہ میں کبھی نہیں ہوئے تھے۔ قیصر روم نے چند بار خراج دینے سے انکار کیا مگر اس نے ہر بار شکست دی۔ قیصر کے پائے تخت ہرقلہ[1] کو برباد کر دیا اور ریزور یہ شرط لکھوا لی کہ پھر کبھی آباد نہ کیا جائیگا۔ شاہان شوکت اور علم و ہنر کی سرپرستی نے ہارون الرشید کی شہرت کو اور بھی چمکایا۔ اس کی قدر دانی کی ندائے عام نے دلوں میں وہ شوق اور حوصلے پیدا کر دیے کہ زمانہ کے تمام اہل کمال دربار میں کھنچ آئے اور آستانۂ خلافت علوم و فنون کا مرکز بن گیا۔ خود بھی نہایت طباع اور قابل تھا۔ اسکی علمی مجلسیں ادبی تصنیفات کی جان ہیں۔ حق یہ ہے کہ اگر اس کا دامن الفاف برامکہ کے خون سے رنگین نہ ہوتا تو ہم اس کے ہوتے عباسیوں میں سے کسی فرمانروا کو انتخاب کی نگاہ سے نہ دیکھ سکتے۔ مامون جس کے حالات ہم اس کتاب میں لکھنا چاہتے ہیں اسی ہارون کا فرزند رشید تھا۔

مامون کی ولادت اور تعلیم و تربیت

ربیع الاول ۱۷۰ھ میں پیدا ہوا۔ اس کی ولادت کی رات بھی عجیب تھی جس میں ایک خلیفہ (ہادی) نے وفات پائی۔ دوسرا (ہارون الرشید) تخت نشین ہوا۔ تیسرا (مامون) لیبن وجود میں آیا۔ خلیفہ مہدی نے وصیت

---

[1] ایشیائے کوچک میں ایک نہایت آباد اور مشہور شہر تھا۔ یونانی خاندان جو اس زمانہ میں قیصر رہا یہ تخت اس کا پایہ تخت ہی شہر تھا۔ عربی مؤرخ اس کو ہرقلہ لکھتے ہیں اب ویران ہو کر ایک معمولی شہر رہ گیا ہے ۱۲

Marfat.com

کی تھی کہ میرے بعد ہادی تخت نشین ہو اور اس کے بعد ہارون' ہادی نے بدنیتی سے ہارون کو محروم کرنا چاہا اور چونکہ ہارون خانہ جنگیوں سے ہمیشہ پرہیز کرتا تھا۔ اسلیے ممکن تھا کہ ہادی اپنے خودغرضانہ ارادہ میں کامیاب ہوجاتا لیکن موت نے دفعتاً اس کی تمام امیدوں کو خاک میں ملا دیا۔ ہارون بستر خواب پر سو رہا تھا کہ وزیر اعظم یحیٰے نے جگا کر مژدۂ خلافت سنایا۔ ہارون نے نہایت یاس سے کہا۔ "دیکھو تم ہنسی کرتے ہو۔ بھائی صاحب سن لیں گے تو یہی ہنسی بلائے جان ہوگی"۔ یحیٰے نے عرض کیا کہ "قضائے الٰہی نے اس بحث کا فیصلہ کر دیا۔ آپ اطمینان سے سریر خلافت کو زینت دیں۔ اسی گفتگو میں۔ خواص مژدہ لائی کہ مشکوئے معلّٰی میں وارث تخت و تاج پیدا ہوا"۔ یہی وہ مبارک فال لڑکا تھا جس کی قسمت میں مامون الرشید اعظم ہونا لکھا تھا۔ ہارون نے مبارک فال کے لحاظ سے عبداللہ نام رکھا کیونکہ بانی دولت عباسیہ یعنی سفاح کا بھی یہی نام تھا۔

مامون الرشید کی ماں ایک کنیز تھی جس کا نام مراجل تھا۔ اور بادغیس (ہرات کا ایک شہر ہے) میں پیدا ہوئی تھی۔ علی ابن عیسےٰ گورنر خراسان نے اس کو ہارون کی خدمت میں پیشکش بھیجا تھا۔ افسوس ہے کہ مراجل دو ہی چار روز کے بعد انتقال کر گئی اور مامون کو مادر مہربان کے دامن شفقت میں پلنا نصیب نہ ہوا۔ مامون پانچ برس کا ہوا[1] تو بڑے اہتمام سے اسکی تعلیم و تربیت شروع ہوئی۔ دربار میں جو علماء اور مجتہدین فن موجود تھے ان میں سے دو شخص یعنی کسائی نحوی اور یزیدی۔ دربار میں پڑھانے کے لیے مقرر ہوئے۔ مامون کا سن ہی کیا تھا

[1] دیکھو عیون والحدائق۔ مطبوعہ یورپ صفحہ ۳۴۲۔

مگر طباعی اور فطانت کے جواہر ابھی سے چمک رہے تھے۔ کسائی کی تعلیم کا طریقہ یہ تھا کہ مامون کو پڑھنے کے لیے کہتا تھا اور آپ چپکا سر جھکائے بیٹھا رہتا تھا۔ مامون کہیں غلط پڑھ جاتا تو فوراً کسائی کی نگاہ اٹھ جاتی اتنے اشارے سے مامون متنبہ ہو جاتا اور عبارت کو صحیح کر لیتا۔ ایک دن سورہ صف کا سبق تھا۔ کسائی حسب عادت سر جھکائے سن رہا تھا۔ جب مامون اس آیت پر پہنچا یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ "اے ایمان والو وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں تو بے اختیار کسائی کی نظر اٹھ گئی۔ مامون نے خیال کیا کہ میں نے شاید آیت کے پڑھنے میں کچھ غلطی کی مگر جب پھر مکرر پڑھا تو معلوم ہوا کہ صحیح پڑھی تھی تھوڑی دیر کے بعد جب کسائی چلا گیا تو مامون ہارون کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اگر حضور نے کسائی کو کچھ دینے کے لیے کہا تو ایفائے وعدہ فرمایئے۔ ہارون نے کہا "ہاں اس نے قاریوں کے لیے کچھ وظیفہ مقرر ہونے کی درخواست کی تھی جسکو میں نے منظور بھی کیا تھا۔ کیا اس نے تم سے کچھ تذکرہ کیا۔ مامون نے کہا نہیں۔ ہارون نے پوچھا پھر تم کو کیونکر معلوم ہوا۔ مامون نے اس وقت ماجرا عرض کیا اور کہا کہ خاص اس آیت پر کسائی کا دفعتہً چونک پڑنا بے وجہ نہیں ہو سکتا تھا ہارون اپنے کمسن بیٹے کی اس فطانت سے نہایت متعجب اور خوش ہوا[1]

یزیدی مامون کا صرف معلم نہ تھا بلکہ اتالیق بھی تھا اور مامون کے عام افعال و عادات کی نگرانی اس سے متعلق تھی۔ اس فرض کو یزیدی نہایت سچائی سے ادا کرتا تھا۔

ایک دن یزیدی اپنے معمول پر آیا۔ مامون اس وقت محل میں تھا۔ خدام

[1] دیکھو منتخب کتاب المختار من نوادر الاخبار صفحہ ۱۰۔۱۲ مثنہ

Marfat.com

نے یزیدی کے آنے کی اطلاع کی۔ مگر کسی وجہ سے مامون الرشید کو باہر آنے میں ذرا دیر ہوئی۔ نوکروں نے موقع پا کر یزیدی سے شکایت کی کہ جب آپ تشریف نہیں رکھتے تو صاحبزادے تمام ملازموں کو نہایت دق کرتے ہیں۔ مامون جب باہر آیا تو یزیدی نے چھ سات بید مارے۔ اتنے میں خادموں نے وزیر السلطنت جعفر بن یحییٰ برمکی کے آنے کی اطلاع کی۔ مامون فوراً آنسو پوچھ فرش پر جا بیٹھا اور حکم دیا کہ اچھا آنے دو۔ جعفر حاضر ہوا اور دیر تک ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا یزیدی کو ڈر پیدا ہوا کہ مامون جعفر سے کہیں میری شکایت نہ کر دے۔ جعفر چلا گیا تو یزیدی نے پوچھا کہ میری شکایت تو نہیں کی۔ مامون نے سعادت مندانہ لہجہ میں کہا "استغفر اللہ میں ہارون الرشید سے تو کہنے کا نہیں جعفر سے کیا کہوں گا کیا میں یہ نہیں سمجھتا کہ تادیب و تعلیم سے مجھ کو کس قدر فائدے پہنچیں گے[1]۔ خلفاء کا دستور تھا کہ دربار میں جو لوگ معتمد اور صاحب فضل و کمال ہوتے تھے اولاد کو ان کی آغوش تربیت میں دے دیتے تھے اور انہیں کے اہتمام میں وہ تعلیم و تربیت حاصل کرتے تھے۔ ہارون نے اسی قاعدے کے موافق مامون کو ۱۸۲ھ میں جعفر برمکی کے حوالے کیا۔ مامون کی قابلیت علمی اور عام لیاقتوں کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہوا کہ وہ جعفر برمکی کی آغوش تربیت میں پلا۔ جو قابلیت وزارت کے علاوہ علوم و فنون میں دستگاہ کامل رکھتا تھا۔ اور زیادہ تر اسی کی سرپرستی میں ممالک اسلامیہ میں فضل و کمال کا رواج ہوا۔ یزیدی کا بڑا بیٹا محمد بھی جو نہایت متبحر اور شاعر تھا مامون کی تعلیم و تربیت پر مامور تھا۔

---

[1] تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۹-۲۰ ۱۲ منہ

Marfat.com

مامون کو مورخوں نے حافظ القرآن لکھا ہے[1] غالباً اسی زمانہ میں وہ حافظ ہوا ہوگا بہر حال قرآن مجید کے ختم کرنے کے بعد اس نے نحو و ادب پڑھنا شروع کیا اور وہ مہارت حاصل کی کہ جب کسائی نے ایک موقع پر امتحان لیا اور نحو کے متعدد مسئلے پوچھے تو اس نے اس برجستگی سے سوالوں کے جواب دیے کہ خود کسائی کو تعجب ہوا اور ہارون نے جوش طرب میں سینہ سے لگا لیا۔[1]

اس امتحان میں ہارون کا دوسرا بیٹا امین بھی شریک تھا جو مامون سے ایک برس چھوٹا تھا اور جس کو اس بات میں شرف حاصل تھا کہ اسکی ماں زبیدہ خاتون تھی اور اس اعتبار سے وہ نجیب الطرفین تھا۔

یزیدی نے مامون و امین کو برجستہ گوئی اور حسن تقریر کی بھی تعلیم دی تھی۔ ان دونوں کی قابلیت پر یزیدی کو خود تعجب ہوتا تھا اور وہ کہا کرتا تھا کہ خلفائے بنی امیہ کے لڑکے قبائل عرب میں بھیج دئے جایا کرتے تھے کہ شستہ بیانی سکھیں مگر تم تو گھر بیٹھے ان سے کہیں زیادہ فصیح اور زبان آور ہو۔" اوّل اوّل اس نے جمعہ کے دن ایک مجمع میں جو فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا ایسے پر تاثیر لہجے میں پڑھا کہ تمام حاضرین کے دل دہل گئے اور اکثر لوگ رو پڑے۔ ابو محمد یزیدی نے اسپر ایک قصیدہ لکھا۔ کتاب الاغانی میں یہ قصیدہ نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ ہارون نے اس کے صلے میں یزیدی کو ۵۰ ہزار درہم عطا کیے۔ فقہ کی تعلیم کے لیے سلطنت کے ہر حصہ سے فقہا بلا لیے گئے۔

---

[1] خلفاء میں حضرت ابوبکر صدیق رضی حضرت عثمان رض مامون الرشید حافظ القرآن گزرے ہیں سیوطی صفحہ ۲۲ [1] دیکھو دراری فی الذکر الذراری صفحہ ۲۷۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

اور مامون نے ان کے فیض صحبت سے ایک ماہر فقیہ کا رتبہ حاصل کیا۔ علم حدیث کی سند ہشیم عباد بن العوام یوسف بن عطیہ۔ ابو معاویۃ الضریر اسمٰعیل بن علیۃ۔ حجاج الاعور وغیرہ سے حاصل کی۔ حدیث کے فن میں مالک بن انسؒ امام وقت تھے اور بڑے بڑے ائمۂ فن جن میں امام شافعی بھی شامل تھے ان کی شاگردی پر فخر کرتے تھے۔ ہارون الرشید نے ان کی خدمت میں درخواست کی "کہ حریم خلافت میں قدم رنجہ فرما کر شہزادوں کو علم حدیث پڑھائیں۔" امام مالکؒ نے کہلا بھیجا کہ "علم کے پاس لوگ خود جاتے ہیں وہ دوسروں کے پاس نہیں جاتا۔" انہوں نے اس بات سے ہارون کو اور بھی عزت دلائی کہ یہ علم تمہارے ہی گھر سے نکلا ہے۔ اگر تمہیں اسکی عزت نہ کروگے تو وہ کیونکر عزت پا سکتا ہے۔" اس معقول جواب کو ہارون نے خوشی سے تسلیم کیا اور شہزادوں کو حکم دیا کہ امام موصوف کے درسگاہ عالم میں حاضر ہوں۔

ہارون الرشید خود بہت بڑا فقیہ اور پایہ شناس فن تھا۔ موطا کے پڑھنے کے لیے جو علم حدیث کی نہایت معتبر اور مشہور کتاب ہے وہ اکثر امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوا ہے اور چونکہ اس کو اپنی اولاد کی تعلیم کا شروع ہی سے نہایت اہتمام تھا۔ امین و مامون بھی اس درس میں اس کے ساتھ ہوتے تھے۔ ہرچند دارالخلافہ بغداد میں جس پایہ کے علماء موجود تھے اس وقت اور کہیں نہ تھے تاہم ہارون کی خواہش نہ تھی کہ ملک میں اور جو ارباب فن ہیں ان کے فیض تعلیم سے بھی مامون وامین محروم نہ رہیں

لے۔ حکم وآداب الیاقوت للمستعصمی صفحہ ۱، ۱۲ منہ ۲ے سیوطی صفحہ ۲۹، موطا کا وہ نسخہ جس میں ہارون الرشید نے پڑھا تھا۔ مدت تک مصر کے کتب خانہ میں موجود تھا۔ سیوطی صفحہ مذکورہ ۱۲ منہ

Marfat.com

جب وہ کوفہ گیا جو اس وقت فقہ و حدیث کا مرکز تھا تو وہاں کے تمام محدثین کو طلب کیا۔ چنانچہ دو شخص کے سوا باقی سب حاضر ہوئے۔ یہ دو بزرگ عبداللہ بن ادریس و عیسیٰ ابن یونس تھے۔ جنہوں نے اپنے طریق عمل سے ثابت کیا کہ امام مالک کے سوا اور لوگ بھی ہیں جو علم حدیث کی اصلی عزت کرتے ہیں۔ ہارون نے حکم دیا کہ مامون و امین خود ان کی خدمت میں حاضر ہوں۔ عبداللہ بن ادریس نے سو حدیثیں روایت کیں اور جب اسی وقت مامون نے ان حدیثوں کو زبانی سنا دیا تو عبداللہ بن ادریس بھی اس قوت حافظہ اور واقفیت پر عش عش کر گئے[1]

علوم مروجہ وقت میں سے مامون نے اگرچہ ایک علم میں دستگاہ مناسب حاصل کی تھی لیکن خاص فقہ ادب۔ تاریخ۔ ایام عرب میں وہ بڑے بڑے ماہرین فن کا ہم گنا جاتا تھا اور درحقیقت ایک ایسے شخص کو جو بالطبع ذکی ہو جسنے یزیدی اور کسائی، جیسے مجتہدین فن سے تعلیم پائی اور جو ابو نواس۔ ابو العتاہیہ۔ سیبویہ۔ فرا کی علمی مجلسوں میں شریک رہا ہو ایسا ہی یگانہ فن ہونا چاہیے جیسا کہ مامون تھا۔ بچپن میں ایک دن اسنے اصمعی سے پوچھا کہ یہ شعر کس کا ہے۔

ما کنت الا کلحم میت دعا الی اکلہ اضطرار

اصمعی نے کہا ابن عیینہ المہلبی کا۔ مامون نے کہا نہایت بلند خیال ہے مگر فلاں شعر سے ماخوذ ہے۔ اصمعی کو اس وسعت نظر اور واقفیت پر نہایت تعجب ہوا[2]

مامون نے اسی زمانہ میں شعر کہنا بھی شروع کیا تھا اور چونکہ طبیعت نہایت موزون

---

[1] مرأۃ الجنان یافعی ترجمہ اصمعی ۱۲ [2] سیوطی صفحہ ۳۲۲-۱۲ منہ

اور نظر از بس وسیع تھی برجستہ کہتا تھا اور خوب کہتا تھا۔ ایک موقع پر جبکہ ہارون الرشید نے فوج کو حکم دیا کہ ایک ہفتہ بعد سفر کے لیے تیار رہے اور ہفتہ گزر جانے پر بھی لوگوں کو اس کے ارادہ کا ٹھیک حال معلوم نہیں ہوا تو مامون نے ارکین دربار کی فرمائش پر خلیفہ وقت کی خدمت میں قطع لکھا۔

یا خیر من دبت المطی بہ　　　　ومن تقدی بسرجہ الفرس

اے ان سب لوگوں سے بہتر جن کو سواریاں لے کر چلتی ہیں اور وہ جس کے گھوڑے پر ہمیشہ زین رہتا ہے۔

ما الغایۃ فی المسیر نعرفہا　　　　ان امرنا فی المسیر ملتبس

سفر کا کوئی وقت ہے جس کو ہم لوگ جان سکیں یا یہ امر ہمارے لیے مبہم رہے گا۔

ما علم ھذا الا الی ملک　　　　من نورہ فی الظلام نقتبس

اس بات کا علم صرف اس بادشاہ کو ہے جس کے نور سے ہم لوگ تاریکی میں روشنی حاصل کرتے ہیں۔

ہارون کو اس وقت تک نہیں معلوم تھا کہ مامون نے شاعری کی ہے۔ اگرچہ اس طباعی اور ذہانت پر نہایت خوش ہوا مگر رقعہ پر بطور جواب کے یہ لکھا "اے جان پدر تم کو شعر سے کیا کام۔ شعر عام آدمیوں کے لیے باعث فخر ہے مگر عالی رتبہ لوگوں کے لئے کچھ عزت کی بات نہیں"

۱۸۸ھ میں جب ابراہیم موصلی و کسائی نحوی۔ و عباس بن الاحنف شاعر ایک ہی دن قضا کر گئے تو ہارون رشید نے حکم دیا کہ خود شہزادہ مامون جا کر انکے

لہ سیوطی صفحہ ۲۰۳۔

جنازے کی نماز پڑھائے۔ مامون نماز پڑھانے کیلئے کھڑا ہوا تو پوچھا کہ "کس کا جنازہ سب سے آگے رکھا ہے" لوگوں نے عرض کی "ابراہیم کا" مامون نے کہا "نہیں عباس کا جنازہ آگے رکھو" نماز سے فارغ ہو کر واپس چلا تو ایک درباری نے عرض کی کہ عباس کو کیا ترجیح تھی مامون نے کہا ان دو شعروں کیوجہ سے

وسعی بھا ناس فقالوا انما لھی التی تشقی بھا وتکابد

فجحد تھم لیکون غیرک ظنھم انی لیعجبنی المحب الجاحد

(یعنی معشوق کی نسبت لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تم اُسی پر مرتے ہو۔ میں نے انکار کیا تا کہ لوگ تیری نسبت گمان نہ کریں۔ مجکو وہ عاشق پسند ہے جو وقت پر مکر جائے)

علامہ ابوالفرج اصفہانی نے اِس واقعہ کو ابراہیم کے تذکرہ میں نقل کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت فن ادب کو وہ عزت حاصل تھی کہ اس قسم کے مذہبی فرائض میں بھی اُس کا لحاظ کیا جاتا ہے۔

مامون نے ان علوم سے فارغ ہوکر فلسفہ وطب پر توجہ کی۔ ہارون الرشید نے جو عالیشان محکمہ کتب علمیہ کے ترجمے کا قائم کیا تھا۔ اور جس میں ہندو۔ پارسی۔ عیسائی وغیرہ ہر مذہب وملت کے لوگ نوکر تھے جو مختلف زبانوں کی کتب فلسفیہ وطبیہ کے ترجمے کرتے رہتے تھے مامون کے تکمیل فلسفہ میں بہت مددگار ثابت ہوئے مگر اس موقع پر ہم اسکی تفصیل نہیں کرتے اُس موقع کے لئے اٹھا رکھتے ہیں۔ جہاں ہم ملکی تاریخ سے فارغ ہوکر اُس کے عام اخلاق وعادات کا تذکرہ کرینگے اور اسی موقع پر اس کی علمی مجلسیں۔ علماء سے مناظرے مسائل علمیہ کے متعلق ایجادات فلسفہ کی ترویج کا حال لکھیں گے۔ یہاں مختصر طور پر صرف وہ حالات بیان کئے

ہیں جو اسکی ابتدائی تعلیم سے متعلق تھے۔

مامون کی ولیعہدی ۱۸۲ھ

ہارون کی اولاد ذکور ۱۲ تھیں جن میں سے چار ایسے لائق و قابل تھے جن کو وہ ولیعہدی کے لیے انتخاب کر سکتا تھا۔ مامون۔ امین۔ موتمن۔ معتصم گو نہایت قوی اندام۔ دلیر شجاع اور فنون جنگ سے واقف تھا لیکن جاہل محض تھا۔ ہارون نے اس بنا پر اس کو خلافت سے بالکل محروم کر دیا۔ امین کی ماں زبیدہ اور اس کا ماموں عیسیٰ بن جعفر بن المنصور دربار میں ایک پولیٹیکل طاقت رکھتے تھے کیونکہ اراکین دربار و افسران فوج جو اکثر بنی ہاشم تھے اتحاد نسب کیوجہ سے زبیدہ کے ساتھ تھے۔ ۱۷۵ھ میں عیسیٰ بن جعفر نے وزیر السلطنت فضل بن یحییٰ سے امین کی ولیعہدی کے لیے سفارش کی۔ اگرچہ اسکی عمر اس وقت کل پانچ برس کی تھی اور اسوجہ سے خاندان شاہی کے چند ممبر اس تجویز پر راضی نہ تھے۔ تاہم فضل کی بات ٹالی نہیں جا سکتی تھی۔ ہارون نے تمام دربار سے امین کے لیے بیعت لی امین اگرچہ نہایت ذکی الطبع۔ فصیح۔ خوش تقریر پاکیزہ رو۔ حور شمائل تھا۔ اس کے ساتھ اس نے۔ نحو۔ ادب فقہ میں نہایت مہارت حاصل کی تھی لیکن عیش طلب اور راحت پسند تھا۔ ہارون کو بھی روز بروز اسکی راحت طلبی کا زیادہ یقین ہوتا گیا۔ مامون کی ذاتی خوبیوں نے ہارون کو بالکل گرویدہ کر دیا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ "میں مامون میں منصور کا حزم۔ مہدی کی متانت۔ ہادی کی شان شوکت پاتا ہوں اور اگر اپنے سے بھی اسکو

Marfat.com

نسبت دینا چاہوں تو دے سکتا ہوں۔" میں نے "امین کو خلافت میں اس پر ترجیح دی۔ حالانکہ مجھ کو معلوم ہے کہ وہ فضول خرچ اور خواہشوں کا مطیع ہے اور لونڈیاں اور عورتیں اسکی مشیر کار ہیں اگر زبیدہ کا لحاظ اور بنو ہاشم کا دباؤ نہ ہوتا تو میں مامون ہی کو ترجیح دیتا۔[1]

ہارون نے ایک دن ابوعیسیٰ[2] اپنے چھوٹے بیٹے سے جو حسن جمال میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا کہا" کاش تیرا حسن مامون کو ملا ہوتا۔ خود مامون سے بھی وہ کہا کرتا تھا کہ" ساری خوبیاں تجھی میں ہوتیں تو بہتر ہوتا اور اگر میرے اختیار کی بات ہوتی تو میں ابوعیسیٰ کا حسن بھی تجھی کو دیتا۔[3]

زبیدہ کو ان باتوں سے بہت رنج ہوتا تھا۔ وہ ہارون کو طعنہ دیتی تھی کہ تم ایک کنیز زادہ کو میرے لخت جگر پر ترجیح دیتے ہو۔ دونوں میں اکثر اس بات پر جھگڑے ہوتی رہتی تھیں اور چونکہ زبیدہ عام لیاقتوں میں بھی امین کو مامون سے کم درجہ پر تسلیم نہیں کرتی تھی۔ ہارون اکثر موقعوں پر دونوں کا امتحان لیتا تھا اور نتیجہ امتحان پر زبیدہ کو شرمندہ ہونا پڑتا تھا۔ ایک دن اس نے چند مسواکوں

---

[1] سیوطی صفحہ ۳۱۲ [2] ذراری صفحہ ۸۹ [3] تمام عباسی نسل میں خاندان خلافت اور خاندان خلافت میں ابوعیسیٰ نہایت حسین اور صاحب جمال تھا۔ اسکے ساتھ شاعر نکتہ سنج اور موسیقی کا بڑا ماہر تھا۔ مامون الرشید کو ابوعیسیٰ سے نہایت محبت تھی۔ علامہ اغانی نے لکھا ہے کہ مامون الرشید اپنے بعد اسے خلیفہ مقرر کرنا چاہتا تھا مگر افسوس کہ وہ یوسف جمال مامون کی زندگی ہی میں مر گیا۔ مامون نے کئی دن تک اسکے غم میں کھانا نہیں کھایا

Marfat.com

کیطرف اشارہ کرکے جو اسکے پاس رکھی تھیں امین سے پوچھا کہ یہ کیا چیزیں ہیں۔ امین نے کہ "مساویک" یعنی مسواکیں۔ پھر اس نے مامون کو بلا کر یہی سوال کیا اس نے جواب دیا کہ "ضِدُّ مَحَاسِنِکَ یا امیرالمومنین"[1]

ایک اور دن ہارون نے دو خاص غلاموں سے کہا کہ امین سے تنہائی میں بطور خود پوچھو کہ جب خلافت آپکو ملے گی تو حضور میرے ساتھ کیا سلوک فرمائیں گے؟ امین نے نہایت خوش ہو کر کہا کہ میں تم کو اسقدر انعام اور جاگیریں دوں گا کہ تم نہال ہو جاؤ گے مگر جب مامون کے پاس گئے تو اس نے دوات جس سے لکھ رہا تھا اٹھا کر اس کے منہ پر پھینک ماری اور کہا کہ بد معاش جس دن امیرالمومنین نہ ہونگے تو ہم جی کر کیا کریں گے ہم ان پر فدا نہ ہو جائینگے[2]"

اس پر بھی ہارون امین کی ولیعہدی کو منسوخ نہیں کر سکتا تھا۔ مامون کے لیے اتنا کیا کہ ۱۸۲ھ میں امین کے بعد اسکی ولیعہدی پر لوگوں سے بیعت لی اور سر دست خراسان و ہمدان کے صوبہ جات کا گورنر مقرر کیا تیسرے بیٹے قاسم کو جزیرہ ثغور و عواصم کی حکومت دی اور مامون کو اختیار دیا کہ اگر قاسم لائق ثابت نہ ہو تو وہ معزول کر سکتا ہے۔ اگرچہ ہارون نے اس طور پر ملک کی تقسیم کر دی تھی مگر وہ امین کیطرف سے مطمئن نہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ امین خود غرض اور عیش پرست ہے اور چونکہ تمام عمائد بنی ہاشم اور فوج کا بڑا حصہ اس کا طرفدار ہے۔ اس کو دوسروں کی حق تلفی پر بآسانی جرأت ہو سکتی ہے۔ اس خیال سے ۱۸۶ھ میں جب وہ مکہ معظمہ گیا تو امین کو تنہا خانہ کعبہ کے اندر لے جا کر فہمائش کی پھر مامون کو بلایا۔ اور اس سے بھی اس معاملہ کے متعلق دیر

[1] مرآۃ الجنان ترجمۃ المامون۔ ۱۲ منہ [2] نذراری صفحہ ۸ لہ۔ ۱۲ منہ

تک بانٹیں کیں اس کے بعد دونوں سے جدا جدا معاہدے لکھوائے جس میں ہر ایک نے اس تقسیم کو تسلیم کیا جو ہارون نے ان کے لیے تجویز کی تھی۔ صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ تقسیم کی رو سے مامون کو جو ممالک ملے اس میں کرمان شاہ۔ ہمادند۔ قم۔ کاشان۔ اصفہان۔ فارس۔ کرمان شاہ رے۔ قومس طبرستان۔ خراسان۔ زابل۔ کابل ہندوستان۔ ماوراءالنہر۔ ترکستان داخل تھے۔ امین کو بغداد۔ واسطہ۔ بصرہ۔ کوفہ شامات سواد عراق۔ موصل۔ جزیرہ حجاز۔ مصر اور بغداد کی انتہائے حدود تک کی حکومت ملی۔ اس معاہدے پر دونوں سے دستخط کرائے اور ایک جم غفیر کے سامنے جس میں یحییٰ برمکی۔ وزیر السلطنت جعفر بن یحییٰ۔ فضل بن الربیع حاجب اور خاندان خلافت کے تمام اعیان اور فقہاء و علماء شامل تھے۔ باآواز بلند پڑھ کر سنایا گیا۔ تمام حاضرین نے بطور شہادت اس پر دستخط کیے اور جب ہر طرح سے مصدق ہوگیا سونے کے نلوے میں جو زمرد و یاقوت سے مرصع تھا رکھ کر حرم کعبہ کے دروازے کے اوپر آویزاں کیا گیا۔ کعبہ کے دربانوں سے حلف لیا گیا کہ اسکی نہایت احتیاط کریں گے اور حج کے زمانہ میں کسی منظر عام پر وہ آویزاں کردیا جاوے گا۔ اگرچہ یہ معاہدے نہایت طولانی اور بالکل فضول باتوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ تمام تحریر میں ایک بات بھی ایسی نہیں جس سے کوئی دقیق پولٹیکل خیال پیدا ہو۔ تاہم اس خیال سے کہ وہ قدیم زمانہ کی تحریر ہے اور اس سے اس وقت کے عام خیالات اور طریق معاملات کا اندازہ ہوتا ہے۔ ہم بجنسہ اس کا ترجمہ اس مقام پر لکھتے ہیں۔[1]

[1] علامہ ازرقی نے جو ۲۲۲ھ میں موجود تھا ان دونوں معاہدوں کو تمامہا تاریخ مکہ میں نقل کیا ہے۔ تاریخ مذکور از صفحہ ۱۶۱ تا ۱۶۴ مطبوعہ جرمن مقام لیبزک۔ ابن واضح کاتب عباسی نے بھی ان معاہدوں کو اپنی تاریخ میں قدرے اختلاف کیساتھ نقل کیا ہے۔

دستاویز جو امین نے لکھی تھی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ ایک تحریر ہے جس کو محمد بن امیر المومنین ہارون نے امیر المومنین ہارون کے لیے لکھا بحالت ثبات عقل صحت جسم۔ و درستی فعل۔ اطاعت مندانہ بلا جبر و اکراہ کہ امیر المومنین ہارون نے ولیعہد سلطنت کیا ہے اور عموماً تمام مسلمانوں پر میری بیعت لازم کی۔ میرے بھائی عبد اللہ بن امیر المومنین کو میرے بعد میری رضامندی سے نہ جبر و اکراہ سے۔ خلافت اور ولیعہدی اور مسلمانوں کے ہر ایک معاملہ کی افسری حاصل ہو گی اور اس کو امیر المومنین نے اپنی زندگی میں اور اپنے بعد خراسان اور اس کے اضلاع و فوج و محکمہ ڈاک و پرچہ نویسی و بیت المال و بیت الصدقہ و عشرہ عشور کی ولایت دی ہے۔ پس میں اقرار کرتا ہوں جو کچھ امیر المومنین نے بیعت خلافت و ولیعہدی۔ اور مسلمانوں کے عام معاملوں کی افسری میرے بھائی عبد اللہ کو دی ہے۔ میں ان سب امور کو تسلیم کروں گا۔ خراسان اور اس کے اضلاع کی حکومت جو اس کو امیر المومنین نے عطا کی ہے یا زمین خاصہ میں سے جو جاگیریں اسکو دی ہیں۔ یا کوئی جائداد خاص کر دی ہے۔ یا کوئی زمین یا جاگیر اس کو خرید کر دی ہے اور جو چیزیں اپنی زندگی میں بحالت صحت از قسم مال و جواہرات و اسباب و کپڑے و غلام جو اس کے لیے تسلیم کر لیا گیا ہے اور جس میں کچھ عذر نہیں ہے۔ عبد اللہ بن ہارون امیر المومنین کی ہیں۔ جو اس کے لیے تسلیم کر لیا گیا ہے اور جس میں کچھ

Marfat.com

عذر نہیں ہے اور میں نے اور عبد اللہ بن امیر المومنین نے ان تمام چیزوں کو ایک ایک کر کے بقید نام و نشان و جگہ بیان لیا ہے اور اگر ہم دونوں میں سے کسی چیز کی نسبت ان چیزوں میں اختلاف رائے ہو تو عبد اللہ کا قول قابل تسلیم ہوگا۔ میں ان چیزوں میں سے کسی کو اپنا مال نہ قرار دوں گا۔ نہ اس سے چھینوں گا نہ کم کروں گا وہ شے خواہ چھوٹی ہو یا بڑی۔ اور نہ ولایت خراسان نہ اور کسی صوبے سے جس کی حکومت امیر المومنین نے اس کو دی ہے مجھکو کچھ بحث ہو گی۔ میں نہ عبد اللہ کو ان صوبوں سے معزول کروں گا نہ مخلع بیعت کروں گا۔ نہ کسی اور کو اس کا قائم مقام کروں گا نہ کسی اور شخص کو ولیعہدی اور خلافت میں اس پر مقدم کروں گا نہ اس کی جان یا خون یا صورت یا ایک سر مو کو ضرر پہنچاؤں گا۔ نہ اس کے جزئی یا کلی امور میں یا حکومت۔ مال و جاگیر و زمین خاصہ کے متعلق کوئی رنج دہ بات کرونگا۔ کسی وجہ سے اس کی کسی چیز میں تبدیلی نہ کروں گا نہ اس سے نہ اس کے عمال سے نہ اسکے منشیوں سے کچھ حساب کتاب سمجھونگا خراسان اور اس کے صوبوں اور ان علاقوں میں جس کی حکومت امیر المومنین نے اپنی زندگی میں وہ حالت صحت میں اسکو دی ہے۔ جو کچھ انتظامات خود اس نے یا اس کے عمال نے کیے ہونگے۔ مثلاً خراج۔ خزانہ۔ طراز۔ ڈاک صدقات عشر عشور وغیرہ اُسکے در پے نہ ہونگے۔ اور نہ کسی اور کو اجازت دونگا۔ نہ ایسا خیال دل میں لاؤں گا نہ اپنے لیے وہاں کوئی جاگیر کی زمین طلب کروں گا۔ امیر المومنین ہارون نے جو کچھ زمان خلافت میں اس کو عطا کیا ہے جس کا دستاویز میں ذکر ہے اور جس پر مجھ سے اور عام لوگوں سے بیعت لی گئی ہے اس میں کچھ کمی نہ کرونگا اور نہ اور کسی کو اجازت دوں گا کہ اس سے تعرض کرے یا اس کا مخالف بنے یا اسکی بیعت کو توڑے اس بارہ میں کسی شخص

Marfat.com

کی خلق اللہ میں سے کوئی بات نہ سنوں گا نہ اس پر ظاہر یا باطن میں راضی ہوں گا۔ نہ اس سے چشم پوشی کروں گا نہ غفلت کروں گا اور نہ کسی نیک آدمی سے نہ بد سے نہ سچے شخص سے نہ جھوٹے سے نہ ناصح سے نہ فریب دہندہ سے نہ قریب سے نہ بعید سے نہ اولاد آدم میں سے کسی شخص سے نہ مرد سے نہ عورت سے کوئی ایسا مشورہ یا فریب یا حیلہ کسی بات میں ظاہر یا باطن میں حق تعالیٰ میں قبول کروں گا جس سے کسی معاہدہ یا شرط کا فاسد کرنا مقصود ہو جو میں نے عبداللہ بن امیرالمومنین سے کی ہے۔ اور جس کا اس دستاویز میں ذکر ہے اور اگر کوئی شخص عبداللہ سے برائی کا ارادہ کرے یا ضرر پہنچانا چاہے یا اسکی بیعت توڑنا چاہے یا اس سے ارادہ جنگ کرے یا اسکی جان یا جسم۔ یا سلطنت یا مال یا حکومت میں مجتمع یا تنہا ظاہر یا باطن میں کچھ تعرض کرنا چاہے تو میرا فرض ہوگا کہ اسکی مدد کروں اور حفاظت کروں۔ اور جو اپنی جان و جسم و مال و خون و چہرہ و حرم و حکومت سے دفع کروں وہ اس سے بھی دفع کروں۔ اور نہ چھوڑوں اس کو اور نہ الگ ہو جاؤں اس کے مقابلہ میں اسکی مدد کروں۔ اور نہ چھوڑوں اس کو اور نہ ہو جاؤں اس سے اور جب تک میں زندہ ہوں اس بارہ میں اسکے کام کو اپنا کام سمجھوں گا۔ اور اگر امیرالمومنین کو موت آجائے اور میں اور عبداللہ بن امیرالمومنین اس وقت امیر۔ المومنین کے پاس موجود ہوں یا ہم میں سے صرف ایک شخص حاضر ہو۔ یا ارکین حاضر ہوں کہ ایک ہی جگہ ہوں یا مختلف مقامات میں اور عبداللہ بن امیرالمومنین خراسان کے علاقہ حکومت وصوبہ فوج فرض ہوگا کہ اسکو خراسان روانہ کردں اور وہاں کی حکومت وصوبہ و فوج اس کے حوالے کروں۔ میں اس میں نہ تاخیر کرونگا نہ اسکو روکوں گا۔ نہ اپنے سامنے نہ کسی اور شہر میں خراسان کے ادھر اور فوراً اسکو روانہ

Marfat.com

کر دوں گا۔ خراسان، اور اس کے مضافات، کا حاکم کر کے مستقل طور پر بغیر اس کے کہ کسی کو اسکا شریک کروں اور ان سب لوگوں کو اس کے ساتھ کر دونگا جن کو امیرالمومنین ہارون نے عبداللہ کی ہمراہی میں مخصوص کیا ہے از قسم افسران۔ فوج و لشکر و ندیم و ملشی و عمال و غلام و خدام اور جو اس کے ہمراہ ہوں مع ان کے اہل و عیال کے۔ ان میں سے میں کسی کو نہ روکوں گا اور نہ کسی کو اسمیں شریک کروں گا۔ میں عبداللہ پر نہ کوئی امین بھیجوں گا نہ پرچہ نویس نہ بندار اور نہ قلیل یا کثیر میں اسکا ہاتھ پکڑ دونگا۔

جو کچھ اس تحریر میں میں نے شرطیں کیں اور جو کچھ لکھا ہے ان کی نسبت امیرالمومنین ہارون کو اور عبداللہ بن امیرالمومنین کو ذمہ دیتا ہوں اور امیرالمومنین کا اور اپنا اور اپنے آبا و اجداد کا۔ اور تمام مسلمانوں کا۔ اور وہ سخت عہد جو خدا نے انبیاء اور مرسلین اور عامہ خلائق سے لیے ہوں اور اس قسم کے عہد و میثاق اور قسمیں جن کے پورے کرنے کا خدا نے حکم دیا ہے اور جس کے توڑنے اور بدلنے سے ممانعت کی ہے۔ پھر اگر میں توڑ دوں کوئی شرط جو میں نے امیرالمومنین ہارون اور عبداللہ بن امیرالمومنین سے کی ہے اور جس کا اس تحریر میں ذکر ہے یا خیال کروں اس چیز کے توڑنے کا جس پر میں قائم ہوں یا اسکو بدلوں یا خیال کروں یا بدعہدی کروں یا کسی شخص سے چھوٹے یا بڑے۔ نیک یا گنہگار۔ مرد یا عورت۔ جماعت یا تنہا کسی سے کوئی بات اس کے خلاف قبول کروں تو میں بری ہوں۔ خدائے عزوجل سے اور اسکی ولایت سے اور اس کے دین سے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے دن مشرک ہو کر خدا سے ملوں اور ہر ایک عورت جو آج میرے عقد نکاح میں ہے یا آیندہ تیس برس تک

Marfat.com

میرے عقد میں آئے۔ مطلقہ ہونگیں طلاق سے طلاق الحرج اور مجھ پر فرض ہوگا
بیت اللہ کو ننگے پاؤں پیادہ جانا تیس حج کہ جو مجھ پر واجب ہونگے خدا نہ قبول کرے
مگر اس کا پورا کرنا اور جو مال آج میرا ہے یا جسکو میں تیس برس تک حاصل
کروں وہ کعبہ کے لیے مجھکو بطور ہدیہ کے بھیجنا ضرور ہوگا اور جتنے غلام آج میرے
مملوک ہیں یا آیندہ تیس برس تک ہوں سب آزاد ہونگے اور جو کچھ میں نے
ہارون امیر المومنین اور عبد اللہ بن امیر المومنین کے لیے لکھا ہے اور شرط کی ہے
اور قسم کھائی ہے اور اس تحریر میں ذکر کیا ہے کہ مجھکو اسکا پورا کرنا لازم ہوگا
میں اسکے خلاف دل میں کوئی خیال نہ لاؤں گا اور اس کے سوا نیت نہ کروں گا۔
اور دل میں اگر ایسا خیال لاؤں یا کچھ اور نیت کروں تو یہ عہد و پیماں اور قسمیں
مجھ پر لازم اور واجب ہوں گی۔ امیر المومنین کے افسران۔ فوج اور خود لشکر اور
تمام شہروں کے لوگ اور عام مسلمان۔ سب میرے عہد بیعت و خلافت
و ولایت سے بری ہوں گے اور میرے خلع بیعت سے ان پر کچھ حق مواخذہ نہ
ہوگا۔ حتیٰ کہ میں ایک بازاری آدمی کے برابر ہوں گا۔ مجھکو ان کے اوپر کچھ حق نہ ہوگا
نہ ولایت۔ نہ اطاعت۔ نہ بیعت اور ان لوگوں کو بے مواخذہ شرعی ان تمام
قسموں اور عہدوں کا توڑنا جائز ہوگا جو انہوں نے میرے حق میں کیئے ہیں لے

لے۔ اس معاہدے پر ۳۰ بڑے بڑے عمائدین و داعیان کے دستخط ہیں میں نے
تطویل کے خوف سے ان کے نام نہیں لکھے۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

مامون نے بھی ایک ایسی ہی دستاویز لکھی یا اس کی طرف سے لکھی گئی

جسکا خلاصہ یہ ہے

امیر المومنین ہارون نے مجھ کو امین کے بعد ولیعہد کیا اور امین نے ایک دستاویز لکھی جس میں اس نے میرے حقوق کو اس تفصیل سے تسلیم کیا اور اس پر قسم کھائی میں بھی امین کی اطاعت کروں گا اور اگر فوج وغیرہ کی مدد چاہیے گا تو کافی اعانت کروں گا۔ جب تک وہ اپنے اقرار سے نہ پھرے اور اگر امین چاہیے گا کہ اپنے بیٹوں میں سے کسی کو میرے بعد ولیعہد کرے تو میں اسکو تسلیم کروں گا۔ بشرطیکہ امین میرے حقوق میں خلل انداز نہ ہو لیکن اگر خود امیر المومنین ہارون اپنے فرزندوں میں سے کسی کو میرے بعد ولیعہد قرار دیں تو مجھ کو اور امین کو تسلیم کرنا لازم ہوگا۔

اب تک تو بظاہر امین و مامون ملکی تقسیم اور جاہ و اقتدار میں برابر کے حصہ دار تھے۔ مگر متعدد تجربوں نے ثابت کر دیا تھا کہ امین خلافت کے بوجھ کو کسی طرح سنبھال نہیں سکتا۔ اسی خیال سے ہارون نے اس کے اختیارات کم کرنے شروع کر دیے اسی کے ساتھ مامون کو امین پر ترجیح دی اور گویا طریق عمل سے بتا دیا کہ خلافت اعظم کا مستحق مامون ہے۔ نہ امین۔ ۱۸۶ھ میں بمقام قرماسین علی رؤس الاشہاد ظاہر کیا کہ مال۔ خزانہ۔ اسلحہ۔ اسباب۔ جو کچھ ہے مامون کا ہے۔

پھر تمام دربار سے کہا کہ "تم لوگ گواہ رہو۔" ۱۹۰ھ میں جب روم پر حملہ آور ہوا تو شہر رقہ پر جس کو بجائے بغداد کے دار الخلافہ قرار دیا تھا۔ مامون کو اپنا جانشین کر گیا اور تبرکاً خلیفہ منصور کی خاتم خلافت بھی عنایت کی۔ امین ان کارروائیوں کو رشک کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ مگر کچھ کر نہ سکتا تھا۔ ۱۹۲ھ میں خراسان کے بعض اضلاع میں بغاوت برپا ہوئی جس کے فرو کرنے کو ہارون خود روانہ ہوا راہ میں بیمار ہوا اور تمام ملک میں یہ خبر عام ہو گئی۔

امین کی سازش کے لیے ایک عمدہ موقع تھا۔ کیونکہ دربار میں جتنے صاحب منصب تھے سب اس کے طرفدار تھے اور خصوصاً وزیر اعظم فضل بن الربیع تو گویا امین کا دست و بازو تھا وہ عرب کی نسل سے تھا اور امین نے اسی کے اہتمام میں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ ہارون کے ساتھ اس وقت اگرچہ امین و مامون دونوں میں سے کوئی نہ تھا مگر فضل بن ربیع کی وجہ سے دربار پر امین کا اثر غالب تھا۔ ہارون کی بیماری کی خبر سن کر امین نے فوراً ایک قاصد روانہ کیا اور بہت سے خطوط دیئے جو اہل دربار کے نام تھے۔

ہارون الرشید نے اسی مرض میں ۳ جمادی الثانی ۱۹۳ھ میں انتقال کیا۔

اس کے مرنے کے بعد قاصد نے امین کے خطوط جن کا مشترک مضمون یہ تھا کہ "فوج مع تمام خزانہ و اسباب کے دار الخلافہ بغداد میں حاضر ہو۔" تمام درباریوں کو حوالے کیئے۔ افسران فوج اور بعض عماد اس حکم کی تعمیل میں کسی قدر متساہل ہوئے۔ لیکن فضل بن ربیع وہ شخص تھا کہ سارا دربار اس کے ہی اشاروں پر حرکت کرتا تھا۔ اس نے لوگوں کو یقین دلایا کہ امین کے سامنے جو

Marfat.com

خاص دارالخلافہ پر قابض ہے مامون کو کبھی فروغ نہیں ہو سکتا،" چونکہ فوج بھی سکونت کے تعلق سے بغداد ہی کیطرف سے تھی۔ ابین اپنی تدبیریں پورا کامیاب ہوا۔ مامون کی بدقسمتی اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ فوج و حشم ایک طرف خزانہ عامرہ میں سے جس میں اسباب و جواہرات کے علاوہ پچاس کروڑ کے صرف درہم و دینار تھے۔ اس کو ایک حبہ بھی نصیب نہ ہوا۔ غرض متفقاً سب نے بغداد کا رخ کیا مامون اسوقت مرو میں تھا۔ جب یہ خبر پہنچی تو ارکین دربار کو جمع کیا اور صلاح پوچھی۔ سب نے بڑے جوش سے کہا کہ دو ہزار سوار ساتھ ہوں تو ہم شاہی فوج کو بزور واپس لا سکتے ہیں۔" مگر فضل بن سہل نے جو وزارت اعظم کے پایہ پر ممتاز تھا۔ مامون کو الگ لے جاکر کہا کہ یہ گنتی کے آدمی۔ شاہی فوج پر جس کا شمار نہیں ہو سکتا۔ فتح تو کیا حاصل کر سکتے ہیں۔ جب شکست کھا کر جان سے ناامید ہونگے تو حضور کو ابین کے حوالے کر دیں گے کہ اس کارگزاری کے صلے میں اپنی جانیں بچالیں۔ اگر یہی منظور ہے تو پہلے فوج کا ارادہ دریافت کر لیا جائے۔ دو خاص خادم یہ نامے لے کر گئے۔ فضل بن الربیع نے خط پڑھ کر کہا "میں تو رائے عام کا پابند ہوں جس طرف سب ہونگے میں بھی ہوں گا لیکن عبدالرحمن ایک افسر فوج نے قاصدوں کے پہلو پر نیزہ رکھ کر کہا کہ "تمہارا آقا ہوتا تو یہ برچھی اس کے پہلو سے پار ہوتی۔" اب مامون کو چند در چند مشکلوں کا سامنا تھا۔ ادھر تو اس کے مالی اور فوجی دونوں بازو ضعیف تھے۔ ادھر یہ ڈھنگ دیکھ کر خراسان کی سرحدی ریاستیں اکثر بغاوت پر کمربستہ ہوگئیں مامون خلافت سے یک لخت مایوس ہو گیا اور اگر فضل بن سہل نے نہایت استقلال سے اسکو تسکین نہ دی ہوتی تو غالباً وہ

Marfat.com

حکومت سے دست بردار ہو جاتا۔ اس نے فضل سے صریح لفظوں میں کہہ دیا کہ "سلطنت مجھ سے نہیں سنبھل سکتی تم سیاہ و سفید کے مالک ہو اور میں عنان حکومت تمہارے ہاتھ میں دیتا ہوں"

فضل کا بظاہر کوئی سہارا نہ تھا اس نے مامون کے افسرانِ فوج سے جب اعانت کی درخواست کی تو سب نے کانوں پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ "حاشا! ایسے دو بھائیوں کے معاملہ میں کون دخل دے سکتا ہے" تاہم فضل کے عزم و ثبات میں کوئی فرق نہ آیا۔ اس نے اپنے مضبوط اور پیش بیں دل سے یہی صدا سنی کہ "مامون ضرور کامیاب ہوگا۔ مامون کے ساتھ اگرچہ فوجی جمعیت بہت کم تھی لیکن علماء و فضلاء کا ایک بڑا گروہ موجود تھا جو اسکی علمی مجلسوں کو رونق دیتا تھا اور جن کے زہد و تقویٰ کا ملک پر بڑا اثر تھا۔ فضل نے ان مذہبی جرنیلوں سے جو کام لیا۔ بڑے بڑے فوجی افسروں سے بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ لوگ تو تمام اطراف و دیار میں پھیل گئے اور وعظ و افتا کے ذریعہ سے وہ اقتدار حاصل کیا کہ ان کی ایک صدا پر ملک کا ملک امنڈ آیا۔

مامون نے خود بھی فصل خصومات اور شاہانہ فیاضیوں سے ایسا حسن قبول حاصل کیا کہ اس کے عدل و انصاف کے گھر گھر چرچے تھے۔ خصوصاً خراسان کا ایک چوتھائی خراج معاف کر دینے سے تمام ملک اس کے ساتھ جان دینے پر آمادہ ہو گیا اور بڑے جوش سے یہ صدائیں بلند ہوئیں کہ کیوں نہ ہو ہمارا بھانجا اور ہمارے پیغمبر صلعم کے چچا کا بیٹا ہے" چونکہ مامون کی ماں عجمی تھی۔ اسلیئے تمام ایرانی اسکو اپنا بھانجا کہتے تھے۔

Marfat.com

مامون و امین کی مخالفت

امین کو اس کامیابی کے بعد مامون سے کچھ بحث نہیں رہی تھی اس نے تخت نشینی کے دوسرے ہی دن قصر المنصور کے سامنے ایک گیند گھر تیار کرایا۔ فرامین بھیجے کہ قوال مسخرے ارباب نشاط جہاں جہاں ہوں انکی تنخواہیں مقرر کر دی جائیں اور دارالخلافہ کو روانہ کیے جائیں۔ ہاتھی عقاب۔ سانپ۔ شیر۔ گھوڑے کی شکل کی کشتیاں بنوائیں اور ان میں بیٹھ کر عالم آب کی سیر کرتا تھا۔ ان صحبتوں میں اس کو مامون کا خیال بھی نہیں رہا لیکن فضل بن الربیع جو مامون کی ناکامی کا اصل باعث تھا اور انہیں کاروائیوں کے صلے میں وزیر اعظم مقرر ہوا تھا۔ مامون کیطرف سے مطمئن نہ تھا۔ اس نے امین کو اس بات پر آمادہ کیا کہ مامون خلافت سے معزول کر دیا جائے۔ امین نے پہلے تو انکار کیا۔ مگر فضل نے کہا کہ اوّل جو بیعت تمام ممالک سے لی گئی وہ آپ کے لیے تھی اور غیر مشترک تھی پھر ہارون الرشید کو اس میں کسی قسم کی تبدیلی کا کیا اختیار تھا۔ یہ بات امین کے دل میں اتر گئی اور اس پر آمادہ ہوا کہ مامون کو معزول کر کے موسیٰ کے لیے جو اسکا صغیر السن لڑکا تھا۔ بیعت لے۔ دربار میں اگرچہ زیادہ تر وہی لوگ تھے جو امین کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے۔ تاہم جب عام دربار سے رائے طلب ہوئی تو عبداللہ بن حازم نے بیباکانہ کہا کہ اسلام میں آجتک کسی نے عہد شکنی نہیں کی آپ یاد رکھیں کہ اس کی تاریخ آپ کے عہد سے شروع ہوتی ہے۔

امین نے خفا ہو کر کہا کہ "چپ رہ عبدالملک تجھ سے زیادہ عاقل تھا۔"

Marfat.com

اسکا قول ہے کہ جنگل میں دو شیر نہیں رہ سکتے۔" افسران فوج طلب ہوئے خزیمہ نے صاف مخالفت کی۔ اور کہا کہ " اگر آپ مامون کی بیعت توڑتے ہیں تو ہم سے بھی اپنی نسبت کچھ امید نہ رکھیے۔

امین اسوقت ارادے سے باز رہا مگر فضل بن الربیع کا جادو بے اثر نہیں جاسکتا تھا۔ چند روز کے بعد تمام ملک میں احکام بھیجدیئے کہ خطبوں میں مامون کے بعد موسیٰ کا نام پڑھا جاوے۔ مامون اپنی قوت کا اندازہ کر چکا تھا۔ اب اس نے علانیہ مخالف کاروائیاں کرنا شروع کیں۔

امین نے جب شاہزادہ عباس کو مامون کے پاس سفیر بنا کے بھیجا کہ موسیٰ کی ولیعہدی تسلیم کرے تو اس نے صاف انکار کیا۔ اسی طرح امین نے خراسان کے بعض ضلاع طلب کیے تو مامون نے قاصدوں سے کہہ دیا کہ " امین کو اس قسم کی خواہشوں سے باز آنا چاہیے۔"

یہ کاروائیاں گویا دیباچۂ جنگ تھیں اور اس وجہ سے مامون نے احتیاطاً تمام ممالک میں فرامین بھیجے کہ کوئی شخص جب تک سند اجازت نہ رکھتا ہو یا مشہور تاجر نہ ہو ممالک محروسہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ فوج افسروں کو تاکید لکھی کہ سرحدی مقامات پر معمول سے زیادہ فوج و سامان تیار رہے۔ طاہر بن حسین کو روانہ کیا کہ جس قدر جلد ممکن ہووے پہونچکر دشمن کا سد راہ ہو۔

مامون پر فوج کشی ۱۹۵ھ

امین تو بہانہ ڈھونڈھتا تھا۔ مامون کی گستاخیاں اشتہار جنگ کے

Marfat.com

لیے اور بھی محرک ہوئیں۔ امین نے وہ دستاویزیں جو معاہدۂ بیعت کی نسبت لکھی گئی تھیں۔ مکہ معظمہ سے منگوا کر چاک کر ڈالیں اور موسیٰ اپنے بیٹے کو جو ہنوز پنج سالہ لڑکا تھا ناطق بالحق کا خطاب دیا۔ عمال کو تاکیدی فرمان بھیجے کہ خطبوں میں مامون کی بجائے موسیٰ کا نام پڑھا جاوے۔ فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ سپہ سالار فوج علی بن عیسیٰ کو دو لاکھ دینار انعام میں دلوائے۔ اور سات ہزار مغرق خلعتیں معمولی افسروں کو تقسیم کیں۔ کوچ کے دن فوج اس سر و سامان سے آراستہ ہو کر نکلی کہ بغداد کے بڑے بڑے معمر اور سن رسیدہ جو فوجی جاہ و حشم کے ہزاروں تماشے دیکھ چکے تھے، حیرت زدہ رہ گئے۔ علی بن عیسیٰ روانگی کے وقت **زبیدہ خاتون** (امین کی ماں) سے رخصت ہونے گیا۔ زبیدہ نے چاندی کی ایک زنجیر منگا کر دی کہ مامون گرفتار ہو تو اس میں مقید کر کے لانا۔ اس کے ساتھ یہ نصیحتیں کیں کہ "امین اگرچہ میرا لخت جگر ہے تاہم مامون کا بھی مجھ پر بہت کچھ حق ہے۔ تم جانتے ہو کہ وہ کس کا بیٹا اور کس کا بھائی ہے گرفتار ہو تو پاس ادب ملحوظ رکھنا۔ سخت کہے تو برداشت کرنا۔ راہ میں رکاب تھام کر چلنا۔ کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ تو جانتا ہے کہ اسکا مرتبہ کیا ہے یاد رکھ کہ تو اس کا کسی طرح ہمسر نہیں ہو سکتا"۔ غرض علی پچاس ہزار فوج لے کر رے کی طرف بڑھا۔ راہ میں جو قافلے ملتے تھے متفق اللفظ بیان کرتے تھے کہ طاہر رے میں بڑی تیاریاں کر رہا ہے۔ مگر علی کثرت فوج پر اتنا مغرور تھا کہ اس کو مطلق پرواہ نہ تھی۔ وہ برابر بڑھتا ہوا رے کی حد تک پہنچ گیا۔ طاہر کو لوگوں نے رائے دی کہ شہر میں رہ کر علی کا مقابلہ کیا جائے۔ کیونکہ ایسی مختصر فوج میدان میں کام

Marfat.com

نہیں دے سکتی۔ طاہر نے کہا اگر دشمن کی فوجیں شہر پناہ تک پہنچ گئیں تو ظاہری غلبہ دیکھ کر خود شہر والے ہم پر ٹوٹ پڑیں گے۔ طاہر صرف چار ہزار فوج لے کر باہر نکلا۔ علی بھی قریب پہنچ گیا تھا۔ دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں۔ علی کی فوج نہایت ترتیب سے آگے بڑھی سب سے آگے زرہ پوشوں کا رسالہ تھا۔ پیچھے سو سو قدم کے فاصلے پر دس علم اور ہر علم کے نیچے سو سوار تھے۔ علموں کے پیچھے خاص شاہی گارد تھا جس کے قلب میں علی تھا اور پہلو میں بڑے بڑے تجربہ کار تھے۔ طاہر کی فوج کو نہایت مختصر تھی مگر اس کے پر زور خطبوں نے ہر شخص میں وہ جوش بھر دیا تھا کہ دشمن کی کثرت فوج کا کسیکو خیال ہی نہ تھا۔ سب سے پہلے جس شخص نے صف میں سے نکل کر لڑائی کی ابتدا کی وہ حاتم طائی علی کی فوج کا ایک نامور بہادر تھا۔ طاہر نے یہ انتظار نہ کیا کہ اس کے رتبہ کا کوئی سوار اس کے مقابل ہو۔ اسکو صرف اپنے زور بازو پر اعتماد تھا خود مقابلہ کو نکلا اور جوش غضب میں آکر دونوں ہاتھوں سے قبضہ پکڑ کر اس زور سے تلوار ماری کہ ایک ہی ضرب نے حاتم کا فیصلہ کر دیا اسی کے صلہ میں زبان خلائق سے اسکو ذوالیمینین کا لقب ملا یعنی دونوں ہاتھوں والا۔

اب عام لڑائی شروع ہوئی علی کی فوج نے طاہر کے میمنہ اور میسرہ پر اس زور سے حملہ کیا کہ طاہر کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ تاہم بذات خود ثابت قدم رہا اور دوبارہ فوج کو ترتیب دیکر اہل علم پر حملہ آور ہوا۔ اس کے پے درپے حملوں نے علم برداروں کی صفیں الٹ دیں۔ پھر کچھ ایسی ہل چل پڑی کہ تمام فوج ابتر ہو گئی۔ علی نے ہزار سنبھالا مگر سنبھل نہ سکی۔ اس ہنگامہ میں دفعتاً ایک تیر آکے لگا اور علی کا خاتمہ ہو گیا۔ طاہر نے فتح قطعی حاصل کی اور مامون کو مختصر لفظوں میں

Marfat.com

نامہ فتح لکھا۔ کتابی الی امیر المومنین و راس علی بین یدی و خاتمہ فی اصبعی و جندہ مصرفون تحت امری۔ یعنی میں امیر المومنین کو خط لکھ رہا ہوں اور علی کا سر میرے سامنے ہے۔ اسکی انگوٹھی میری انگلی میں ہے اور اسکی فوجیں میرے زیر حکومت ہیں۔

قاصدوں نے رے سے مرو تک کی مسافت جو ڈھائی سو فرسنگ سے کم نہ تھی۔ تین دن میں طے کی اور چوتھے دن مامون کے دربار میں حاضر ہوئے دو دن کے بعد علی کا سر پہنچا۔ بنظر عبرت تمام خراسان میں تشہیر کیا گیا۔

امین حوض کے کنارے کوثر اپنے پیارے غلام کے ساتھ مچھلیوں کا شکار کھیل رہا تھا۔ حوض میں رنگ برنگ کی مچھلیاں پڑی تھیں۔ جنکو سونے کی نتھنیاں پہنائی تھیں نتھنیوں میں بیش قیمت موتی پڑے تھے کہ جس کے شکار میں جو مچھلی آئے موتی بھی اسی کو ملے۔

امین خوبصورت لونڈیوں کے ساتھ ہمیشہ اسکے کنارے شکار کھیلا کرتا تھا۔ آج بھی وہ اسی شغل میں تھا کہ دفعتاً مسرور نے فوج کی شکست اور علی کے مارے جانے کی خبر سنائی۔ امین نے جھلا کر کہا چپ بھی رہ! کوثر دو مچھلیاں پکڑ چکا ہے اور مجھکو صبح سے اب تک ایک بھی نہیں ملی۔" شکار سے فارغ ہوا تو فضل بن الربیع کو طلب کیا۔ اس نے شکست کی تلافی کی کہ مامون کے وکیل کو جو بغداد میں رہتا تھا پکڑ بلایا اور مال و اسباب کے علاوہ دس لاکھ روپے وصول کیے۔

امین نے ایک اور فوج تیار کی جسکی تعداد بیس ہزار سے کم نہ تھی عبد الرحمٰن سپہ سالار مقرر ہوا۔ اس زمانہ میں طاہر ہمدان کے قریب مقیم تھا۔ یہ فوج بھی ہمدان سرحد پر

Marfat.com

پہنچکر ٹھہری۔ عبدالرحمٰن نے اس شہر کو صدر مقام قرار دیا اور ضروری موقعوں پر سوار و پیادے متعین کیے طاہر نے شہر پر حملہ کیا۔ مہینوں محاصرہ رہا۔ آخر عبدالرحمٰن امن کا طالب ہوا اور شہر چھوڑ کر کسی طرف بھاگ نکلا۔ طاہر قزوین پر بڑھا۔ یہاں کا عامل کثیر تھا۔ اسکی آمد کی خبر سن کر پہلے ہی بھاگ گیا تھا۔ قزوین پر تو قبضہ ہو گیا مگر دفعتاً عبدالرحمٰن ایک فوج عظیم لے کر پہنچا۔ اور اس تیزی سے حملہ ہوا کہ طاہر کی فوجیں ہتھیار بھی نہ سنبھال سکیں۔ صرف پیادوں کی جماعت مسلح تھی۔ وہ نہایت ثابت قدمی سے لڑی اتنی فرصت پاکر سواروں نے بھی ہتھیار سنبھالے اور سخت معرکہ ہوا۔ عبدالرحمٰن کی فوج نے شکست کھائی۔ تاہم وہ خود ثابت قدم رہا اور جب اس کے ساتھیوں نے کہا کہ اب لڑنا بے سود ہے۔ بھاگ چلیے۔ تو اس نے نہایت غیظ سے کہا کہ "میں خلیفہ امین کو شکست کھایا ہوا منہ دکھانا نہیں چاہتا۔ نہایت بہادری سے لڑا اور مارا گیا۔

اس فتح نے دور دور تک طاہر کا سکہ بٹھایا۔ جبل کے تمام علاقے اسکے قبضہ میں تھے۔ تاہم یہ شکستیں امین کے حوصلے کو پست نہ کر سکیں۔ اسنے ایک اور عظیم الشان فوج آراستہ کی جو تعداد میں کم و بیش چالیس ہزار تھی۔ سپہ سالار وہ مقرر کیے جو دولت عباسیہ کے مشہور اور نامور افسر تھے یعنی احمد بن زید و عبدالرحمٰن بن حمید طاہر ان بہادروں کا کسیطرح مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اور اس بات کو وہ خود بھی سمجھ گیا تھا۔ اب اس نے تلوار کے بدلے تدبیر سے کام لیا۔ جعلی خطوط اور قاصدوں کے ذریعہ سے ان دونوں افسروں میں پھوٹ ڈالدی اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ خود یہ دونوں آپس میں لڑ گئے۔ مدت تک ایک دوسرے کے مقابلہ میں شجاعت کے جوہر

Marfat.com

دکھاتے رہے اور جب طاقت سے طاہر کے مقابلے کو آئے تھے باہم دگر صرف کر کے بغداد واپس گئے۔

ان فتوحات نے مامون کی امیدیں وسیع کر دیں امیر المومنین کا لقب اختیار کیا اور درباریوں کو بڑے بڑے عہدے دیے۔ فضل کو ان تمام ممالک کا گورنر مقرر کیا جو ہمدان سے تبت تک طول میں اور بحر فارس سے جرجان ودیلم تک عرض میں خاص خلافت مامونیہ کے زیر نگین تھے۔ اس کے ساتھ ذوالریاستین کا لقب دیا اور تیس لاکھ درہم ماہوار تنخواہ مقرر کی۔ اسی طرح حسن بن سہل کو وزیر الخراج۔ علی بن ہشام کو وزیر الحرب۔ نعیم کو وزیر القلم مقرر کیا۔

اہواز۔ بصرہ۔ بحرین۔ عمان وغیرہ

طاہر خود شلاشان میں ٹھہرا۔ اور رستمی کو اہواز پر بھیجا۔ محمد بن یزید بن حاتم المہلبی جو اہواز کا عامل تھا۔ اسی اطراف میں موجود تھا۔ رستمی کی آمد سنکر اہواز پہنچا اور قلعہ بندی شروع کی مگر اس کے دوسرے ہی دن رستمی اور قریش جسکو طاہر نے ایک فوج گراں کیساتھ رستمی کی مدد کو بھیجا تھا پہنچے۔ نہایت سخت معرکہ ہوا۔ محمد کی فوج نے شکست کھائی مگر وہ خود چند جان نثاروں کے ساتھ کھڑا میدان جنگ میں لڑتا رہا۔ اگرچہ فتح سے ناامید ہو چکا تھا تاہم اس نے اپنے غلاموں سے کہا کہ جو بھاگ گئے ان کے واپس پھرنے کی امید نہیں ہو سکتی ہے اُنکا ثابت قدم رہنا یقینی نہیں میں تو لڑ کر مارا جاؤں گا تم کو اجازت ہے جدھر چاہو چلے جاؤ میں تمہارے مرنے سے بہرحال تمہارا زندہ رہنا زیادہ پسند کرتا ہوں،، سب نے متفق اللفظ کہا کہ آپ کے بعد دنیا اور زندگی دونوں پر لعنت ہے! محمد اور اس کے جان نثار غلام گھوڑوں سے اتر پڑے اور پیادہ پا حملہ آور ہوئے۔ اگرچہ

Marfat.com

محمد نے طاہر کے بہت سے آدمی ضائع کیے مگر خود جانبر نہ ہو سکا۔ محمد عرب کے مشہور خاندان آل مہلب سے تھا جس کی دلیری اور بہادری عرب کے کارناموں میں ضرب المثل تھی اور چونکہ وہ خود بھی شجاع اور یادگار سلف تھا۔ طاہر کو بھی اس کے مارے جانے کا افسوس رہا۔ اس فتح نے اہواز، یمامہ، بحرین، عمان تک مطلع صاف کر دیا اور یہ تمام علاقے طاہر کے قبضہ میں آگئے۔ اب وہ واسط کی طرف بڑھا۔ یہاں کا عامل پہلے ہی بھاگ گیا تھا۔ کوفہ، بصرہ، موصل کے عمالوں نے خود طاہر کے پاس اطاعت کے خطوط بھیجے اور ۱۹۶ھ تک طاہر کی فتوحات سے بغداد اور اسکے متعلقات بچ رہے۔ مدائن میں برمکی نے بہت کچھ تیاریاں کیں۔ دار الخلافہ سے بھی ہر روز مدد چلی آتی تھی۔ مگر طاہر کا کچھ ایسا رعب چھا گیا تھا کہ جب برمکی اس کے مقابلے کو نکلا تو فوج کی صفیں بھی درست نہ ہو سکیں۔ ایک کو سنبھالا تو دوسری ابتر ہو گئی۔ مجبور ہو کر خود سب کو اجازت دیدی کہ جہاں چاہیں چلے جائیں۔

ان فتوحات کی شہرت عام ہوتی جاتی تھی اور ملک میں مامون کا اقتدار بڑھتا جاتا تھا۔ حرمین میں بھی اسکا سکہ و خطبہ جاری ہو گیا۔ داؤد جو مکہ معظمہ کا حاکم تھا اس نے تمام اعیان عرب کو جمع کیا اور مجمع عام میں ایک نہایت پر اثر تقریر کی۔ جب برائیاں کیں تو فقروں نے ساری مجلس کو رُلا دیا کہ "یہ وہی امین ہے جس نے حرمت حرم کا بھی خیال نہ کیا۔ اور معاہدوں کی تصدیق صحن کعبہ میں ہوئی تھی انکو چاک کر کے آگ میں جلا دیا" داؤد اس تقریر کے بعد ممبر پر چڑھ گیا اور سر سے ٹوپی اتار کر پھینک دی کہ اسیطرح میں امین کو خاک پر پھینکتا ہوں۔ سب نے غائبانہ مامون کے لیے بیعت کی۔ مامون کو جب یہ خبر پہنچی تو داؤد کو پانچ لاکھ درہم بطور نذر کے بھیجے اور مکہ کی حکومت اس پر مستزاد کی چند روز کے بعد یمن وغیرہ کے عمال نے بھی طاہر کی اطاعت قبول کی۔ اور امین کی

Marfat.com

حکومت بغداد کی حد تک رہ گئی۔ تاہم اس نے ایک عظیم الشان لشکر جس میں تقریباً چار سو افسر تھے علی بن محمد کی ماتحتی میں ہرثمہ کے مقابلہ کو روانہ کیا۔ رمضان ۱۹۶ھ میں بمقام نہروان دونوں فوجیں مقابل ہوئیں۔ امین کی اخیر کوشش بھی کچھ کامیاب نہ ہوئی۔ فوج نے شکست کھائی اور علی زندہ گرفتار ہوا۔ اب صرف یہ تدبیر باقی رہ گئی کہ مال وزر کا طمع دلا کر دشمن کی فوج توڑ لی جائے۔ امین کے خزانہ عامرہ میں ہارون کے زمانہ کا اب بھی بہت اندوختہ موجود تھا جو اس ضروری موقع پر تیغ و خنجر سے زیادہ کام آیا۔ قریباً پانچ ہزار آدمی اس طمع پر طاہر کا ساتھ چھوڑ کر دارالخلافہ بغداد میں حاضر ہوئے۔ امین نے خطوط میں جو وعدے کیے تھے اس سے بھی زیادہ انعام وصلہ دیا اور فخر کے طور پر ان کی داڑھیاں مشک سے رنگوائیں۔ یہ لوگ اور بہت سی فوج لیکر طاہر سے لڑنے کیلیے روانہ ہوئے۔ صرصر میں مقابلہ ہوا مگر نتیجہ جنگ نے ثابت کر دیا کہ جو لوگ طاہر کے ساتھ دغا کر چکے تھے وہ امین کے ساتھ بھی وفاداری نہیں کر سکتے تھے۔ طاہر نے فتح قطعی حاصل کی اور بیشمار غنیمت ہاتھ آئی۔ امین نے اب کے ایک نئی فوج تیار کی جس میں حوالی بغداد کے عوام بھرتی تھے، انہیں میں سے کمانڈر و جنرل بھی مقرر کیے اور ایک ایک کو گراں بہا انعامات سے مالا مال کر دیا۔ قدیم افسر جوان فیاضیوں سے محروم رہے، نہایت ناراض ہوئے۔ ادھر طاہر نے ان سے خط وکتابت شروع کی جس کا یہ اثر ہوا کہ وہ علانیہ باغی ہو گئے۔ درباریوں نے عرض کیا کہ انعام وصلہ کا طمع دلا کر قابو میں لانا چاہیے لیکن امین کو اپنی نو آزمودہ فوج پر اسقدر ناز تھا کہ اسنے قدیم تجربہ کار لشکر کی کچھ پرواہ نہ کی اور ان نو آزمودہ کو حکم دیا کہ باغیوں کو گرفتار کر لائیں۔ ادھر امین کی پرانی اور نئی فوجیں باہم معرکہ آرا تھیں ادھر طاہر بے روک ٹوک بڑھتا چلا آیا اور ذوالحجہ ۱۹۶ھ میں باب الانبار پہنچ کر

ایک باغ میں مقام کیا۔ امین کے بہت سے افسر اسکے پاس حاضر ہو گئے اور بڑے بڑے انعام و کرام حاصل کیے۔

بغداد کا محاصرہ ۱۹۷ھ

اگرچہ امین کی تمام قوت صرف ہو چکی تھی اور بظاہر دار الخلافہ میں کوئی شخص طاہر کا سدّراہ نہ تھا۔ تاہم طاہر نے نہایت احتیاط سے کام لیا۔ بغداد ایک مدت سے خلفائے عباسیہ کا پائے تخت اور انکی طاقت کا اصلی مرکز تھا۔ خاص شہر کی آبادی دس لاکھ سے کم نہ تھی جن میں اکثر مسلمان تھے اور سپہ گری کا فطرتی جوہر رکھتے تھے اس لحاظ سے بغداد پر قبضہ حاصل کرنا کچھ آسان کام نہ تھا طاہر نہایت تدبیر سے چلا۔ بڑے بڑے نامور افسر جو ساتھ تھے انکو خاص خاص حصوں پر متعین کیا اور حکم دیا کہ جو لوگ حلقۂ اطاعت میں آئیں انکو امن دیا جائے۔ باقی حصوں پر منجنیقوں کے ذریعے سے آگ اور پتھر برسائیں اور تمام عمارتوں کو خاک کے برابر کر دیں۔ نہایت سفاکی اور بیرحمی سے ان احکام کی تعمیل ہوئی۔ ہزاروں عالیشان مکان برباد کیے گئے۔ محلے کے محلے تباہ ہو گئے۔ افسر جو محمد بن عیسیٰ سعید بن مالک۔ نہایت دلیری سے لڑے مگر عاجز ہو کر طاہر کی پناہ میں آتے گئے۔ رفتہ رفتہ عبداللہ۔ یحییٰ بن ہامان محمد طائی وغیرہ نے بھی جو امین کے ارکان خلافت تھے اطاعت قبول کی۔ صرف شہر کے اوباش و عیار باقی رہ گئے جو طاہر کے سدّراہ تھے لیکن ان کے زیر کرنے میں جو طاہر نے دقتیں اٹھائیں۔ بڑے بڑے معرکوں میں نہیں اٹھائی تھیں۔ قصر صالح پران لوگوں نے اس دلیری سے حملہ کیا کہ طاہر کی بہت سی فوج ضائع ہو گئی اور چند

مشہور افسر مارے گئے۔ مؤرخین کا کہنا ہے کہ علی کے معرکہ سے لے کر آج تک طاہر کو کبھی ایسی سخت لڑائی کا سامنا نہیں ہوا تھا۔ اس شکست کے انتقام میں طاہر نے حکم دیا کہ دجلہ سے الرفیق تک اور باب الشام سے باب الکوفہ تک جس قدر آبادی ہے۔ کلیتاً برباد کر دی جائے۔ اس پر بھی جب اہل شہر مطیع نہ ہوئے تو گزرگاہوں پر پہرے بٹھا دیئے کہ باہر سے رسد کی کوئی چیز نہ آنے پائے۔ لیکن عیار اب بھی زیر نہ ہوئے قصر نساسیہ پر طاہر نے عبداللہ کو متعین کیا تھا۔ عیاروں نے اسکو شکست دی اور جب طاہر کیطرف سے ہرثمہ مدد کو آیا تو عیاروں نے اسکو زندہ گرفتار کیا اور دارالسلام بغداد ایک ویرانہ سے بدتر ہو گیا۔

پورے برس دن محاصرہ رہا اور دارالسلام بغداد ایک ویرانہ سے بدتر ہو گیا۔ ایسا معمور اور پر رونق شہر دور دور تک کف دست میدان پڑا تھا۔ امین کے عالیشان قصر و محل جو تقریباً دو کروڑ کے صرف میں تیار ہوئے تھے انکے صرف کھنڈر باقی رہ گئے۔ اہل شہر پر جو سختیاں گزریں ان کا اندازہ کون کر سکتا ہے سینکڑوں گھرانے برباد ہو گئے۔ ہزاروں بچے یتیم بن گئے۔ ہر گلی، کوچہ میں درد ناک آوازیں بلند تھیں۔ شعراء نے نہایت جانکاہ مرثیے لکھے۔ ابن رُمی کا ایک قصیدہ اب بھی موجود ہے جو ۱۱۵ شعروں کا ہے اور اس قیامت انگیز واقع کی پوری تصویر ہے۔ بغداد اتنا کچھ برباد ہو چکا تھا تاہم طاہر کو شہر میں داخل ہونیکی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ اور اگر خزیمہ جو امین کے درباریوں میں نہایت باثر شخص تھا ساتھ نہ دیتا تو بغداد کی فتح میں شاید بہت زیادہ دیر لگتی۔ خزیمہ ۲۲ محرم ۱۹۸ھ کو مشرقی دروازہ سے بغداد میں داخل ہوا اور دجلہ پر علم نصب کر کے

Marfat.com

اعلان کیا کہ خلیفہ امین معزول کر دیا گیا۔ اس اشتہار سے شہر کا مشرقی حصہ گویا کامل فتح ہو گیا۔

دوسرے دن طاہر نے مغربی حصہ پر حملہ کیا۔ بازار کرخ کے متصل سخت معرکہ ہوا۔ طاہر نے قصر الوضاح پر تھوڑی سی فوج متعین کی۔ اور بذات خود مدینۃ المنصور قصر زبیدہ۔ قصر الخلد کا محاصرہ کیا۔ یہ عالیشان ایوانات جو خلفائے عباسیہ کے یادگار تھے بجائے خود ایک شہر تھے اور انکے گرد جدا جدا شہر پناہ تھی۔

عبرت اس محاصرہ میں ابراہیم بن المہدی جو ہارون الرشید کا بھائی اور فن موسیقی میں یگانہ روزگار تھا امین کے ساتھ تھا۔ اس کا بیان ہے کہ ایک رات امین دل بہلانے کے لیے محل سے باہر نکلا اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ ابراہیم "دیکھیے! کیا سہانی رات ہے۔ چاند کیسا صاف اور روشن ہے۔ دجلہ پر اس کا عکس پڑتا ہے تو کیسا خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ ایسے پرلطف وقت میں کیا چیز ضروری ہونی چاہیے؟ شراب میں نے کہا سمعاً و طاعۃً۔ غرض شراب آئی۔ امین نے میری طرف پیالہ بڑھایا۔ میں نے مزے میں آکر چند اشعار گائے۔ امین نے کہا "نغمہ ہے تو ساز بھی ہونا چاہیے۔ حسب الطلب ایک مغنیہ کنیز آئی۔ امین نے نام پوچھا تو اسنے کہا "ضعف" امین اس منحوس نام سے متوحش ہوا۔ پھر کچھ گانے کی فرمائش کی وہ یہ شعر گائے ؎

کلیب لعمری کان اکثر ناصراً ۔۔۔ وایسر جرماً منک ضرج بالدم

یعنی "اپنی عمر کی قسم۔ کلیب کے مددگار زیادہ تھے اور وہ تجھ سے زیادہ مدبر اور عاقل بھی تھا تاہم خون میں رلایا گیا۔" امین اور مکدر ہوا۔ دوسری چیز گانے کی فرمائش

Marfat.com

کی۔ اسنے یہ شعر گایا ؎

ان النفر فی لاحباب ابکی فراقھم عینی فارقھا

یعنی" ان لوگوں کے فراق نے میری آنکھوں کو رلایا۔ اور نیند کھودی۔ جدائی دوستوں کو سخت رلانے والی چیز ہے۔ امین نہایت مبغض ہوا اور خفا ہو کر کہا" کمبخت تجھے اسکے سوا اور بھی کچھ گانا آتا ہے" اس نے عرض کیا" میں نے وہی اشعار گائے کہ حضور ان کو سنکر خوش ہوں" پھر اس نے اور چند ایسے ہی اشعار گائے امین نے نہایت غصہ میں آکر کہا ملعونہ دور ہو۔ اٹھی تو ایک بلور کے پیالے سے جو نہایت خوبصورت بنا ہوا تھا۔ اور امین اسکو زبِ رباح کہا کرتا تھا ٹھوکر کھا کر گری۔ اسکے صدمے سے پیالہ بھی ٹوٹ گیا۔ امین میری طرف مخاطب ہوا کہ دیکھتے ہو۔ آج کیا باتیں پیش آتی ہیں۔ غالباً اب میرا وقت پورا ہو گیا ہے"۔ اسی گفتگو میں کسی طرف سے آواز آئی قضے الامر الذی فیہ تستفتیان یعنی جس امر میں تم دونوں بحث کرتے ہو طے ہو گیا۔ امین نے مجھ سے کہا" کچھ سنا بھی"۔ میں نے عرض کیا" مجھکو کوئی چیز سنائی نہیں دی" تاہم اٹھ کر میں نہر کے قریب گیا۔ کوئی نظر نہ آیا تو واپس آکر پھر باتوں میں مشغول ہوا۔ دوبارہ پھر وہی آواز آئی۔ امین زندگی سے مایوس ہو کر اٹھا اس واقعہ کے دو ہی تین دن کے بعد قتل کیا گیا۔

اس یاس اور نا امیدی میں امین کو بھائی یاد آیا۔ اس نے طاہر کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا" آپس کی خانہ جنگیوں سے یہ نوبت پہنچی کہ اب عزت اور ناموس کیطرف سے بھی اندیشہ ہے مجھکو ڈر ہے کہ یہ موقع دیکھکر غیروں کو خلافت کی ہوس نہ پیدا ہو۔ بہر حال میں اسپر راضی ہوں کہ تو مجھ کو اماں دے تو بھائی مامون کے پاس

Marfat.com

چلا جاؤں۔ اگر اسنے عنایت کی نواس کے رحم اور فیاض دلی سے یہی توقع ہے اگر قتل کرا دیا تو گویا ایک زور نے دوسرے زور کو توڑا اور تلوار نے تلوار کو کاٹا۔ اگر شیر پھاڑ ڈالے اس سے اچھا ہے کہ مجھکو کتا نوچ کھائے۔ یہ یقینی ہے کہ امین اگر مامون تک پہنچ جاتا تو مامون کی رحمدلی اور برادرانہ الفت کا جوش پھر بھی شفیع ہوتا۔ اور اگر تخت خلافت کی عزت نہ ملتی تو کم سے کم اسکی جان ضرور بچ جاتی۔ لیکن طاہر نے جسکی قسمت میں تھا کہ خلیفہ ہاشمی کا قاتل کہلائے اس درخواست کو نامنظور کیا۔

امین کا قتل ۲۵ محرم ۱۹۸ھ

طاہر کے پیہم حملوں نے امین کے طرفداروں کو یقین دلایا کہ اب انکے روکنے کی کوشش قریباً بے کار ہے۔ محمد بن حاتم بن الصقر و محمد بن اغلب افریقی جن کی پامردی سے طاہر اب تک امین پر دسترس نہیں پا سکتا تھا۔ اب وہ بھی ہمت ہار گئے اور امین کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ "نمکخواروں نے کورنمکی کی۔ دشمن حریم شاہی تک پہنچ گیا۔ اب صرف یہ تدبیر ہے کہ رفقاء میں سے سات ہزار جان نثار خاص انتخاب کر لیے جائیں جن کیلئے اصطبل خاصہ میں اسی تعداد کے گھوڑے موجود ہیں۔ انھیں کی حفاظت میں حضور رات کے وقت یہاں سے نکل جائیں اس کے ہم ذمہ دار ہیں کہ طاہر یا کوئی اور شخص ہمارے روکنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ شام کا ملک سامنے ہے۔ حضور وہیں کا قصد کریں۔ وہاں اسقدر خزانہ و مال موجود ہے کہ ہم اپنی قوت کافی طور سے بڑھا سکتے ہیں اور پھر دشمن کے حملوں سے بھی کچھ خوف نہ ہوگا۔" امین نے یہ رائے تسلیم کی اور مصمم ارادہ کر لیا کہ دار الخلافہ چھوڑ کر کسی طرف نکل جائیں۔ طاہر کو یہ خبر پہنچی تو

Marfat.com

اس نے سلیمان بن منصور۔ محمد بن عیسیٰ وغیرہ کو بلا بھیجا۔ یہ لوگ ظاہر میں امین کے ساتھ تھے اور اس کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے لیکن جان کے خوف سے طاہر کیخلاف کوئی بات نہیں کر سکتے تھے۔ طاہر نے ان لوگوں سے کہا کہ "اگر امین بچکر نکل گیا تو تم کو اپنی زندگی سے بھی مایوس ہونا پڑیگا جسطرح بنے اس کو اس ارادے سے باز رکھو۔ مجبوراً یہ لوگ امین کے پاس حاضر ہوئے اور کہا "جن لوگوں نے حضور کو یہ رائے دی خود غرضی سے دی۔ چونکہ طاہر کے مقابلے میں زیادہ تر انہیں لوگوں نے سرگرمی دکھائی ہے انکو یقین ہے کہ اگر اسنے فتح پائی تو پہلے انہی کی خبر لے گا۔ اسلیے یہ چاہتے ہیں کہ جب حضور شام کے قصد سے حریم خلافت سے باہر نکلیں تو گرفتار کر کے طاہر کے حوالے کر دیں اور اس کارگزاری کے صلہ میں اس سے عفو تقصیر کے خواستگار ہوں بہتر یہ ہے کہ حضور تخت خلافت سے الگ ہو جائیں اور اپنے کو طاہر کے ہاتھ میں دیدیں۔ وہ آپ کا ادب ملحوظ رکھے گا اور مامون سے تو پوری امید ہے کہ برادرانہ سلوک کرے۔ امین اس فریب کو نہ سمجھ سکا اور یہ رائے بھی مان لی اسقدر اختلاف کیا کہ بجائے طاہر کے ہرثمہ کو اختیار کرنا چاہیے۔ ان جان نثاروں محمد بن حاتم و محمد بن ابر کو جب اس ارادہ کا حال معلوم ہوا تو امین کے پاس آئے اور عرض کیا کہ "اگر حضور نے ہم خیر خواہوں کا کہنا نہ مانا اور خود غرضوں کی رائے قبول کی تو طاہر سے براہ راست معاملہ کرنا چاہیے۔ امین نے کہا میں نے ایک خواب دیکھا ہے اسوقت سے طاہر کا نام سن کے مجھے دہشت ہوتی ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک بڑی لمبی چوڑی دیوار ہے جس کی بلندی آسمان تک پہنچی ہے۔ میں اس دیوار پر لباس شاہانہ پہنے تلوار لگائے کھڑا ہوں۔ بن دیوار میں طاہر افتادہ ہے اور دیوار کی جڑ کھود رہا ہے۔ بالآخر وہ گر پڑی جس کے ساتھ میں بھی نیچے آیا اور تاج شاہی سر سے گر گیا۔" اس خواب کے بعد سے

Marfat.com

طاہر کے خیال سے میں چونک پڑتا ہوں۔ ہرثمہ اس خاندان کا نمک پروردہ قدیم ہے اور میں اس کو ظل سبحانی ہارون الرشید کے برابر سمجھتا ہوں۔"

امین اسی رائے پر قائم رہا اور ہرثمہ سے امان طلب کی۔ اسنے نہایت اخلاص ظاہر کیا۔ اور جواب میں لکھا کہ "آپ اطمینان رکھیں کوئی شخص آپکا بال بھی بیکا نہیں کرسکتا۔ خود مامون نے بھی اگر کچھ برا ارادہ کیا تو میں سینہ سپر ہوں گا اور جب تک دم میں دم ہے ساتھ دونگا" طاہر کو یہ خبر پہنچی تو نہایت طیش میں آیا اور کہا کہ "یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ آجتک تمام معرکوں میں میں نے جانبازی کی ہو اور امین کا ہاتھ آنا جو خاتمہ فتح ہے ہرثمہ کو نصیب ہو" اس نزاع کے فیصل کرنے کیلیے عمائد بنی ہاشم شامل تھے بالآخر اس فیصلہ میں کہ امین بذات خود ہرثمہ کے پاس چلا آئے اور چھڑی و چادر و انگشتری سند خلافت میں۔ طاہر کے پاس بھیجدے مگر افسوس ہے امین کی بدقسمتی نے اس تجویز کو بھی چلنے نہ دیا۔ ہرش ایک شخص نے جو اس سے پہلے امین کا معتمد خاص تھا اور اب طاہر سے مل گیا تھا۔ اپنا تقرب بڑھانے کیلیے طاہر سے کہا کہ "آپ کو دھوکا دیا گیا ہے لوگوں نے بندوبست کر لیا ہے کہ امین کے ساتھ خاتم خلافت وغیرہ بھی ہرثمہ کے ہاتھ آئے۔ طاہر نہایت برافروختہ ہوا اور تیراندازوں کا ایک دستہ متعین کر دیا کہ خفیہ طور سے قصر الخلد و قصر زبیدہ کی حفاظت رکھے اور ان کو تاکید کی کہ امین نکل نہ جانے پائے محرم ۱۹۸ھ کو ۲۵ تاریخ ہفتہ کی رات قریباً دس بجے امین نے ہرثمہ کے پاس جانے کا ارادہ کیا مگر اس نے کہلا بھیجا کہ دجلہ پر طاہر نے فوج متعین کر دی ہے۔ آجکی رات حضور اور توقف فرمائیں تو کل میں فوج و حشم سے تیار ہوں۔ اور اگر مقابلہ کی نوبت

لے۔ ہرثمہ نسباً ہاشمی تھا اور چونکہ امین ہمیشہ سے اس سے زیادہ مانوس تھا اس موقع پر بھی اُسی سے ناصب اتنخ جلد ۱۔ ۱۲

آئے تو سینہ سپر ہو کر لڑوں"۔ امین ایسے اضطراب و خوف کی حالت میں تھا کہ دارالخلافہ میں ایک لحظہ بھی ٹھہرنا اسکو گراں تھا۔ اسنے قاصد سے کہا کہ "اس اضطراب میں کس طرح سے رات کٹ سکتی ہے۔ بلائے یا نہ بلائے میں تو اسی وقت ہرثمہ کے پاس جاتا ہوں امین کا یہ آخری دربار تھا کہ وہ حریم خلافت سے رخصت ہوتے وقت ہرثمہ القصر کے صحن میں ایک کرسی پر بیٹھا اور چند خدام اسکے سرپر گرز لیئے کھڑے ہوئے۔ اسنے اپنے دونوں بیٹوں کو بلایا اور سینے سے لپٹا کر پیار کیا۔ انکی پیشانی اور رخساروں پر بوسے دیے اور پھر گلے سے لگا کر خوب رویا اور نہایت حسرت کیساتھ یہ کہہ کر رخصت کیا کہ جاؤ خدا کو سونپا"۔ امین جب کبھی سوار ہوتا تھا تو ہزاروں کمرزرین غلام ساتھ کے برابر چلتے تھے جنکی زرق برق پوشاکیں اور چمکتے ہوئے مرصع ہتھیاروں سے تمام میدان چمک جاتا تھا۔ آج وہ اس حال میں دجلہ سے چلا کہ خادم کے ہاتھ میں صرف ایک شمع ہے جو راستہ دکھائی دینے کے لیے قصر خلد سے ساتھ آئی ہے۔ دجلہ کے کنارہ پر پہنچا تو ہرثمہ آدمیوں کیساتھ اسکے لینے کو پہلے موجود تھا۔ یہ لوگ کشتی پر سوار تھے امین کو آتے دیکھ کر سب تعظیم کو اٹھے۔ ہرثمہ کو چونکہ نقرس کی شکایت تھی۔ آداب شاہی نہ بجالا سکا اور گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر معافی مانگی کہ وہ بیماری کی وجہ سے معذور رہوں۔ امین جب کشتی میں داخل ہوا تو ہرثمہ نے اپنی آغوش میں لے لیا۔ ہاتھ اور پاؤں کو بوسے دیے اور ادب آمیز پیار سے کہتا جاتا تھا "میرے آقا۔ میرے مالک۔ میرے سردار"۔ ہرثمہ نے کشتی کے بڑھانے کا حکم دیا کہ دفعتاً طاہر کے آدمیوں نے ہر طرف سے گھیر لیا۔ اور اس قدر پتھر برسائے کہ تمام تختے لوٹ گئے۔ ہرثمہ کو ملاحوں نے باہر نکالا۔ امین جسکا کوئی دستگیر نہ تھا کپڑے پھاڑ کر ہلکا ہوا۔ اور ڈوبتا تیرتا کنارہ تک پہنچا۔ احمد بن سلام کا بیان ہے کہ امین کے ساتھ میں

بھی کشتی پر تھا۔ لوگ مجھکو طاہر کے ایک افسر کے پاس پکڑ کر لے گئے۔ جب اسکو یہ معلوم ہوا کہ میں بھی امین کے ساتھ تھا تو میری گردن مارنے کا حکم دیدیا۔ میں نے دس ہزار درہم کے وعدہ پر جان بچائی اور ضمانت میں قید رکھا گیا۔ شام ہوئی تو عجم کے چند سوار آئے اور اس حال میں امین کو گرفتار کیے ہوئے لائے کہ بدن سے ننگا صرف ایک پائجامہ پہنے تھا۔ سر پر ایک عمامہ اور کاندھے پر ایک بوسیدہ چادر تھی۔ عمامہ سے اسنے اپنا چہرہ چھپا لیا تھا۔ میں جس حجرہ میں محبوس تھا اسی میں امین کو بٹھا کر چلے گئے اور دربانوں نے تاکید کرتے گئے کہ نہایت احتیاط رکھیں۔ ان لوگوں کے چلے جانے پر امین ذرا مطمئن ہوا اور چہرے سے نقاب الٹی۔ میں نے پہچانا تو بے ساختہ رو پڑا۔ امین نے میرا نام پوچھا۔ میں نے کہا "حضور کا نمکخوار غلام احمد بن سلام۔" امین نے کہا ہاں میں نے پہچانا بھائی غلامی کیسی اسوقت تم میرے قوت بازو اور برادر ہو۔ مجھے ذرا سینہ سے لگالو مجھکو سخت وحشت ہو رہی ہے۔ میں نے لپٹایا تو اس کا کلیجہ دھڑ دھڑ کرتا تھا۔۔۔۔ پھر پوچھا مامون کا کچھ حال معلوم ہے۔ میں نے کہا "زندہ ہے" کہنے لگا "خدا پرچہ نویسوں کا برا کرے کم بختوں نے خبر دی تھی کہ مرگیا۔" میں نے کہا "خدا آپ کے وزیروں کا برا کرے" امین نے کہا "وزیروں کو کچھ نہ کہو۔ ان کا کیا گناہ ہے۔ کچھ میں ہی پہلا شخص نہیں ہوں جو اپنے ارادے میں ناکام رہا ہو۔" پھر مجھسے پوچھا کہ "کیوں احمد! لوگ مجھکو قتل کر ڈالیں گے یا اپنے عہد پر قائم رہیں گے۔" میں نے تسکین دی کہ "نہیں ضرور اپنے اقرار کی پابندی کرینگے۔" چونکہ شدت کی سردی تھی اور پانی میں بھیگا ہوا تھا۔ چادر میں لپٹا جاتا تھا۔ میں نے اپنا شلوکہ اتار کر دیا کہ اسکو بدن پر ڈال لیجیے۔" اسنے نہایت شکر گزاری سے کہا کہ "بھائی اس موقع پر تو یہ بھی خدا کی بڑی نعمت ہے۔" آدھی رات گزری ہوگی کہ چند

Marfat.com

اہل عجم ننگی تلواریں لیے آئے اور دروازے پر ٹھہرے۔ امین یہ دیکھکر کھڑا ہوگیا اور نہایت اضطراب سے اِنا للہ پڑھتا جاتا تھا اور یہ کہتا تھا ہائے میری جان مفت جاتی ہے۔ کیا کوئی شخص یاور نہیں۔ کیا کوئی فریادرس نہیں۔ امین گو عیش پرست اور نازک اندام تھا مگر اسکے ساتھ نہایت شجاع اور قوی بھی تھا۔ اس بے کسی میں تھا۔ انکی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ آگے بڑھیں۔ ہر شخص دوسرے سے ٹالتا تھا۔ امین نے بجائے سلاح جنگ کے ایک تکیہ ہاتھ میں اٹھالیا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ میں تمہارے نبی کا ابن عم ہوں۔ ہارون الرشید کا فرزند ہوں۔ مامون کا بھائی ہوں۔ میرا خون کسی طرح حلال نہیں۔" بالآخر ایک شخص تلوار لے کر بڑھا اور امین کے سر پر ماری۔ اس گستاخی اور جرأت نے امین کو یقین دلا دیا کہ اسکی دردناک فریاد ان سنگدلوں پر کچھ اثر نہیں کر سکتی۔ وہ مرنے کے لیے تیار ہوا۔ مگر ایسا ہی مرنا جیسا کہ ایک عباسی شہزادہ کو درکار تھا۔ اب اسکی نزاکت غضبناک جرأت سے بدل گئی دلیرانہ بڑھا اور چونکہ ہنستا تھا چاہا کہ حریف کی تلوار چھین کر ہاشمی جرأت کے جوہر دکھائے۔ یہ دیکھکر گروہ کا گروہ دفعتاً اس پر ٹوٹ پڑا۔ ایک شخص نے کمر پر تلوار ماری۔ پھر سب نے ملکر پچھاڑا اور الٹی طرف سے ذبح کیا۔ طاہر کے پاس سر لائے تو اسنے حکم دیا کہ ایک برج پر لٹکا دیا جائے۔ تمام بغداد یہ عبرت انگیز تماشا دیکھنے آیا۔ طاہر یہ کہہ کر لوگوں سے اپنی کارروائی کی داد چاہتا تھا کہ "یہ خلیفہ معزول کا سر ہے۔" طاہر نے مامون کو ان دلچسپ اور مختصر الفاظ میں نامۂ فتح لکھا "میں امیرالمومنین کے حضور میں دنیا اور دین دونوں پیشکش بھیجتا ہوں۔" دنیا سے مظلوم امین کا سر مراد تھا اور دین سے چادر اور خاتم خلافت ذوالریاستین نے امین کا سر ایک سپر پر رکھ کر مامون کے سامنے پیش کیا۔ اس غیر متوقع فتح کی خوشی نے مامون جیسے رقیق القلب شخص کو بھی

Marfat.com

ایسا سنگدل بنا دیا کہ اس نے اپنے بھائی کے خون آلود سر کو مسرت کی نگاہ سے دیکھا اور خوشی میں سجدہ شکر ادا کیا۔ قاصد کو مژدہ فتح کے صلہ میں دس لاکھ درہم انعام دیے اسی تقریب سے ایک بڑا دربار منعقد کیا اور تمام ارکین دولت وافسران فوج مبارکباد دینے کو حاضر ہوئے۔ ذوالریاستین نے دربار عام میں نامہ فتح پڑھا۔ اور ہر طرف سے مبارک مبارک کا غل اٹھا۔ اگرچہ اسوقت اتنی خوشیاں منائی گئیں مگر اس خمار کے اترنے کے بعد برادرانہ جوشش محبت بے اثر نہیں رہا۔ مامون کو اس فتح کا نہایت افسوس ہوا اور طاہر کی تمام کوششیں اسکی نظر میں بے قدر ہوگئیں۔

زبیدہ خاتون امین کی ماں۔ قصر خلافت میں تشریف فرما تھیں کہ ایک خواص نے آکر کہا "حضور بیٹھی کیا کرتی ہیں امیر المومنین قتل کر دیے گئے"، زبیدہ نے کہا پھر کیا کروں۔ اس نے ترغیب دی کہ حضرت عائشہ جسطرح حضرت عثمان کے خون کی دعوےدار ہوئی تھیں حضور بھی امیر المومنین کے خون کا عوض لیں۔ زبیدہ نے کہا۔ لا ام لک ما للنساء وطلب الدعاء پھر مامون کو یہ خط لکھا۔

۱ے۔ مامون الرشید کی مستقل خلافت اسی تاریخ سے شروع ہوتی ہے۔ ابن واضح کاتب عباسی جو مامون الرشید سے قریب تر زمانہ میں تھا۔ اس نے اپنی تاریخ میں مامون کی خلافت مستقل کا اسی تاریخ سے حساب کیا ہے اور نجوم کے قاعدے کے موافق تخت نشینی کا ایک زائچہ نقل کیا ہے۔ چونکہ میں نجوم کی اصطلاحات سے نخوبی واقف نہیں ہوں۔ اسکے علاوہ زمانہ نے اس علم کیطرف سے خیالات بھی بدل دیے ہیں۔ میں نے اس زائچہ کو نقل نہیں کیا۔

Marfat.com

للملک المامون من ام جعفر — الوارث علم الاولین وفہمہم

ام جعفر کی طرف سے یہ خط ہے خلیفہ مامون کے نام جو کہ اگلوں کے علم و فہم کا وارث ہے

الیک ابن عمی من جفون وحجبا — کتبت وعینی مستہل دموعہا

اے ابن عم میں تجھ کو لکھ رہی ہوں اور میری آنکھیں پلکوں سے خون برسانی ہیں۔

وارق عینی یا ابن عمی تفکر — وقد مسنی ذل وضر کابۃ

مجکو ذلت اور اذیت دہ رنج پہنچا۔ اور فکر نے میری آنکھوں کو بے خواب کر دیا۔

فما طاہر فیما اتی بمطہر — اتی طاہر لاطہر اللہ طاہرا

یہ طاہر کا کیا ہوا ہے جسکو خدا طاہر نہ کرے) اور جو کچھ اس نے کیا اسکے الزام سے پاک نہیں ہو سکتا

وانہب اموالی واحزب ادوری — فاخرجنی مکشوفۃ الوجہ حاسرا

اسنے مجکو برہنہ سر اور بے پردہ کیا گھر سے نکالا اور میرا مال لوٹ لیا اور مکانات برباد کئے۔

وما مربی من ناقص الخلق اعور — یعز علے ہارون ما قد لقیتہ

اس ایک چشم ناقص الخلقت کے ہاتھ سے جو مجھ پر گذرا ہارون ہوتا تو اسپر گراں گزرتا۔

صبرت لامر من قدیر — فان کان ما ابدی بامر امرتہ

طاہر نے جو کچھ کیا اگر تیرے حکم سے کیا تو خدا کے مقدر ہیں کرتی ہوں۔ مامون یہ اشعار پڑھ کر رو دیا اور کہا کہ " واللہ میں خود اپنے بھائی کے خون کا عوض لوں گا "

امین کے قتل کے بعد طاہر نے بغداد میں امن کا اشتہار دیا۔ مسجد جامع میں جمعہ کی نماز پڑھائی اور خطبہ میں مامون کی مدح سرائی کے بعد مرحوم امین کی بہت

لہ ان اشعار کو ابن الاثیر نے خود خزیمہ بن الحسن کیطرف منسوب کیا ہے۔ اور صاحب عقد الفرید نے ابو الغناہیہ کیطرف (دیکھو عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۲)

Marfat.com

سی برائیاں بیان کیں شنبہ کے دن اہلِ بغداد نے عموماً مامون کے ہاتھ پر بیعت کی۔ امین کا قتل ۲۵ محرم کو واقع ہوا ۲۸ برس کی عمر تھی ۴ برس، ۸ مہینے ۱۸ دن خلافت موزون اندام۔ کشیدہ قامت نہایت خوبرو اور قوی تن تھا۔ کسائی سے فن نحو و ادب کی تکمیل کی تھی۔ نہایت فصیح و بلیغ۔ اور سخن سنج تھا۔ **لطیفہ** امین کو بچپن سے شعر گوئی کا ذوق تھا۔ زبیدہ خاتون نے ابو نواس سے کہہ رکھا تھا کہ امین کے اشعار بنظر اصلاح دیکھ لیا کرے ایک دن امین نے زبیدہ کے سامنے ابو نواس کو کچھ اشعار جو اس نے حال ہی میں لکھے تھے۔ بغرض اصلاح سنائے مگر جب ابو نواس نے اُن میں عروض کے متعلق چند غلطیاں بتائیں تو وہ نہایت غصہ ہوا اور اسی جرم میں اس کو قید کر دیا۔ چند روز کے بعد جب ہارون الرشید کو خبر ہوئی تو امین پر خفا ہوا اور ابو نواس کو قید سے رہائی دی۔ اسکے بعد ایک موقع پر ہارون نے امین سے کہا کہ اپنے تازہ خیالات کے اظہار کو سنائے۔ امین نے دو ہی تین شعر پڑھے ہونگے کہ ابو نواس اٹھ کھڑا ہوا۔ ہارون نے پوچھا "کیوں کہاں چلے"۔ ابو نواس نے کہا "پھر قید خانہ"۔

امین میں جہاں سینکڑوں برائیاں تھیں بہت سی خوبیاں بھی تھیں علم دوست تھا۔ فیاض تھا۔ اسی کے ساتھ چونکہ صاحب کمال اور پایہ شناس سخن تھا۔ ہزاروں اہل فن اسکے خوان کرم سے فیضیاب تھے۔ عام ملک پر شاید اسکا قتل اتنا گراں نہ گزرا ہو مگر جن لوگوں نے خود اسکی فوج و حشم ناز و لغمت و شان و شوکت کا دلفریب تماشا دیکھا تھا۔ ان کی آنکھوں کے سامنے تو زمین و آسمان میں سناٹا ہو گیا۔ شعرا نے جس دردناک لہجہ میں اسکا مرثیہ لکھا۔ کون ایسا سنگدل ہے جو اسکو سن کر ضبط کا دعویٰ کر سکتا ہے ابو عیسیٰ کے دو شعر کس

Marfat.com

دل سے نکلے ہونگیں کہ نشتر کا کام دیتے ہیں ؎

لست ادری کیف ابکیک ولا کیف اقول

میں نہیں جانتا تجھ پر کیوں کر روؤں اور کیا کہکر روؤں

لم نطب نفسی اسمیک قتیلا یا قتیل

اے مقتول دل کو گوارا نہیں کہ تجھ کو مقتول کہوں ،

ایک شاعر نے لکھا ہے ؎

سالت الندای والجود مالی اراکما ... تبدلتما عزاً بذل مؤبد

ومالی اری بیت المکارم واھیا ... فقالا اصبنا بالامین محمد

فقلت فھلا متما بعد فقدہ ... وقد کنتما خدنیہ فی کل مشھد

فقالا اقمنا کی نعزی بفقدہ ... صبیحۃ یوم ثم نتلوہ فی غد

یعنی۔ میں نے جود و کرم سے پوچھا کہ یہ کیا حال ہے تمکو دیکھتا ہوں کہ تم نے اپنی عزت ہمیشہ کی ذلت سے بدل دی اور یہ کیا بات ہے کہ میں عزت کی عمارت کو متزلزل دیکھتا ہوں دونوں نے جواب دیا کہ ہم پر محمد امین کے مرنے کی مصیبت پڑی ہے اسپر میں نے کہا کہ تم بھی اس کے مرنے کے بعد کیوں نہ مر گئے اور تم تو ہر موقع پر اسکے ندیم رہتے تھے دونوں نے جواب دیا کہ ہم اس لئے ٹھہر گئے کہ اسکے مرنے کا ہم کو پرسا دیا جائے پھر کل ہم بھی اس سے جا ملیں گے۔

مامون کی خلافت ۱۹۸ھ

امین کے قتل کے بعد ۲۶ محرم ۱۹۸ھ ہفتہ کے دن اہل بغداد نے عموماً مامون کیلئے بیعت کی۔ اسکی مستقل خلافت اسی تاریخ سے شروع ہوتی ہے، مامون نے گو

عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی مگر فضل بن سہل کو دربار میں وہ اقتدار حاصل ہو گیا
تھا کہ خلافت بھی درحقیقت اسی کے پنجۂ اختیار میں تھی۔ انتظامات ملکی کی جو ابتدا ہوئی
وہ اسی وجہ سے ناموزوں طریقہ پر ہوئی کہ فضل نے تمام ملک کو اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہا
طاہر جسنے مامون کی خلافت کی بنیاد ڈالی اسکی یہ قدر دانی کی کہ اسکے تمام ممالک مفتوحہ
یعنی کوراجبال فارس اہواز بصرہ کوفہ یمن وغیرہ کی حکومت حسن بن سہل کو عنایت کی
جو فضل کا حقیقی بھائی تھا۔ طاہر نصر بن سیار کے مقابلہ پر مامور ہوا جو امین کے خیر خواہ عمل
میں تھا اور شام کے اطراف میں بغاوت ظاہر کی تھی ۱۹۹ھ میں حسن بغداد داخل
ہوا۔ اور ہر شہر و صوبے پر اپنی طرف سے عمال و نائب مقرر کر کے بھیجے عرب کا گروہ
جو دربار میں ایک بڑی قوت رکھتا تھا ہمیشہ سے اہلِ عجم کا حریف مقابل تھا۔
ہارون الرشید کے زمانہ میں خاندان برامکہ کی بربادی کے اصلی باعث یہی لوگ ہوئے
تھے۔ اب مامون کے زمانہ میں یہ باتیں انکو نہایت اندیشہ دلاتی تھیں کہ عجم پھر
دوبارہ محیط نہ ہو جائیں کیونکہ فضل بن سہل و حسن بن سہل حقیقی بھائی اور عجمی الاصل
تھے۔ اب مامون سے دونوں بھائیوں کا رسوخ بڑھتا گیا۔ بنو ہاشم اور افسران فوج
زیادہ بے دل ہوتے گئے۔ لوگوں میں یہ بھی ظاہر ہوا کہ فضل مامون کے حضور میں
کسی شخص کو حتیٰ کہ خاندان شاہی کے لوگوں کو بھی بار یاب نہیں ہونے دیتا۔ مامون
خود پردے میں رہتا ہے اور انتظامات ملکی عموماً فضل کے ہاتھ سے سرانجام
پاتے ہیں۔ چونکہ مامون ماں کیطرف سے عجمی الاصل تھا۔ یہ بدگمانی کہ رفتہ رفتہ
اہلِ عجم سپید و سیاہ کے مالک ہو جائیں گے زیادہ قوی ہوتی گئی۔ اور اب بالآخر
اسکی باعث ہوئی کہ اطراف ملک میں جابجا بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے۔

Marfat.com

ابن طبا طبا کا خروج ۱۹۹ھ

ملک میں جو یہ برہمی پیدا ہوئی تو سادات اور علویین کے خیالات خلافت تازہ ہو گئے۔ اول جس شخص نے علم خلافت بلند کیا وہ ابو عبداللہ محمد تھے اگرچہ انکا علو نسب اور تقدس مرجع عوام بننے کے لیے کافی تھا۔ مگر ملکی نظم و نسق کیلئے ایک مدبر کی ضرورت تھی۔ ابو السرایا کی شرکت سے پولٹیکل بازو بھی قوی ہو گیا۔ یہ شخص اگرچہ ابتدائے حال میں ایک نہایت ذلیل آدمی تھا اور کرایہ کے گدھوں سے زندگی بسر کرتا تھا لیکن چونکہ شجاعت کا جوہر رکھتا تھا رفتہ رفتہ اسنے بڑا اقتدار حاصل کیا۔ امین کے قتل کے بعد ایک مدت تک غارتگری کرتا رہا عین التمر وفو فا انبار پر چڑھ گیا۔ عاملوں کو شکستیں دیں اور خزانے لوٹ لیے۔ رفتہ رفتہ یہی ابن طبا طبا ملے جو خلافت کے دعویدار بنکر اٹھے تھے۔ ابو السرایا کو بھی مشغلہ ہاتھ آیا۔ اس نے انکے ہاتھ پر بیعت کر لی اور ان سے کہا کہ آپ دریا کی راہ سے کوفہ کیطرف بڑھیے میں بھی خشکی کی راہ سے آتا ہوں۔ کوفہ پہنچکر اسنے پہلے قصر العباس لوٹا۔ یہ ایک شاہی محل اور گورنران کوفہ کا صدر مقام تھا۔ تمام مال۔ خزانہ۔ دفتر یہیں رہتا تھا۔ اس لوٹ میں بے شمار نقد و اسباب ہاتھ آیا جو ایک مدت سے جمع ہوتا آیا تھا۔ شہر پر پورا قبضہ ہو گیا۔ اطراف سے بھی جوق در جوق لوگ آئے اور ابن طبا با کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ۱۹۹ھ حسن بن سہل نے زہیر ابن المسیب کو دس ہزار کی جمعیت سے ابن طبا طبا کے مقابلے پر بھیجا۔ قریہ شاہی میں دونوں فوجیں معرکہ آرا ہو گئیں۔ زہیر کو شکست ہوئی اور ابو السرایا کے حکم سے جسقدر نقد و اسباب زہیر

Marfat.com

کی فوج میں لوٹ مار کیا گیا ابن طباطبا نے یہ بے رحمی پسند نہ کی اور لوگوں کی غارتگری سے منع کیا۔ ابوالسرایا نے یہ دیکھ کر ان کے ہوتے میری آزادی میں فرق آتا ہے۔ دوسرے دن ابن طباطبا کو زہر دلوا دیا اور برائے نام ایک کمسن لڑکے کو جو آل ہاشم ہونے کی حیثیت سے ابن طباطبا کا ہم پلہ تھا خلیفہ قرار دیا اور خلیفہ کا نام محمد بن زید علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب تھا۔ اب حسن بن سہل نے عبدالقدوس چار ہزار سوار کے ساتھ اس مہم پر بھیجا مگر بدقسمتی سے اس معرکہ میں بھی جو ۱۸ رجب کو واقع ہوا شاہی فوج ناکام رہی۔ عبدالقدوس خود مقتول ہوا۔ اور باقی اہل لشکر کچھ لڑائی میں مارے گئے۔ کچھ زندہ گرفتار ہوئے۔ اس فتح نمایاں کے بعد ابوالسرایا نے کوفہ میں اپنا سکہ خطبہ جاری کیا اور بصرہ۔ واسطہ۔ اہواز یمن۔ فارس۔ مدائن پر فوج وافسر بھیجے جو اکثر کامیاب ہوئے۔ یہ تمام افسر بنو فاطمہ یا جعفری تھے اور چونکہ خاندانی عزت کے ساتھ انکی ذاتی شجاعت بھی مسلم تھی آسانی سے انکو فتوحات حاصل ہوتی گئیں۔

حسن بن سہل کو اب سخت مشکل کا سامنا تھا۔ جتنے نامور افسر تھے سب نے ابوالسرایا کے مقابلے میں شکست کھائی یا عین معرکہ جنگ میں لڑ کر مارے گئے۔ طاہر ذوالیمینین و ہرثمہ اعین صرف دو ایسے جنرل تھے جو ابوالسرایا کا زور گھٹا سکتے تھے مگر طاہر نصر سے شکست کھا کر رقہ میں گویا محصور تھا اور ہرثمہ۔ خود حسن سے ناراض ہو کر خراسان کو روانہ ہو چکا تھا۔ حسن کو ہرثمہ سے طالب اعانت ہونا اگرچہ موجب عار تھا۔ اس کے علاوہ یہ بھی اطمینان تھا کہ وہ اس درخواست کو منظور کرے گا۔ تاہم مجبوری ایسی آن پڑی تھی کہ ہرثمہ سے اعانت مانگتے ہی بنی۔ ہرثمہ خراسان سے واپس پھرا اور کوفہ کو روانہ ہوا۔ قصر ابن ہبیرہ کے قریب ابوالسرایا سے مقابلہ ہوا۔ ہرثمہ نے فتح قطعی حاصل

Marfat.com

کی۔ ابوالسرایا بھاگتا ہوا کوفہ پہنچا۔ سادات یا علویین جو اسکے ساتھ تھے۔ ہر تمثمہ نے شکست کھا کر انتقام کے جوش سے لبریز تھے۔ کوفہ میں جسقدر آل عباس اور ان کے خدم و حشم تھے۔ سب کے مکانات آگ لگا کر برباد کر دیئے۔ جاگیریں لوٹ لیں اور دل کھول کر غارت گری کی۔ ہر تمثمہ نے ایک مدت تک کوفہ کا محاصرہ قائم رکھا۔ بالآخر ۱۶ محرم سنہ ۲۰۰ھ کو ابوالسرایا کوفہ چھوڑ کر بھاگ گیا اور سوس کے مضافات خورستان ایک مقام میں ٹھہرا۔ حسن بن علی ماموبی جو اس علاقہ کا عامل تھا اس زمانہ میں وہاں موجود تھا یہ خبر سن کر خورستان کو واپس آیا اور چونکہ خونریزی سے پرہیز کرنا چاہتا تھا۔ ابوالسرایا کے پاس پیغام بھیجا کہ "ہمارا علاقہ چھوڑ کر اور جدھر جاہو چلے جاؤ" غالباً ابوالسرایا نے اس درخواست کو دلیل عجز قرار دیا ہو کہلا بھیجا کہ "میں نے جس حق سے اس مقام پر قبضہ حاصل کیا ہے اسکا ثبوت تلوار دے سکتی ہے" لیکن جب لڑائی کی نوبت آئی تو فیصلہ جنگ ابوالسرایا کے خلاف ہوا۔ تمام فوج غارت گئی اور وہ خود بھی زخمی ہو کر گھر کی طرف چلا۔ راہ میں بمقام جلولا گرفتار ہوا اور قتل کر دیا گیا۔ یہ فتنہ تو یوں فرد ہوا۔ مگر ابوالسرایا نے ابتدا میں اپنے مفتوحہ شہروں پر جو عمال مقرر کیے تھے چونکہ اکثر علوی یا فاطمی تھے۔ اسلیے ابوالسرایا کے قتل نے انکی خودسری میں کوئی فرق نہیں پیدا کیا۔ ان لوگوں نے اپنی دو روزہ حکومت میں جو ظلم و زیادتیاں کیں انکے بیان کرنے کو ایک دفتر چاہیے۔ زید نے (حضرت موسیٰ کاظم کے فرزند تھے) بصرہ میں ایک قیامت برپا کر رکھی تھی۔ سینکڑوں خاندان تباہ کر دیئے عباسیوں کے ہزاروں مکانات جلائے حسین بن الحسن نے مکہ معظمہ کا وقفی خزانہ تک لوٹ لیا۔ محمد بن جعفر صادق کی حکومت میں جو چند روز کیلیے عرب کے چند فرمانروا بن گئے تھے۔ علویین اور آل فاطمہ کو وہ زدر

Marfat.com

ہو گیا کہ لوگوں کے ننگ و ناموس کا پاس اٹھا دیا گیا۔ ابراہیم بن موسیٰ یمین کے عامل تھے اور سفاکانہ قتل و غارت کیوجہ سے قصاب کہلاتے تھے۔ مامون نے چاہا کہ صلح و آشتی سے ان لوگوں کو ناپوبیں لائے لیکن یہ کب رام ہو سکتے تھے۔ لڑے اور شکست کھائی۔ بعض گرفتار ہو کر مامون کے پاس حاضر کیے گئے مگر اس نے عظمت نسب کا پاس کیا اور چھوڑ دیا۔

خاندان عباسیہ پر عموماً سادات کے قتل کا الزام لگایا جاتا ہے۔ جو لوگ حجروں میں بیٹھکر اعتراض کیلئے قلم اٹھاتے ہیں وہ معذور ہیں لیکن جو شخص پولٹیکل ضرورتوں کا اندازہ داں ہے اس اعتراض کو مشکل سے تسلیم کریگا۔ سادات اور علوئین کو دو دن کے لیے زور ہو گیا تو ملک میں کیا قیامت برپا ہو گئی! عباسی خاندان انکی جانب سے کبھی مطمئن نہیں رہ سکتا تھا اور جو کچھ ان سے برتاؤ ہوا اسی ضرورت سے ہوا۔

ہرثمہ کا قتل اور بغداد کی بغاوت ۲۰۱ھ

سادات اور علوئین کی بغاوتیں تو فرو ہو گئیں لیکن ملک میں جو عام ناراضگی پھیلی تھی۔ وہ روز بروز زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ عرب کا گروہ جو حکومت کا شریک غالب تھا۔ خراسان کا دارالخلافہ ہونا گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ اس سے زیادہ یہ کہ وزارت اعظم اور گورنری کے معزز منصب پر فضل و حسن ممتاز تھے جو عجمی النسل تھے۔ اہل عرب کو صاف نظر آرہا تھا کہ تمام اسلامی دنیا اور خود عرب پارسی نسلوں کے ہاتھ میں ہے۔ مامون اسوقت تک حکومت کی حیثیت سے گو بالکل معطل تھا سیاہ و سفید کا مالک فضل تھا اور اسنے دانستہ خراسان کو بغداد پر ترجیح دی تھی کیونکہ ایک

Marfat.com

عجمی الاصل کو عرب کے مجمع میں اپنا زور قائم رکھنا کچھ آسان کام نہ تھا ملک میں یہ کچھ برہمی پھیلی ہوئی تھی لیکن فضل نے مامون کو ان حالات کی خبر تک نہ ہونے دی۔ مامون کے کانوں میں جو یہ صدا جہاں سے پہنچی تھی وہ فضل کی صدا تھی۔

افسران فوج میں ہرثمہ ایک نامور اور مشہور افسر تھا۔ سادات اور علویین کی پرزور بغاوتوں کا جسنے خاتمہ کر دیا وہ بھی ہرثمہ تھا۔ خلافت عباسیہ پر اسکے اور بہت سے حقوق تھے جن کے اعتماد پر اسنے یہ جرأت کی کہ مامون کے پاس حاضر ہو کر فضل کی سازشوں کا طلسم توڑ دے۔ ابوالسرایا کی بغاوت سے فارغ ہو کر اسنے خراسان کا ارادہ کیا۔ فضل نے یہ خبر سنی تو مامون کے متعدد فرمان اسکے نام بھجوائے کہ یہاں کچھ ضرورت نہیں۔ شام و حجاز انتظام طلب ہیں۔ ادھر کا قصد کرو۔ مگر ہرثمہ نے جسکو اپنے حقوق خدمت پر ناز تھا۔ ان احکام کا کچھ لحاظ نہ کیا اور سیدھا خراسان کو چلا فضل نے مامون سے کہا۔ حضور نے دیکھا! ہرثمہ کو احکام سلطانی کا مطلق پاس نہیں ہے لیکن حضور خود خیال فرمادیں ملک پر اسکا کیا اثر پڑے گا؟ ہرثمہ ذیقعدہ ۲۰۱ھ میں مرو پہنچا۔ اور اس سے کہ شاید اسکے آنے کی خبر مامون سے مخفی رکھی جائے نقارہ بجانے کا حکم دیا۔ مامون نے درباریوں سے پوچھا کیسا غل ہے "لوگوں نے کہا" ہرثمہ جو گرجتا آرہا ہے" ہرثمہ دربار میں حاضر ہوا تو مامون نے نہایت ذلت سے نکلوا دیا اور حکم دیا کہ قید رکھا جائے۔ چند روز کے بعد اسکو فضل نے قتل کرا دیا اور مامون سے کہدیا کہ اپنی موت مر گیا۔ ہرثمہ کے قتل کی خبر بغداد پہنچی تو ایک تلاطم مچ گیا۔ محلہ حربیہ والوں نے پہلے علم بغاوت بلند کیا تھا اور مامون کے عمال و حکام برطرف کر دیئے گئے تھے۔ اس سوزش انگیز خبر نے سارے شہر میں ایک نئی ہلچل ڈالدی۔ محمد بن ابی خالد ہرثمہ کا جانشین بنا

حاشیہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجیے۔

Marfat.com

اور تمام بغداد نے اسکی اطاعت قبول کی۔ حسن جو مامون کی طرف سے بغداد کا گورنر تھا۔ واسطہ میں مقیم تھا۔ محمد بن ابی خالد اس کے مقابلے کے لیے ۲۰۱ھ میں بغداد سے روانہ ہوا۔ راہ میں حسن کی متعدد فوجیں مقابل ہوئیں اور شکست کھا گئیں۔ محمد دیرالعاقول پہنچا اور زہیر بن المسیّب کو جو حسن کا عامل تھا گرفتار کر کے پابزنجیر بغداد بھیج دیا۔ ہارون کے بیٹے نے مضافات نیل پر فتح حاصل کی۔ ان فتوحات کے بعد دونوں باپ بیٹے واسطہ کیطرف بڑھے۔ حسن نے بھی ایک عظیم الشان فوج ان کے مقابلہ کو روانہ کی۔ ۲۳ ربیع الاول ۲۰۱ھ میں دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں۔ ایک نہایت سخت جنگ کے بعد محمد بن ابی خالد نے شکست کھائی۔ میدان جنگ میں ثابت قدم رہکر بہت سے کاری زخم اٹھائے تھے۔ اسلیے مجبورانہ بغداد کیطرف الٹا پھرا۔ حسن برابر تعاقب کرتا آیا۔ محمد بن ابی خالد کے زخم شدت پکڑتے گئے اور بالآخر بغداد پہنچ کر انتقال کیا۔ محمد کا فرزند عیسےٰ باپ کا جانشین بنا اور اہلِ بغداد کو لکھا کہ اگر میرا باپ نہیں رہا تو میں اس کا نعم البدل موجود ہوں۔ اگر خدا نے چاہا تو میں بغداد کو حسن کی حکومت سے آزاد کرا دونگا۔ تمام بغداد نے نہایت خوشی سے اس کی حکومت تسلیم کی۔ اگرچہ حسن کی نامبر فوجوں نے عیسیٰ اور اس کے بھائی ابو زنبیل کو فاش شکستیں دیں۔ لیکن یہ جوش صدا کہ "مجوسی زادہ ہم پر حکومت نہیں کرسکتا" پست نہ ہوئی۔

---

[1] ابن واضح عباسی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ہرثمہ نے نہایت گستاخانہ طور پر مامون سے گفتگو شروع کی اور کہا "آپ نے اس مجوسی (یعنی فضل بن سہل) کو سر چڑھا رکھا ہے" مامون نے اس گستاخی کی وجہ سے اسکو دربار سے نکلوا دیا۔ ۱۲

Marfat.com

حضرت علی رضا کی ولیعہدی

۲ ررمضان ۲۰۱ھ

یہاں یہ ہنگامے برپا تھے۔ مگر مامون ایسی غفلت کی نیند پڑا سوتا تھا کہ اس کے کان پر جوں نہ چلی۔ ذوالریاستین تمام دربار پر اس طرح محیط ہو گیا تھا کہ اس کے خلاف کوئی خبر ماموں تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اب اُسنے ایک نئے انتظام سے خاندانِ عباس کو اور بھی زیادہ برہم کر دیا۔ ماموں کی بالطبع آل پیغمبر سے نہایت محبت تھی جسکا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہو گا کہ تمام پرزور بغاوتیں جو اُسکے عہد میں ہوئیں اسی مقدس خاندان کی افسری میں ہوئیں تاہم اُسنے ہمیشہ درگذر کی اور قابو پانے پر بھی انکی عظمتِ نسب کا لحاظ رکھا۔

اس زمانہ میں حضرت علی رضا امام ہشتم موجود تھے جن سے مامون دلی ارادت رکھتا تھا اور چونکہ زہد و تقدس کے علاوہ انکا فضل و کمال بھی خلافت کے شایان تھا۔ مامون نے اُنکو ولیعہدِ سلطنت کرنا چاہا۔ اس سے پہلے ۲۰۰ھ میں اُسنے فرامین بھیجے کہ تمام ممالک میں جسقدر عباسی خاندان کے لوگ ہیں آستانۂ خلافت میں حاضر ہوں۔ عیش و دولت کی ترتیب کا اثر دیکھو کہ نویں ہی پشت میں حضرت عباس کی نسل سے ۳۳ ہزار زن و مرد دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ مامون نے بڑی عزت سے اُن کا استقبال کیا۔ اور عباسی نسلیں پورے برس دن حریم خلافت کی مہمان رہیں۔ اس اثنا میں مامون نے اپنے خاندان کے ہر ایک شخص کو تجربہ

Marfat.com

امتحان کی نگاہ سے دیکھا اور قطعی رائے قائم کرلی کہ اس بڑے گروہ میں ایک بھی ایسا نہیں جو خلافت کا بار گراں سنبھال لے۔ اب ۲۰۱ھ میں اس نے ایک بار دربار (جس میں تمام اعیان سلطنت وارکین دربار موجود تھے) منعقد کیا اور سب سے خطاب کر کے کہا کہ آج دنیا میں جسقدر آل عباس ہیں میں انکی لیاقت کا صحیح اندازہ کر چکا ہوں۔ نہ ان میں اور نہ آل نبی میں آج کوئی ایسا شخص موجود ہے جو استحقاق خلافت میں حضرت علی رضا کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ کر سکے۔" اسکے بعد اسنے تمام حاضرین سے حضرت علی رضا کے لیے بیعت لی اور دربار کا لباس بجائے سیاہ کے سبز قرار دیا جو فرقہ سادات کا امتیازی نشان تھا۔ فوج کی وردی بھی بدل دی گئی تمام ملک میں احکام شاہی نافذ ہوئے کہ امیر المومنین مامون کے بعد حضرت علی رضا تاج و تخت کے مالک ہیں اور ان کا لقب الرضا من آل محمد ہے۔ حسن بن سہل کے نام بھی فرمان گیا کہ ان کے لیے بیعت عام لیجاوے اور عموماً اہل فوج و عماد بنی ہاشم سبز رنگ کے پھریرے اور سبز کلاہ و قبا استعمال کریں۔ اس انوکھے حکم نے بغداد میں ایک قیامت انگیز ہل چل ڈالدی اور مامون سے مخالفت کا پیمانہ بالکل لبریز ہو گیا۔ بعضوں نے بجبر اس حکم کی تعمیل کی مگر عام صدا یہی تھی کہ "خلافت خاندان عباس کے دائرے سے باہر نہیں جا سکتی۔"

ابراہیم بن المہدی کی تخت نشینی یکم محرم ۲۰۲ھ

جس زمانہ میں حضرت علی رضا کی ولی عہدی کے احکام بغداد میں پہنچے عباسیوں نے اسی وقت سے ایک نئے خلیفہ کی تجویز شروع کی تھی۔ ۲۵ ذی الحجہ

Marfat.com

روز سہ شنبہ ۲۸ ستمبر میں خاص آل عباس نے خفیہ طور پر ابراہیم بن المہدی کے ہاتھ پر، جو مامون الرشید کے چچا تھے بیعت کی۔ پھر دو شخص مقرر کیے کہ جمعہ کے دن نماز سے پہلے ایک شخص بخطاب عام کہے کہ "مامون کے بعد ابراہیم کو ولیعہد خلافت قرار دینا چاہتے ہیں۔ دوسرا برابر سے بولے کہ مامون تو معزول ہو چکا۔ خلیفہ وقت ابراہیم ہے اور ولیعہد خلافت اسحاق بن الہادی۔ غالباً اس طریقہ سے عباسیوں نے رضامندی عام کا اندازہ کرنا چاہا۔ مگر انکو خلاف توقع یہ معلوم ہوا کہ ملک اگر مامون کے خلاف ہے تو ابراہیم کے ساتھ بھی لوگوں کو عام ہمدردی نہیں ہے۔ چنانچہ جب یہ دونوں شخص سکھائے ہوئے فقرے کہہ کر بیٹھ گئے تو لوگوں نے کچھ جواب نہ دیا اور ایسی برہمی ہوئی کہ لوگوں نے نماز بھی نہیں پڑھی اور مسجد سے چلے گئے۔ تاہم سندی و صالح کی کوشش نے ابراہیم کو منصب خلافت پر پہنچا دیا اور یکم محرم ۲۰۲ھ کو عموماً اہل بغداد نے بیعت خلافت کی۔ ابراہیم نے اپنا لقب "مبارک" اختیار کیا۔ اس زمانہ میں قصر بن ہبیرۃ حسن بن سہل کی طرف سے حمید بن الحمید مامور تھا۔ اگرچہ وہ خود حسن کا دل سے طرفدار تھا مگر اس کے ساتھ جتنے افسر تھے خصوصاً سعید و ابوالبط ابراہیم سے مل گئے۔ ان لوگوں نے ادھر تو حسن کے پاس خطوط بھیجے کہ حمید آپکے خلاف ابراہیم سے خط و کتابت رکھتا ہے۔ ادھر ابراہیم سے درخواست کی کہ حضور کا کوئی افسر آئے تو ہم قصر بن ہبیرۃ پر قبضہ کرا دیں۔ حسن نے گو ان تحریروں کا چنداں اعتبار نہیں کیا تاہم اسکو شبہ پیدا ہوا اور اطمینان کے لیے حمید کو اپنے پاس بلا لیا۔ ابراہیم نے موقع پاکر عیسٰی بن محمد کو بھیجا جس نے ۲ ربیع الثانی کو قصر بن ہبیرۃ پر قبضہ حاصل کیا اور حمید کا اسباب و خزانہ جسمیں نقد کی قسم سے ننو توڑے

بھتے غارت عام ہیں آیا۔ حمید نے یہ خبر سنی تو کوفہ کو واپس آیا۔ یہاں حضرت علی رضا کے بھائی عباس تشریف رکھتے تھے۔ حمید نے انکو بلایا اور کہا کہ آپ اپنے بھائی کیطرف سے کوفہ کی حکومت اپنے ہاتھ میں لیں تو تمام کوفہ آپ کے ساتھ ہوگا اور میں تو جان نثاری لیے حاضر ہوں۔" حمید نے لاکھ درہم بھی ان کی نذر کیے۔ اسکے بعد وہ حسن کے پاس واپس چلا گیا۔ کوفہ کے اکثر لوگوں نے حسن کا ساتھ دیا۔ مگر جن لوگوں کو تشیعہ میں زیادہ غلو تھا انہوں نے حسن سے کہا کہ "اگر حضرت علی رضا کی خلافت مستقل مان کر بیعت لی جاوے تو ہم بدل موجود ہیں لیکن بیچ میں مامون کا واسطہ ہوگا تو ہم سے امید نہ رکھنی چاہیے۔" چونکہ ان کی یہ خواہش حسن نے منظور نہ کی یہ لوگ ناراض اٹھے اور بالکل بے تعلق ہوکر اپنے گھروں میں بیٹھ رہے۔

ابراہیم نے اپنے نئے دشمن عباس کے مقابلہ کے لیے سعید و ابوالبط کو متعین کیا جنہوں نے حال میں اپنی کارگزاری دکھائی تھی کہ ابراہیم کے نائب کو قصر ابن ہبیرۃ پر قبضہ دلایا تھا۔ یہ دونوں افسر قریہ شاہی میں پہنچے تو عباس نے اپنے چچیرے بھائی علی بن محمد کو ان کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ دوسری جمادی الاول ۲۰۲ھ کو دونوں حریف معرکہ آرا ہوئے۔ علی بن محمد نے ذرا دیر لڑ کر شکست کھائی۔ اب ابوالبط و سعید کوفہ پر حملہ آور ہوئے۔ آل عباس جو یہاں موجود تھے وہ بھی ان کے ساتھ ہوگئے نہایت سخت معرکہ ہوا۔ یہ لوگ حملہ کرتے ہوئے ابراہیم کی جے پکارتے تھے اور نعرے مارتے تھے کہ "مامون کی حکومت نہیں رہی" تمام دن لڑائی قائم رہی۔ تاہم فتح و شکست کا کچھ فیصلہ نہ ہوا اور دوسرے دن کی نوبت آئی۔ چونکہ فریقین کا یہ حال تھا کہ جس نے شہر کے جس حصہ پر فتح پائی آگ لگا کر غارت کر دیا۔ رؤسائے کوفہ

Marfat.com

سعید کے پاس حاضر ہوئے اور اس شرط پر اماں طلب کی کہ عباس اپنے ساتھیوں کو لے کر کوفہ سے چلے جائیں۔ فریقین نے اسپر رضامندی ظاہر کی اور کوفہ دونوں دعوے داروں سے خالی ہو گیا۔ کیونکہ اس عہد کے بعد سعید بھی حیرہ کو واپس چلا گیا کوفہ اور اطراف کوفہ میں ابراہیم کی حکومت مسلم ہو گئی۔ لیکن یہ فتحیں خلافت کا قطعی فیصلہ کرنے والی نہ تھیں۔ کیونکہ ہنوز واسطہ میں حسن بن سہل ایک فوج گراں کے ساتھ موجود تھا ابراہیم نے اس بڑی مہم کے لیے عیسیٰ کو منتخب کیا۔ ابن عائشہ ہاشمی و نعیم بن خادم کو بھی حکم ہوا کہ عیسیٰ کے ہمراہ جائیں۔ راہ میں سعید و ابو البط بھی جو کوفہ کی فتح سے آتے تھے ساتھ ہوئے غرض بے شمار لشکر واسطہ کے قریب نام صیادہ میں صف آرا ہوا۔ حسن بن صباح قلعہ بند ہوا۔ عیسیٰ چند بار حملے کی غرض سے حسن کے لشکر گاہ کیطرف گیا مگر اس نے بالکل خاموشی اختیار کی تھی۔ اور حکم دیدیا تھا کہ لشکر کا کوئی شخص قلعہ سے باہر نہ جائے۔ غالباً اس مدت میں اسنے عیسیٰ کی قوت کا اندازہ کیا بالآخر ۲۶ رجب کو فوج اسکے حکم سے عیسیٰ پر حملہ آور ہوئی۔ صبح سے دوپہر تک قیامت انگیز معرکہ رہا۔ عیسیٰ نے شکست کھائی اور طرنایا پہنچکر دم لیا۔

مامون کا عراق روانہ ہونا اور ذوالریاستین کا قتل

سنہ ۲۰۲ھ

مامون جس تاریخ سے تخت نشین ہوا تھا۔ ایک دن بھی خونریزیوں سے خالی نہ گیا۔ تاہم اس کو معلوم نہ ہو سکا کہ تمام ملک بغاوتوں کا دنگل بن رہا ہے ابتداء میں تو حسن بن سہل کی گورنری کا جھگڑا تھا لیکن اب جو ہنگامے قائم تھے،

Marfat.com

حضرت علی رضا کی ولیعہدی پر تھے۔ درباریوں میں سے جب کسی نے مامون کے کان تک یہ صدا نہ پہنچائی تو خود حضرت علی نے اس فرض کو ادا کیا۔ انہوں نے مامون سے کہا کہ "امین کے قتل کے بعد ایک دن بھی ملک کو امن نصیب نہیں ہوا۔ رات دن خونریز لڑائیاں قائم ہیں۔ اور اہل بغداد نے ابراہیم کو خلیفہ قرار دیا ہے۔" ایک یہ بالکل نئی اور غیر مانوس صدا تھی۔ مامون دفعتاً چونک پڑا اور جیسا کہ ذوالریاستین نے اسکو یقین کرا دیا تھا۔ اس نے تعجب اور انکار کے ساتھ کہا کہ نہیں ابراہیم خلیفہ نہیں ہے بلکہ لوگوں نے انتظاماً اس کو نائب الریاست بنا رکھا ہے حضرت علی رضا نے فرمایا کہ "ذوالریاستین نے ملک کے اصلی واقعات آپ کی نظر سے چھپا دیئے اور اب آپ جو کچھ کہتے ہیں اسی کی زبان سے کہتے ہیں۔ ابراہیم جس کو آپ نائب الریاست سمجھ رہے ہیں حسن بن سہل سے لڑ رہا ہے اور آل عباس میں عموماً ذوالریاستین کی وزارت اور میری ولیعہدی پر نہایت مخالفانہ جوش پھیلا ہوا ہے۔" (مامون) دربار میں کوئی اور شخص بھی ان حالات سے واقف ہے؟ علی رضا ہاں۔

یحییٰ بن معاذ و عبدالعزیز بن عمران اور بہت سے افسر، مامون نے ان لوگوں کو بلا کر پوچھا کہ جو کچھ حضرت علیؑ فرماتے ہیں تم اسکی نسبت کیا جانتے ہو۔ ذوالریاستین کے ڈر سے کسی کو شہادت دینے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ مگر جب مامون نے خود ذمہ داری لی کہ ذوالریاستین انکو کچھ ضرر نہ پہنچائے گا اور اس مضمون کی ایک دستاویز بھی اپنے ہاتھ سے لکھدی تو ان لوگوں نے پوست کندہ حالات بیان کر دیئے اور کہا کہ ہم تمنّا انہیں باتوں کے عرض کرنے کے لیے حضور میں حاضر ہوا تھا۔ مگر ذوالریاستین نے ایسے جاں نثار کو حضور کی نگاہ میں دشمن بنا دیا۔ اور اسکی تمام امیدیں خاک میں ملا دیں۔

Marfat.com

ان لوگوں نے مامون کو یہ بھی جتا دیا کہ اگر جلد تلافی نہیں کی جاتی تو بنیاد خلافت کے متزلزل ہونے میں کچھ باقی نہیں رہا ہے۔ چونکہ ان لوگوں نے اپنی شہادت میں یہ بھی رائے رکھی تھی کہ حضور کا دار الخلافہ میں تشریف رکھنا ان سب مشکلوں کو حل کر دے گا۔ مامون نے بغداد کا قصد کیا۔ ذوالریاستین کو اس ارادے کی اطلاع ہوئی تو اس نے بآسانی معلوم کر لیا کہ مامون کے کان میں کوئی نئی صدا پڑی ہے۔ اُس نے تمام افسروں کے نام بھی تحقیق کر لیے اور حضرت علی رضا کے سوا (جن پر اسکا قابو نہیں چل سکتا تھا۔ یا پاس ادب مانع تھا) باقی ہر ایک کو مختلف قسم کی اذیتیں پہنچائیں کسی کو قید کیا، کسی کو کوڑے پٹوائے، کسی کی داڑھی اکھڑوائی۔ اس پر بھی مامون ذوالریاستین سے کچھ باز پرس نہ کر سکا اور جب حضرت علی رضا نے اسکا تذکرہ کیا تو مامون نے نرمی سے جواب دیا کہ میں غافل نہیں ہوں مگر تدبیر مناسب سے کام لینا چاہتا ہوں۔ مامون جب سرخس پہنچا تو چند آدمیوں نے جن کا پیشوا خالد مسعودی تھا حمام میں پہنچکر جمعرات کے دن ۲ شعبان ۲۰۲ھ کو ذوالریاستین کو قتل کر دیا۔ یہ عجب بات ہے کہ جو لوگ ذوالریاستین کے قتل میں شریک تھے سب مختلف اور دور دراز ملکوں کے رہنے والے تھے۔ یعنی قسطنطین روم کا، فرج دیلم کا، موفق صقلیہ کا۔

مامون نے اشتہار دیا کہ جو شخص قاتلوں کو گرفتار کر کے لا دے اسکو دس ہزار اشرفیاں ملیں گی۔ عباس بن الہیثم نے یہ انعام حاصل کیا۔ جب یہ لوگ مامون کے پاس حاضر کیے گئے اور پوچھا گیا کہ "کس کے ایما سے تم نے ایسا کیا" تو سب نے خود مامون کا نام لیا اور اس بیباکی پر یا اس جرم کی پاداش میں مامون کے حکم سے قتل کر دیئے گئے۔ اس کے بعد عبد العزیز بن عمران و موسیٰ وغیرہ چند اشخاص جن پر شبہ تھا طلب ہوئے اور استفسار ہوا کہ اس واقعہ کے متعلق کچھ جانتے ہو سب نے کانوں پر ہاتھ رکھا۔

Marfat.com

مامون نے ان لوگوں کو بھی قتل کرا دیا۔ گو تمام واقعات شہادت دے رہے تھے کہ ذوالریاستین کا قتل مامون کے ایماء سے ہوا مگر مامون نے اپنی متعدد کارروائیوں سے اس یقین کو شبہ سے بدل دیا کہ قاتلوں کے سر حسن بن سہل کے پاس بھجوائے اور نامہ تعزیت میں بہت کچھ رنج و غم ظاہر کیا اور لکھا کہ "تم اپنے بھائی کی جگہ منصب وزارت پر مقرر کیے گئے۔ ذوالریاستین کی ماں کے پاس برسم تعزیت گیا اور تسلّی دیکر کہا کہ آپ صبر کریں بجائے ذوالریاستین کے میں آپکا مطیع فرزند موجود ہوں۔ ان موثر فقروں نے اسکو اور بھی بیتاب کر دیا اور رو کر کہا کہ "ایسے بیٹے کا کیوں نہ غم کروں جس نے میرے لیے تم جیسا فرزند چھوڑا۔" ذوالریاستین کے قتل کے تھوڑے دن بعد اس کے بھائی سہل نے بھی وفات پائی۔ اسی زمانہ میں مامون نے حسن بن سہل کی بیٹی سے شادی کی ان کارروائیوں سے گو مامون کی گردن ذوالریاستین کے خون سے ہلکی نہ ہوئی تاہم عام خلقت کی نگاہ بہت کچھ بدل گئی اور کم سے کم اتنی بات ضرور ثابت ہوگئی کہ اگر ایسا ہوا بھی تو وہ ایک ذاتی اور ناگزیر معاملہ تھا۔ ورنہ ذوالریاستین کے عام احسانات کو اسنے فراموش نہیں کیا ہے اور اسکے خاندان کے ساتھ اب بھی اس کو وہی ہمدردی ہے جو پہلے تھی۔ ذوالریاستین کی موت نے یوں تو اسکے تمام خاندان کو نہایت صدمہ پہنچایا مگر اسکے بھائی حسن نے اس واقعہ کے بعد سے ایک دن رونے پیٹنے سے نجات نہ پائی۔ اور بالآخر اسی صدمہ نے اسکو مختل الحواس کر دیا۔ ۲۰۳ھ میں اسکے ہوش بالکل درست نہیں رہے تو احتیاط کیلیے پاؤں میں بیڑیاں ڈالدی گئیں۔ مامون نے اسکی جگہ احمد بن ابی خالد کو وزیر اعظم مقرر کیا یاد رکھنا چاہیے کہ مامون کی مستقل خلافت کا زمانہ دراصل فضل کے قتل ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔

حضرت علی رضا کی وفات آخر صفر ۲۱۲ھ

اس سفر میں حضرت علی رضا بھی مامون کے ساتھ تھے۔ طوس پہنچکر دفعتاً انتقال فرمایا کہتے ہیں کہ انگور میں زہر دیا گیا۔ ہارون الرشید کی قبر بھی یہیں ہے۔ مامون نے اسی وجہ سے یہاں قیام کیا تھا۔ حضرت علی رضا نے وفات پائی تو مامون نے حکم دیا کر ہارون الرشید کی قبر اکھڑوا کر حضرت علی رضا بھی اسی میں دفن کئے جائیں جس سے مقصود یہ تھا کہ رشید بھی حضرت علی رضا کی برکت سے مستفید ہو۔ مامون کو حضرت علی رضا کی وفات کا نہایت صدمہ ہوا۔ وہ جنازہ کے ساتھ ننگے سر گیا اور رو رو کر کہتا تھا "اے ابوالحسن! تیرے بعد میں کہاں جاؤں؟" تین دن تک قبر پر مجاور رہا۔ اور صرف ایک روٹی و نمک روزانہ اُس کی خوراک رہی[1]

اس پر دعبل ایک شاعر نے جو اہل بیت کا مداح اور خلفائے بنی عباس کا نہایت دشمن تھا۔ ایک ظرافت آمیز ہجو لکھی جس کا ایک شعر یہ ہے۔

ما ینفع الرجس من قرب الزکی ولا
علی الزکی بقرب الرجس من ضرر

(یعنی) "ناپاک آدمی کو پاک کے قرب سے کچھ فائدہ نہیں پہونچتا۔ اور نہ پاک کا اُسکے قرب سے کچھ نقصان ہوتا ہے۔

یہ ایک تاریخی سوال ہے کہ "حضرت علی رضا کو کس کے ایما سے زہر دیا گیا۔"

---

[1] ابن واضح عباسی نے یہ واقعہ خود اس شخص سے روایت کیا ہے جو حضرت علی رضا کی تجہیز و تکفین میں شریک تھا۔ میں نے ابن واضح کی تاریخ سے اسکو نقل کیا ہے ۱۲۔

Marfat.com

مگر ایک خاص فرقہ نے اس واقعہ پر مذہبی رنگ چڑھا دیا ہے۔

شیعہ بلا استثنا اس پر متفق ہیں "کہ خود مامون نے زہر دلوایا"۔ افسوس ہے کہ ہم کو شیعوں کی تاریخی تصنیفات نہیں ملیں کہ ہم اس بحث کو دونوں فریق کی روایتوں کے لحاظ سے فیصلہ کر سکتے۔ تمام وہ بڑی بڑی تصنیفیں جن کو دنیا نے اسلامی تاریخ کا لقب دیا ہے۔ سنیوں کی ہی تصنیفیں ہیں اور بظاہر ان میں مذہبی حیثیت کا خاص لحاظ نہیں رکھا گیا ہے۔ تاریخی واقعات کی نسبت ہم کو معلوم ہے کہ ایک مؤرخ نے نے بھی مامون پر اس الزام لگانے کی جرأت نہیں کی ہے بلکہ علامہ بن اثیر نے صاف لفظوں میں اس غلط خیال پر استعجاب ظاہر کیا ہے۔ مامون الرشید کے زمانہ سے نہایت قریب تر تاریخ جو آج دستیاب ہو سکتی ہے۔ ابن واضح عباسی کی تاریخ ہے۔ یہ مصنف مامون کے زمانہ کے واقعات ان لوگوں کی زبانی روایت کرتا ہے جو خود مامون کے عہد میں موجود تھے۔ ہم اسکی تاریخ میں شیعہ پن کا اثر بھی پاتے ہیں تاہم اس نے مامون کی بجائے یہ بدگمانی علی بن ہشام کی نسبت کی ہے تاریخی اصول تحقیق سے اگر ہم کام لیں تو بھی یہی ماننا پڑے گا۔ مامون نے حضرت علی رضا کو ولیعہد خلافت مقرر کیا تو اس سے اسکو کوئی سازش مقصود نہ تھی۔ حضرت علی رضا کوئی ملکی شخص نہ تھے اور نہ اس سے حکومت عباسیہ کو کسی خطرہ کا احتمال تھا۔ جیسا کہ شیعوں کا دعویٰ ہے۔ مامون کا طریق بیعت کے ساتھ جو دلی خلوص تھا اس سے کون انکار کر سکتا ہے حضرت علی رضا کے بعد مامون کا طریق عمل سادات کے ساتھ کیا رہا؟ اس خاص حیثیت سے مامون کے ان تمام حالات اور واقعات کو ترتیب در جو حضرت علی رضا

Marfat.com

کی وفات سے پہلے اور پیچھے پیش آئے یہ مرتب اور نتیجہ خیز واقعات بتا دیں گے کہ مامون پر یہ غلط اتہام ہے۔ بے شبہ مامون کے خاندان والے حضرت علی رضا کی ولیعہدی سے ناراض تھے۔ انہیں میں سے کسی نے یہ بیہودہ حرکت کی ہوگی۔

حضرت علی رضا ائمہ اثنا عشر میں ہیں۔ اور حضرت موسیٰ کاظم کے خلف الرشید ہیں مدینہ منورہ میں ۱۴۸ھ میں جمعہ کے دن پیدا ہوئے۔ بہت بڑے عالم اور اتقائے روزگار میں سے تھے۔ مامون کیلیے طب میں ایک رسالہ تصنیف کیا تھا۔ ابو نواس عرب کے مشہور شاعر سے لوگوں نے کہا کہ تو نے ہر مضمون کے شعر لکھے اور حضرت علی رضا جو فخر روزگار ہیں۔ ان کی شان میں دو شعر بھی نہ کہے اسنے کہا" ان کا پایہ کمال میری مدح سے بہت اونچا ہے"۔ چونکہ ذوالریاستین اور حضرت علی رضا کی وفات سے اہل بغداد کی کل شکایتوں کا فیصلہ کر دیا۔ مامون نے بغداد کے لوگوں کو ایک خط لکھا کہ "اب کیا چیز ہے جس کی تم شکایت کر سکتے ہو" مگر مامون کو خلاف توقع اپنی تحریر کا نہایت سخت جواب ملا۔

ابراہیم کی معزولی سنہ ۲۰۳ ہجری

مامون جس زمانہ میں بغداد کو روانہ ہوا تھا تو ابراہیم مدائن میں موجود تھا اور عیسیٰ بن محمد و مطلب بن عبداللہ وغیرہ افسران فوج اسکے ساتھ تھے یہ لوگ اسوقت تک اگرچہ نہایت ثابت قدم رہے مگر غالباً اس بات کا سب کو یقین تھا کہ ابراہیم کی خلافت اسی وقت تک ہے جب تک مامون بغداد سے دور ہے جب اسکی آمد کی خبر مشہور ہوئی تو لوگ ابراہیم کا ساتھ چھوڑنے لگے مطلب

بیماری کا بہانہ کر کے مدائن سے چلا آیا اور بغداد میں لوگوں سے خفیہ مامون کے لیے بیعت لینی شروع کی۔ خود منصور بن المہدی ابراہیم کے بھائی نے اوّل بیعت کی۔ مطلب نے علی بن ہشام و حمید کو بھی لکھا کہ بغداد چلے آؤ۔ ابراہیم کو یہ حالات معلوم ہوئے تو مدائن سے رخصت ہو کر ۱۵ صفر ۲۰۲ھ کو زندرد پہنچا۔ اور جن لوگوں نے مامون کیلئے بیعت کی انکو طلب کیا۔ جن میں سے منصور و خزیمہ حاضر ہو گئے۔ اور ان کا قصور معاف ہو گیا لیکن مطلب کو اسی کے خاندان نے روکا کہ "اپنی بات پر قائم رہنا چاہیے"۔ ابراہیم نے اذن عام دیدیا کہ ۱۷ صفر کو مطلب کا گھر بار لوٹ لیا جاوے۔ حمید وغنی بن ہشام بن ابراہیم کی خلافت مدائن پر قابض ہو گئے۔

ابراہیم کا نہایت نامور افسر عیسیٰ بن محمد بھی حسن بن سہل سے مل گیا۔ شوال ۲۰۲ھ میں باب الجسر پر اسنے یہ اعلان دیدیا کہ میں اس معاملہ میں دونوں فریق سے الگ رہوں گا اور حمید نے بھی اسبات کو منظور کر لیا ہے۔ ابراہیم نے اسکی طلب کے لیے متعدد قاصد بھیجے۔ بڑے اصرار سے آیا تو ابراہیم نے عتاب ظاہر کیا۔ اس نے معذرت کی۔ ابراہیم نے غیض میں آکر اسکو قید خانے بھیج دیا اور اس کے چند افسر و اعزہ کو بھی سزا دی۔ عیسیٰ ایک نہایت معزز رتبہ کا آدمی تھا اور بہت سے نامور افسر اس کے ساتھ تھے۔ اسکے قید ہونے نے سبکو برہم کر دیا۔ بالخصوص عباس جو عیسیٰ کا خلیفہ خاص تھا اسنے اپنی پر جوش تقریروں سے تمام بغداد کو ابراہیم کا مخالف بنا دیا۔ جسر و کرخ وغیرہ پر ابراہیم کے جو عامل تھے سب نکالدیئے گئے اور لوگوں نے حمید کو خط لکھا کہ آپ یہاں کا قصد کیجیے کہ ہم بغداد آپکے حوالے کر دیں حمید نہر صرصر پہنچکر ٹھہرا۔ عباس اور تمام افسران فوج اسکے استقبال کو گئے یہ

قرار پایا کہ جمعہ کے دن مقام یاسریہ میں مامون کا خطبہ پڑھا جاوے اور ابراہیم معزول کر دیا جاوے۔ حمید نے اہل فوج کو پچاس پچاس روپیہ دینے کا وعدہ بھی کیا۔ تاریخ معینہ پر حمید یاسریہ میں داخل ہوا مگر انعام کی تعداد میں اسلیے اختلاف پیدا ہوا کہ اہل فوج نے پچاس کے عدد کو منحوس بتایا کہ کیونکہ علی بن ہشام نے بھی یہی تعداد مقرر کی تھی اور بالآخر فساد کی باعث ہوئی۔ اہل فوج نے کہا کہ اسوقت ہمکو چالیس دلائے جاویں تاکہ پچاس کے منحوس عدد سے یہ تعداد مختلف رہے۔ عیسیٰ نے فیاضی سے پچاس کے عدد کو بڑھا کر ساٹھ کر دیا جس کے ساتھ نحوست کا شبہ بھی رفع ہو گیا۔

ابراہیم نے اس مشکل وقت میں عیسیٰ کو قید سے رہائی دیکر حکم دیا کہ حمید کے مقابلے پر جاوے عیسیٰ نے ایک سازشی حملہ کیا اور وسط فوج میں گھس گیا جس سے ظاہر میں یہ دکھانا مقصود تھا کہ ابراہیم کی وفاداری میں اسنے جان تک کی پروا نہ کی۔ لیکن فوج نے اسکی دلی خواہش کے مطابق زندہ گرفتار کر لیا۔ ابراہیم نے باقی ماندہ فوج سے حمید کا مقابلہ کیا۔ یہ اسکی اخیر کوشش تھی لیکن اب وہ بھی کامیاب نہ ہوا۔ اخیر ذیقعد ۲۰۳ھ میں جو معرکہ ہوا اس نے ابراہیم کی قسمت کا قطعی فیصلہ کر دیا۔ ذی الحجہ کی ۱۷ تاریخ بدھ کی رات ۲۰۳ھ ابراہیم کی تاریخ حکومت کا آخری صفحہ تھا۔ جس دن اس نے تبدیلیٔ لباس کی۔ اور کہیں غائب ہو گیا۔ ابراہیم کی خلافت نے کل ایک برس گیارہ مہینے اور بارہ دن کی عمر پائی۔

Marfat.com

مامون کا بغداد داخل ہونا صفر ۲۰۴ھ

مامون قریباً رجب ۲۰۲ھ میں مرو سے روانہ ہوا اور صفر ۲۰۴ھ میں بغداد پہنچا۔ اس کا یہ سفر ایک طرح کا ملک کا دورہ تھا جس میں اسنے حالات تک سے بہت کچھ واقفیت پیدا کی اور مختلف شہروں میں مناسب انتظامات کئے۔ نہروان پہنچا تو بغداد کے تمام اعیان و عمائد و افسران فوج بڑے جوش سے اس کے استقبال کو گئے۔ طاہر بن الحسین بھی جسکو مامون نے رقہ سے طلب کیا تھا یہیں باریاب حضور ہوا۔ نہروان میں آٹھ دن قیام کر کے مامون بغداد کو چلا اور ۵ صفر ۲۰۴ھ میں بڑی شان و شوکت سے دارالخلافہ میں داخل ہوا۔ جہاں ایک مدت سے ہزاروں نگاہیں اسکا تعاقب کر رہی تھیں۔ مامون اور اس کے تمام افسر سبز لباس میں تھے۔ اہل بغداد بھی مامون کے لحاظ سے مامون کے دربار میں آئے مگر عام خواہش اس کے خلاف تھی۔ لوگ آرزو مند تھے کہ ان کی آنکھیں عباسیہ حکومت کو اس کے اصل لباس میں دیکھیں۔ چنانچہ جب مامون نے طاہر شاہ کو بلا کر اسکی کارگزاریوں کا صلہ دینا چاہا اور کہا کہ "جو مانگنا ہو مانگ" تو اس نے یہی خواہش ظاہر کی کہ آلِ عباس کی یہ آرزو پوری کر دیجائے مامون نے یہ معقول درخواست قبول کی۔ اس نے خود دربار عام میں سیاہ لباس منگوا کر پہنا اور طاہر ذوالیمینین و تمام افسران فوج کو سیاہ رنگ کے خلعت مرحمت فرمائے۔ ۲۲ صفر ۲۰۴ھ کو کل اہل بغداد سیاہ لباس میں تھے اور اس دن گویا عملی اعلانِ عام دیدیا گیا کہ "اب تمام اسلامی دنیا میں آل عباس کی حکومت ہے"۔

Marfat.com

طاہر کا خراسان کی حکومت پر مقرر ہونا،

۲۰۵ھ

اس حکومت عجیب تقریب سے طاہر کو اپنے کارہائے نمایاں کا مناسب صلہ ملا یعنی وہ کل مشرقی حکومت پر جس کی دار الخلافۃ بغداد سے شروع ہو کر سندھ تک منتہی ہوتی ہے، نائب السلطنت مقرر ہوا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ایک رات طاہر مامون کی بزم عیش میں حاضر ہوا۔ مامون بادہ نوشی کے مزے لے رہا تھا بے تکلفی میں اس نے دو پیالے طاہر کو بھی مرحمت کئے اور اپنے سامنے بیٹھنے کی اجازت دی، طاہر نے باادب عرض کیا کہ ”میرا منصب اس عزت کا مستحق نہیں ہے“۔ مامون نے کہا کہ ”یہ قیدیں دربار عام کے لیے مخصوص ہیں۔ بے تکلفی کے جلسوں میں اس قسم کی قواعد کی پابندیاں ضروری نہیں“ طاہر آداب بجالا کر بیٹھ گیا۔ مامون نے اس کی طرف نگاہ کی تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے طاہر نے عرض کہ اب کیا آرزو باقی رہی ہے جس کا حضور رنج کر سکتے ہیں؟ مامون نے کہا کچھ ”ایسی بات ہے جس کے پوشیدہ رکھنے میں تکلیف اور ظاہر کرنے میں ذلت ہے۔ طاہر اس وقت تو خاموش ہو رہا مگر دل میں خلش پیدا ہوئی کہ آخر کیا بات ہے۔ حسین جو مامون کا ساقی اور ندیم خاص تھا۔ طاہر نے اس کو دو لاکھ درہم نذر بھیجے اور درخواست کی کہ اس دن کے واقعہ کا سبب دریافت کر دے۔ حسین نے موقع پا کر پوچھا۔ مامون نے کہا۔ اگر یہ بات آگے بڑھی تو تیرا سر اڑا دوں گا“۔ سچ یہ ہے کہ جب طاہر میرے سامنے آتا ہے تو بھائی امین کا ذلت د

Marfat.com

بیکسی سے مارا جانا یاد آتا ہے"۔ میرے ہاتھ سے ضرور طاہر کو کسی دن ضرر پہنچے گا
طاہر کو یہ بات معلوم ہوئی تو احمد بن ابی خالد الاحول کے پاس گیا (جو حسن
ابن سہل کے بعد وزیر اعظم مقرر ہوا تھا) اور کہا کہ تم جانتے ہو کہ میں احسان فرا
نہیں ہوں اور میرے ساتھ بھلائی کرنا فائدے سے خالی نہیں ہے۔ میں تم سے
صرف اتنا چاہتا ہوں کہ مامون کی آنکھ سے دور رہوں۔ احمد بن ابی خالد نے
اس کا ذمّہ لیا۔ اور دوسرے دن صبح کے وقت مامون کے پاس ہوا۔ چونکہ
چہرہ سے تردد اور پریشانی نمایاں تھی (مامون نے پوچھا) کیوں؟ کیا کوئی نئی
بات ہے (احمد) "حضور مجھے تو ساری رات نیند نہیں آئی" (مامون) آخر کیوں؟
(احمد) میں نے سنا کہ حضور نے خراسان کی حکومت غسان کو دی جس کے ساتھ مٹھی
بھر آدمی سے زیادہ نہیں ہیں۔ اگر سرحد کے ترکوں نے حملہ کیا تو کیا غسان ان کو
روک سکے گا؟ (مامون) یہ خیال تو مجھ کو بھی تھا۔ اچھا تم کس کو تجویز کرتے ہو۔
(احمد) طاہر ذوالیمین سے بہتر کون شخص انتخاب ہو سکتا ہے (مامون) اس کے
خیالات تو باغیانہ ہیں اور وہ نقض بیعت پر آمادہ ہے (احمد) اس کا میں ذمہ دار
ہوں (مامون) اچھا تم اپنی ذمہ داری پر مقرر کرو۔ طاہر طلب ہوا اور سندِ حکومت
کے ساتھ ایک کروڑ درہم بھی جو عموماً خراسان کے گورنروں کو ملتے تھے عطا
ہوئے۔ طاہر نے ایک مہینہ میں ساز و سامانِ سفر درست کیا اور ۲۹ ذیقعد
۲۰۵ھ کو خراسان روانہ ہوا۔ طاہر کا بیٹا اس کے بعد صاحب الشرطہ مقرر ہوا لیکن
تھوڑے ہی دنوں میں اسکی ذاتی لیاقتوں نے مصری گورنری پر پہنچا دیا۔ تقرر کے وقت مامون نے
اسکو اپنے سامنے بلایا اور کہا کہ "یوں تو ہر شخص اپنی اولاد کی نسبت حسن ظن رکھتا ہے لیکن طاہر

جو کچھ تمہاری تعریف میں کہا اس سے کم کہا جس کے تم دراصل مستحق ہو۔ طاہر نے
زدہ سنا تو بیٹے کو نہایت مفصل خط لکھا۔ جو آئینِ حکومت۔ انتظاماتِ ملکی۔
ہ رعایا کے متعلق ایک نہایت مدبرانہ دستور العمل تھا یہ خط اس قدر مقبولِ عام ہوا
ام لوگوں نے اس کی نقلیں لیں۔ خود مامون نے اس کی باضابطہ نقلیں عموماً
م سلطنت کے پاس بھجوائیں۔ اور کہا کہ طاہر نے دنیا و دین۔ تدبیر و رائے و
یاست و اصلاح ملک۔ وحفاظت سلطنت قیام خلافت کے متعلق کوئی
ت اٹھا نہیں رکھی۔

عبدالرحمٰن بن احمد کی بغاوت ۲۰۶ھ

ان کی بغاوت نہ چنداں بے جا تھی نہ پُر زور تھی۔ لیکن وہ اس لیے زیادہ
رکھنے کے قابل ہے۔ کہ اس سے مامون کی تاریخ زندگی میں ایک نیا انقلاب
وع ہوتا ہے یمن کے لوگ عمال کی بے اعتدالیوں سے باغی ہو گئے تھے۔
ں کو ایک صاحب اثر شخص سمجھ کر خلیفہ قرار دیا۔ مامون نے دینار بن عبداللہ کو
ابلے کے لیے بھیجا۔ لیکن ایک معاہدہ امن بھی لکھ کر دے دیا کہ اگر عبدالرحمٰن
ول کرلے تو لڑائی کی کچھ ضرورت نہیں۔ زمانہ حج میں دینار یمن کو روانہ ہوا۔
معاہدہ امن عبدالرحمٰن کے پاس بھیج دیا عبدالرحمٰن نے خود دینار کے ہاتھ پر
یعت کرلی۔ اور بغداد چلا آیا۔ مامون سادات کی پیہم بغاوتوں سے نہایت تنگ
یا تھا۔ اب اس نے ۲۸ ذیقعدہ سنہ ۲۰۱ھ کو حکم دیدیا کہ عموماً آلِ علی اپنا امتیازی
اس چھوڑ کر سیاہ لباس اختیار کریں۔ اور آج سے دربار میں نہ آنے

Marfat.com

پا ویں۔ مامون کو اس خاندان سے جو بے لاگ محبت تھی سیاستِ ملکی نے اس کو اس صورت میں بدل دیا۔ جس کی تاریخ ۲۸ ر ذیقعدہ سے شروع ہوتی ہے

ذوالیمنین طاہر کا وفات پانا۔ روز شنبہ جمادی الثانی

سنہ ۲۰۷ھ مقامِ مرو۔

مامون نے اگرچہ احمد بن ابی خالد کی ذمہ داری پر طاہر کو خراسان ایسے بڑے صوبے کی حکومت دے دی تاہم وہ اس کی طرف سے مطمئن نہ تھا۔ طاہر خراسان کو روانہ ہوتے ہوئے جب مامون سے رخصت ہونے گیا۔ تو مامون نے ایک خاص غلام اس کے ساتھ کر دیا جس کی نسبت طاہر کو یہ یقین دلایا کہ اس کی کارگزاریوں کا صلہ ہے۔ مگر در پردہ غلام کو ہدایت کی تھی کہ اگر طاہر کے خیالات بغاوت کی طرف مائل دیکھے تو زہر دیدے۔ خراسان پہنچ کر غالباً طاہر نے بغاوت کا ارادہ کیا مگر مؤرخین اس کا ثبوت بجز اس کے نہیں پیش کرتے کہ ایک جمعہ میں طاہر نے خطبہ میں مامون کا نام نہیں پڑھا کلثوم بن ثابت خراسان کا پرچہ نویس اس موقع پر موجود تھا۔ اس نے گھر پر آکر غسل کیا اور کفن پہن کر مامون کو اس واقعہ کی عرضی لکھی۔ اس کو یہ یقین تھا کہ طاہر کو بھی ضرور اس حال سے خبر ہوگی اور وہ اس کو زندہ نہ چھوڑے گا۔ مامون نے عرضی پڑھی تو احمد بن ابی خالد کو بلا بھیجا اور کہا کہ اسی وقت خراسان روانہ ہو۔ احمد نے بڑے اصرار سے رات بھر کی مہلت لی تھوڑی دیر کے بعد دوسرا پرچہ پہنچا کہ طاہر نے دفعتاً انتقال کیا۔ احمد کا

ملتوی رہ گیا۔ طاہر کو جمعہ کے دن بخار چڑھا۔ ہفتہ کی صبح کو لوگ عبادت لیے گئے تو دربانوں سے معلوم ہوا کہ آج خلاف معمول ابھی تک خوابگاہ میں ۔ زیادہ دیر ہوئی تو لوگ اندر گئے طاہر سر سے پاؤں تک کپڑے میں لپٹا ہوا پڑا تھا بعضوں کا بیان ہے کہ پلکوں میں کچھ عارضہ پیدا ہوا جس سے وہ دفعتاً ا اور مر گیا۔[1]

مامون نے طاہر کے بعد اس کے بیٹے طلحہ کو خراسان کی حکومت دی دوسرے عبد اللہ کو بھی معزز عہدے دیئے۔ طاہر کی تین پشتوں یعنی خود طاہر و عبد اللہ طاہر و عبید اللہ بن عبد اللہ نے دولت عباسیہ میں بڑا اقتدار حاصل کیا۔ ہم س میں کچھ شبہ نہیں کہ طاہر کو زہر دیا گیا اور خود مامون نے زہر دلوایا۔ لیکن اگر ن کی جگہ کوئی دوسرا بادشاہ ہوتا تو کیا کرتا۔ اگر اس نظر کے لیے ہم دور نہ جائیں خود مامون کے نامور باپ ہارون الرشید کی طرف نگاہ اٹھائیں تو کیا ت ہوگا اور ہم دیکھتے ہیں کہ ایک خیالی الزام پر برامکہ کا وہ فیاض خاندان کی نظیر سے کل تاریخ اسلام خالی ہے ایک لحظہ میں دنیا سے ناپید کر دیا۔ لیکن مامون

---

[1] مصنف عیون الحدائق۔ کامل، ابن خلدون۔ ابو الفدا۔ کسی نے نہیں لکھا کہ طاہر کر مرا۔ مگر عربی مؤرخین کی یہ عادت ہے کہ وہ واقعات کو بالکل سادہ لکھتے ہیں اور س بات سے بحث نہیں کرتے۔ صرف ابن خلکان ایک شخص ہے۔ جس نے اس قعہ کی پوری تفصیل لکھی ہے۔ اور چونکہ اس نے نہایت معتبر تاریخ کا یعنی ہارون بن باس بن مامون الرشید کی تاریخ کا حوالہ دیا ہے۔ میں نے اس موقع پر جو کچھ لکھا ہے ی سے لکھا ہے۔ دیکھو تاریخ ابن خلکان۔ ترجمہ۔ طاہر ۱۲ منہ

نے جو کچھ کیا سیاست ملکی کے لحاظ سے اس کا ضروری فرض تھا تاہم اس کے خاندان سے کچھ تعرض نہ کیا بلکہ اس کی اولاد کو اس رتبہ پر پہنچایا کہ کچھ زمانے کے بعد خراسان میں ان کی مستقل حکومت قائم ہو گئی مامون کے پاس جب طاہر کے مرنے کی خبر آئی تو اس نے کہا کہ ”خدا کا شکر ہے جس نے طاہر کو مجھ سے پہلے بلا لیا“ اس بات سے بھی ظاہر ہے کہ طاہر کی بغاوت کا اس کو کافی یقین ہو چکا تھا۔ اس کتاب کے دوسرے حصے میں معلوم ہو گا کہ مامون ملک کے ہر ایک جزئی حالات سے کس قدر واقفیت رکھتا تھا۔ اور اس وجہ سے اس کی رائے ان معاملات میں نہایت وقعت کے قابل ہے۔

افریقہ اور منصور بن نصیر کی بغاوت ۲۰۸ھ ہجری

افریقہ کو ممالک اسلامیہ میں داخل ہوئے قریباً سو برس گزر چکے تھے مگر عہد فتح سے آج تک ہمیشہ خطرناک بغاوتیں برپا رہیں۔ یہاں کی آب و ہوا میں پہلے بھی اطاعت کا مادہ نہ تھا اور قبائل عرب کے مل جانے سے جو ایک مدت سے ان اطراف میں جا کر آباد ہوتے جاتے تھے۔ ان کی سرکشی اور پرخطر اور تیز ہو گئی تھی یہاں کا جو خراج تھا وہ یہیں کے امن و انتظام قائم رکھنے میں صرف ہوتا تھا۔ بلکہ مصر کے خزانے سے اور پانچ لاکھ روپے سالانہ منگوانے پڑتے تھے۔

۱۸۴ھ میں ہارون الرشید نے ابراہیم بن الاغلب کو افریقہ کا گورنر مقرر کیا تھا جس نے افریقہ سے ۴۰ ہزار دینار بطور خراج دینے کا وعدہ کیا تھا۔ ابراہیم نے نہایت نیک نامی کے ساتھ حکومت کی۔ اور پھر افریقہ کی گورنری اس کے

Marfat.com

خاندان کا موروثی ترکہ ہوگیا۔ چنانچہ مامون کے زمانہ میں جو شخص اس منصب پر ممتاز تھا وہ ابراہیم کا نامور فرزند زیادۃ اللہ تھا۔ ۲۰۸ھ ہجری میں تونس میں ایک تازہ بغاوت کی ابتدا ہوئی جس کا بانی منصور بن نصیر تھا۔ زیادۃ اللہ نے ایک افسر کو جس کا نام محمد بن حمزہ تھا تین سو سوار دے کر بھیجا کہ دفعتاً ٹیونس پہنچ کر منصور کو گرفتار کر لائے۔ لیکن محمد کے پہنچنے سے پہلے منصور کو خبر ہوگئی اور وہ طنبدہ چلا گیا۔ محمد کو ٹیونس میں بالکل ناکامی ہوئی۔ اب اس نے یہاں کے قاضی کو منصور کے پاس بطور سفارت کے بھیجا۔ چالیس اور بڑے بڑے ثقات قاضی صاحب کے ساتھ گئے کہ وعظ پند کا فسوں پھونک کر منصور کو مسخر کر لائیں مگر منصور ان سادہ دل ملاؤں سے زیادہ چالاک تھا۔ اُسنے قاضی صاحب سے کہا کہ "میں تو قدیم نمکخوار ہوں۔ آج کی رات آپ ماحضر قبول فرمائیں۔ کل میں خود آپ کے ہمرکاب چلوں گا"۔ منصور نے محمد کو بھی دعوت کے کھانے اور فواکہ بھیجے اور لکھا کہ کل قاضی صاحب کے ساتھ شرف خدمت حاصل کروں گا"۔ محمد اور اس کی مختصر فوج نے نہایت اطمینان کے ساتھ دعوت کے مزے اڑائے اور خوب شرابیں پیں۔ ہنوز خمار نہیں اترا تھا کہ دفعتاً طبل جنگ کی مہیب آواز نے ان بدمستوں کو چونکا دیا۔ اُٹھے تو منصور ایک جمعیت کثیر کے ساتھ سر پر موجود تھا۔ محمد کی فوج نے بھی ہتھیار سنبھالنا چاہا مگر اعضا قابو میں نہ تھے تاہم ایک سخت معرکہ ہوا اور ساری رات لڑائی رہی۔ محمد کی فوج بالکل قتل ہوگئی صرف دو لوگ بچ گئے جو دریا میں کود پڑے اور تیر کر اُس پار نکل گئے۔ ٹیونس میں جو شاہی فوج تھی۔ اس نے بھی منصور کی خدمت میں حاضر ہو کر اطاعت پر آمادگی ظاہر کی مگر اس اندیشہ

Marfat.com

سے کہ آئندہ منصور اگر زیادۃ اللہ سے مل گیا تو وہ کسی طرف کے نہ ہوں گے یہ شرط
پیش کی کہ آپ زیادۃ اللہ کے کسی عزیز کو قتل کرا دیجئے۔ اسمٰعیل کے قتل سے جو زیادۃ اللہ
کا رشتہ دار تھا اور ٹیونس کا عامل تھا یہ خواہش پوری کر دی گئی۔ ٹیونس کے اضلاع
میں منصور کی قوت روز افزوں ترقی کرتی رہی۔ اور اس وجہ سے ضرور تھا کہ زیادۃ اللہ
بھی برابر کی طاقت سے اس کا مقابلہ کرے۔ اس نے اپنے وزیر خاص غلبون کو اس
مہم کے لیے انتخاب کیا۔ مگر دسویں ربیع الاول کو جو معرکہ ہوا اس میں غلبون نے
شکست کھائی اور فوج جو ساتھ تھی باغیانہ افریقہ کے مختلف شہروں میں پھیل گئی
غلبون کو شکست دے کر منصور کے حوصلے بلند ہو گئے۔ اس نے خود زیادۃ اللہ کی
دارالحکومت قیروان کو جا گھیرا ۴۰ دن تک محاصرہ رہا اور بڑے بڑے معرکے ہوئے
مگر اخیر لڑائی میں جو ۱۵ جمادی الثانی کو پیش آئی زیادۃ اللہ اس سروسامان سے
نکلا کہ منصور نے پہلے ہی ہمت ہار دی۔ مقابلہ ہوا۔ لیکن نتیجہ جنگ وہی تھا۔ جو
منصور کے خیال میں تھا چونکہ محاصرہ کے زمانہ میں قیروان والے منصور سے مل گئے تھے۔
زیادۃ اللہ نے اب ان سے انتقام لینا چاہا لیکن علماء اور فقہا بیچ میں پڑے اور
اس کو اس ارادے سے باز رکھا تاہم عبرت کیلئے قیروان کی شہر پناہ بالکل برباد کر دی گئی
اگرچہ منصور خود شکست کھا کر قیروان سے چلا گیا۔ مگر اس کے سرداروں نے
افریقہ کے اکثر اضلاع دبا لیے تھے۔ ان میں سے ایک شخص عامر بن نافع تھا جس
نے سبیبہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ ۲۰۸ھ ہجری میں زیادۃ اللہ نے محمد بن عبداللہ اپنے ایک
عزیز کو اس کے مقابلے پر بھیجا۔ ۲۰ محرم کو ایک سخت معرکہ ہوا۔ محمد نے شکست
کھائی اور قیروان کو الٹا واپس آیا۔ اس اثناء میں منصور نے دوبارہ قوت حاصل

Marfat.com

کی اور چونکہ فوج جو منصور کے ساتھ تھی۔ اس کے اہل و عیال قیروان میں رہ گئے تھے۔ اس نے پھر قیروان کا محاصرہ کیا ۱۶ دن محاصرہ رہا۔ اگرچہ کوئی لڑائی نہیں ہوئی مگر منصور اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ اہل فوج کے عزیز و اقارب قیروان سے نکل آئے۔ اور اپنے عزیزوں سے آکر مل گئے منصور بھی ٹیونس کو واپس چلا آیا۔ افریقہ کے اکثر اضلاع زیادۃ اللہ کے ہاتھ سے نکل گئے۔ خود شاہی فوج جو منصور کے ساتھ ہو گئی تھی۔ زیادۃ اللہ کو مغرورانہ پیغام کہلا بھیجا کہ "جو تدبیر تم کو جانبر کر سکتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ تم افریقہ سے کہیں اور چلے جاؤ۔ اس سعادت کے صلے میں ہم تمہاری جان سے کچھ تعرض نہ کریں گے" چند اتفاقی واقعات نے اگر مساعدت نہ کی ہوتی تو آل اغلب کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ مگر ۲۱۱ھ ہجری میں عامر جو منصور کا داہنا ہاتھ تھا۔ خود منصور سے ناراض ہو گیا اور بالآخر اس کو قتل کرا دیا۔ یہ محسن کش بھی کچھ زیادہ نہ پھلا دو تین برس کے بعد قضا الٰہی اور زیادۃ اللہ کے لیے افریقہ کی حکومت بے خلش چھوڑ گیا۔ زیادۃ اللہ کو ان واقعات نے بالکل مطمئن کر دیا۔ اس نے کچھ بے جا نہیں کیا کہ "اب لڑائی نے اپنے ہتھیار رکھ دیئے"

نصر بن شبث کا گرفتار ہونا ۲۰۹ھ

نصر حلب کے شمال میں کیسوم کے علاقہ کا رہنے والا تھا۔ اور امین الرشید کا نہایت جان نثار دوست تھا محاصرہ کے زمانہ میں تو امین کی کچھ مدد نہ کر سکا لیکن امین کے قتل کے بعد علانیہ بغاوت ظاہر کی۔ اور چونکہ عرب کے بعض قبائل اور بہت سے خانہ بدوش بدو بھی اس کے ساتھ ہو گئے۔ اس نے حلب دمیساط

Marfat.com

وغیرہ پر قبضہ کر لیا حسن بن سہل نے طاہر کو جو حال ہی میں بغداد کی فتح کا فخر حاصل کر چکا اس کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ ایک سخت جنگ کے بعد طاہر نے شکست کھائی اور رقہ کو واپس گیا۔ ۱۹۹ھ میں جزیرہ کے تمام اضلاع نصر کے قبضہ اقتدار میں آگئے اور ۲۰۷ھ تک اس کی بغاوت شاہی قوت کی حریف مقابل رہی ۲۰۶ھ میں جب طاہر رقہ سے چلا آیا تھا تو اس کا بیٹا عبداللہ اس مہم پر مامور ہوا۔ لیکن چار برس کی متواتر کوششوں نے بھی اس سلسلے میں کوئی نتیجہ نہیں پیدا کیا۔ ۲۰۹ھ میں مامون نے محمد عامری کو نصر کے پاس بھیجا نصر نے گو اطاعت پر آمادگی ظاہر کی مگر شرطیں وہ پیش کیں جو مامون کے نزدیک بغاوت کی سرکشی سے کچھ کم نہ تھیں پہلی شرط یہ تھی کہ "میں دربار میں حاضر نہ ہوں گا۔ مامون نے اس کی شرطیں قبول کرنے سے بالکل انکار کیا۔ محمد عامری واپس گیا اور نصر سے کہا کہ "مامون کو تمہاری حاضری ہی پر زیادہ اصرار ہے"۔ نصر دفعتاً جھلا اٹھا اور کہا کہ "چند مینڈکوں (قوم زط[1]) پر جس کا زور نہ چل سکا۔ اس کے آگے عرب کے ہزاروں جاں باز کیونکر سر جھکا سکتے ہیں"۔ لیکن نصر کا یہ غرور قائم نہ رہا۔ عبداللہ بن طاہر نے اس کو اتنا تنگ کیا کہ بلا کسی شرط کے ہتھیار رکھ دیئے۔

ابن عائشہ و مالک کا قتل اور ابراہیم کی گرفتاری ۲۱۰ھ

ابراہیم جس نے بغداد میں علم خلافت بلند کیا تھا۔ گو مدت سے روپوش ہو گیا تھا۔ لیکن اس کے قدیم رفقا اب بھی اپنی کوششوں میں سرگرم تھے اور چاہتے تھے کہ

[1] چونکہ قوم زط کی بغاوت کو مامون فرو نہ کر سکا تھا۔ نصر نے طعنہ دیا۔

ابراہیم کو دوبارہ تخت خلافت دلائیں۔ مامون کو اس سازش کی بہت جلد اطلاع ہوگئی۔ اور صفر ۲۱۰ھ ہجری میں یہ سب گرفتار کر لیے گئے۔ ابن عائشہ و مالک اس جماعت کے سرگروہ تھے۔ ان لوگوں نے ایک بڑی فہرست تیار کرکے مامون کی خدمت میں بھیجی کہ اور بہت سے لوگ اس کوشش میں ہمارے ساتھ ہیں۔ لیکن مامون نے اس خیال سے کچھ التفات نہ کی کہ "شاید اپنے ساتھ دوسروں کو بھی گرفتار کرانا چاہتے ہیں۔ باغی قید خانے بھیج دیئے گئے مگر وہاں بھی نچلے نہ بیٹھے۔ ایک دن اندر سے چاروں طرف کے کواڑ بند کر دیئے اور چاہا کے دیوار توڑ کر باہر نکل جائیں۔ مامون کو خبر ہوئی تو خود جیل خانہ پہنچ کر ابن عائشہ کے سوا سب کو قتل کرا دیا ابن عائشہ ہاشمی تھا۔ اس لیے یہ امتیاز رکھا گیا کہ بجائے قتل کے اس کو سولی دی گئی لیکن اس کے ساتھ یہ قاعدہ ٹوٹ گیا۔ کہ اب تک کسی ہاشمی نے پھانسی پانے کی ذلت نہیں اٹھائی تھی۔

یہ واقعہ ابراہیم کی گرفتاری کا دیباچہ تھا۔ خود ابراہیم کی زبانی منقول ہے کہ جب مامون عراق پہنچا تو لاکھ درہم کے انعام پر اس نے میری گرفتاری کا اشتہار دیا۔ میں نے خیال کیا کہ اب بغداد میں جان کی خیر نہیں گرمی کے دن تھے۔ اور ٹھیک دوپہر تھی کہ میں گھر سے نکل کھڑا ہوا مگر یہ کون بتا سکتا تھا کہ کہاں جاؤں گا۔ گلی میں پہنچا۔ لیکن اس کی دوسری طرف راستہ نہ تھا۔ اب نہ آگے بڑھ سکتا تھا نہ الٹا پھر سکتا تھا۔ اسی اضطراب میں ایک مکان نظر پڑا جس کے دروازے پر ایک حبشی غلام کھڑا تھا۔ میں نے بڑھ کر اسے التجا کی کہ "ذرا دیر کے لیے اپنے

ملے ابراہیم ربیع الاوّل ۲۱۰ھ میں گرفتار ہوا۔ ۱۲ منہ

مکان میں جگہ دے سکتے ہو؟ اس نے نہایت خوشی سے منظور کیا۔ اور مجھ کو ایک کمرہ میں لے جا کر بٹھایا۔ جو عمدہ اور بیش بہا ساز و سامان سے مزین تھا۔ لیکن چونکہ خود باہر چلا گیا اور کواڑ بند کرتا گیا میری تازہ امیدیں پھر یاس سے بدل گئیں کہ غلام میرے گرفتار کرانے کو پولیس کے پاس گیا ہے۔ میں اسی پیچ و تاب میں تھا کہ اسی نے کواڑ کھولے، اور ایک مزدور کے ساتھ مکان میں داخل ہوا۔ میں نے مسرت آمیز تعجب سے دیکھا کہ وہ گوشت دیگچی۔ کورے پیالے اور تمام ضروری چیزیں اپنے ساتھ لایا ہے۔ اس نے یہ تمام سامان میرے سامنے حاضر کئے اور کھڑے ہو کر دست بستہ عرض کی کہ ”میں ذات کا حجام میری جرأت نہیں کہ اپنے گھر کا پکا ہوا کھانا حضور کی دعوت میں حاضر کروں اس لیے بازار سے سب نئی چیزیں مول لایا ہوں۔ اب حضور جو پسند فرمائیں۔“

میں نے خود کھانا تیار کیا۔ اور خوب سیر ہو کر کھایا۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھ کر شراب حاضر کی اور کھڑے ہو کر کہا کہ ”اگر اجازت ہو تو میں بھی ایک کنارے بیٹھ جاؤں اور حضور کی تفریح خاطر کے لیے دور ہی سے دورِ شراب میں شریک ہوں“ میں نے اجازت دی۔ شراب کا دور چلتا رہا۔ ذرا دیر کے بعد وہ ایک نے اٹھا لایا اور دست بستہ کہا کہ ”میرا یہ منصب نہیں کہ حضور سے گانے کیلئے عرض کروں۔ لیکن حضور کا فیاض اخلاق خود میری آرزو کو پورا کر سکتا ہے“۔ میں نے تعجب سے پوچھا کہ تم نے کیوں کر معلوم کیا کہ میں اس لطیف فن سے واقف ہوں۔ اس نے کہا ”سبحان اللہ کیا حضور چھپائے چھپ سکتے ہیں۔ کیا حضور کا اسم مبارک ابراہیم نہیں ہے۔ کیا بغداد کے تخت نے حضور کے قدموں سے

Marfat.com

عزت نہیں حاصل کی۔ مامون الرشید نے کس کیلئے لاکھ درہم کا اشتہار[1] دیا ہے"۔
یہ سن کر میں حیرت زدہ ہوگیا اور دل میں کہا کہ یہ غلام بھی خدا کی عجیب قدرتوں کا نمونہ ہے۔ میں نے ایسے فیاض میزبان کا رنجیدہ کرنا خلاف انسانیت سمجھا اور لے کے ساتھ حسب حال کچھ اشعار گائے۔ غلام بدمست ہوگیا مزے میں آکر خود بھی گانا شروع کر دیا اور اس درد سے گایا کہ در و دیوار بول اٹھے۔ میں تمام خطرات کو یک لخت بھول گیا۔ اور فرمائش کی کہ کچھ اور گاؤ۔ اس نے نہایت دلکش آواز میں یہ اشعار گائے۔

تعیرنا انا قلیل عدیدنا فقلت لها ان الکرام قلیل

وہ ہم کو عیب لگاتی ہے کہ ہمارا شمار کم ہے
میں نے اس سے کہا کہ بڑے لوگ کم ہی ہوتے ہیں

وانا لقوم ما نری القتل سبۃ اذا ما راتہ عامر وسلول

عامر و سلول قتل ہونے کو عیب سمجھتے ہیں،
لیکن ہم ایسا نہیں سمجھتے ،،

ان پُراثر شعروں نے میرے ہوش و حواس بالکل کھو دئے اور غفلت زدہ ہوکر سو گیا جاگا تو شام ہو چکی تھی۔ میں نے جیب سے ایک تھیلی نکالی اور غلام کو یہ کہہ کر دینا چاہا کہ "لو خدا حافظ۔ سردست یہ حقیر پیشکش قبول کرو۔ خدا نے اگر وہ دن کیا کہ میری بدقسمتی اقبال مندی سے بدلی تو میں تمہارے احسانات

[1] اس قصے کو کسی قدر اختلاف کے ساتھ خود یوسف کاتب نے جو ابراہیم کا خاص ندیم تھا اپنی ایک تصنیف میں جو صرف ابراہیم کے حالات میں لکھا ہے۔ "مروج الذہب مسعودی خلافت مامون"

کا کافی صلہ دے سکوں" غلام نے نہایت رنجیدہ ہو کر کہا "افسوس عزیب آدمی
آپ لوگوں کی نگاہ میں حقیر مخلوق ہے مجھ کو حضور کی ذرہ نوازی سے جو عزت ملی،
کیا میں اس کو درہم و دینار کے عوض بیچ سکتا ہوں۔ خدا کی قسم یہ الفاظ دوبارہ
سننے کی میں طاقت نہیں رکھتا۔ اور اگر آپ مقرر فرمائیں گے تو میں اپنی حقیر
زندگی کو قربان کر دوں گا" میں نے ندامت کے ساتھ اپنا بے موقع عطیہ واپس
لیا اور چاہا کہ غلام سے رخصت ہوں، لیکن اس نے عاجزانہ لہجہ میں کہا کہ "میرے آقا
آپ یہاں زیادہ امن و امان کے ساتھ رہ سکیں گے کچھ دن اور صبر کیجئے
یہ فتنہ فرو ہولے تو حضور کو اختیار ہے" میں چند روز اور اس کے مکان پر
مقیم رہا لیکن اس خیال سے کہ میرا میزبان میرے مصارف کی وجہ سے گرانبار ہوا
جاتا ہے چپکے سے نکل کھڑا ہوا اور اخفائے حال کے لیے زنانہ لباس پہن لیا۔
تاہم راہ میں ایک فوجی سوار نے مجھ کو پہچان لیا اور چلا کر لپٹ گیا "لینا مامون
کا اشتہاری جانے نہ پائے" میں نے پوری قوت سے اس کو پرے دھکیل دیا۔
وہ ایک گڑھے میں جا پڑا۔ اور راہ گیر کے آدمی شور و غل سن کر ہر طرف سے دوڑ
پڑے۔ میں فرصت پا کر بھاگتا ہوا اس پار جا پہنچا۔ اور ایک عورت سے جو اپنے
مکان کے دروازے پر کھڑی تھی۔ درخواست کی کہ "میری جان بچالے۔ اس نے
نہایت خوشی سے میرا استقبال کیا۔ لیکن بدقسمتی سے یہ نیک دل عورت اسی سوار کی
جورو نکلی جس نے میرا پردہ فاش کرنا چاہا تھا۔ ذرا دیر کے بعد وہ بیرحم سوار آپہنچا۔ مکان میں
گھسنے کیساتھ اسکی نگاہ مجھ پر پڑی اور بیوی کو الگ لے جا کر ساری داستان سنائی
تاہم اس فیاض عورت نے مجھ کو آکر تسکین دی کہ جب تک میں ہوں آپ کو کچھ ضرر

Marfat.com

نہ پہنچے گا۔" میں تین دن تک اس کا مہمان رہا۔ لیکن چونکہ شوہر کی جانب سے اس کو اطمینان نہ تھا۔ چوتھے دن مجھ سے کہا "افسوس میں آپکی حفاظت کا ذمہ نہیں اٹھا سکتی۔" مجبورانہ وہاں سے نکلنا پڑا۔ اس اضطراب میں مجھ کو اپنی ایک کنیز خاص یاد آئی۔ میں سیدھا اس کے پاس اسکے مکان پر گیا۔ مجھ کو دیکھ کر باہر نکل آئی اور روتی ہوئی آواز اور دریائی آنسوؤں سے میرا استقبال کیا۔ تھوڑی دیر تک غمخواری کی باتیں کرتی رہی پھر باہر چلی گئی۔ میں نے بغیر کسی تردد کے خیال کیا کہ دعوت کے اہتمام میں جاتی ہے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد جو تحفہ وہ میرے لیے بازار سے لائی وہ پولیس کے خونخوار سپاہی تھے۔ میں اس وقت تک زنانہ لباس میں تھا اور اسی ہیئت میں گرفتار ہو کے مامون کے دربار میں حاضر کیا گیا۔ سامنے پہنچا تو دربار کے قاعدے کے موافق سلام کیا۔ مامون نے کہا "خدا تیرا برا کرے" میں نے کہا "امیرالمؤمنین ذرا ٹھہر جا۔ میں بے شبہ سزا کا مستحق ہوں۔ لیکن تقوٰے عفو کا باعث ہے میرا گناہ ہر گناہ سے بڑھ کر ہے۔ لیکن تمام فیاضیاں تیرے رتبہ سے فروتر ہیں۔ اگر تو مجھ کو سزا دے تو تجھ کو حق ہے۔ اور اگر بخش دے تو نوازش ہے پھر میں نے یہ اشعار پڑھے۔

ذنبی الیک عظیم ۔۔۔ وانت اعظم منہ
میرا گناہ بڑا ہے، ۔۔۔ لیکن تو اُس سے بالاتر ہے
فخذ بحقک اولا ، ۔۔۔ فاصفح بحلمک عنہ
یا اپنا حق لے ، ۔۔۔ یا اپنے حلم کی وجہ سے درگذر
ان لم اکن فی فعال ، ۔۔۔ من الکرام فکنہ

اگر میرے کام شریفانہ نہیں ہیں تو آخر تیرے تو ہونے چاہئیں

میرے عاجزانہ فقرے اور پر تاثیر اشعار مامون کے دل پر قبضہ پاتے جاتے تھے محبت سے میری طرف نگاہ کی۔ میں نے چند اور شعر دردناک لہجہ میں پڑھے۔ اس کا دل بھر آیا اور ارکان دولت کی طرف مخاطب ہوا کہ "کیا رائے ہے"۔ سب نے متفق اللفظ کہا "قتل" مگر احمد بن ابی خالد وزیر اعظم نے عام رائے کے خلاف شفاعت[1] کی اور کہا تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ بغاوت کے جرم پر قتل کا حکم دیا گیا لیکن اے امیر المؤمنین اگر تو بخشدے تو ہم تیری فیاضی کی نظیر پچھلی تاریخوں میں بھی نہیں دکھا سکیں گے"۔ مامون نے سر جھکا لیا اور شعر پڑھا۔

قومی ھم قتلوا امیم اخی
فاذا رمیتھم یصیبنی سھمی

میرے بھائی امیم کو میری قوم نے قتل کیا
میں اگر ان پر تیر چلاؤں تو مجھ ہی کو لگے گا "

میں نے دفعتاً چہرے سے نقاب الٹ دی اور چلا اٹھا کہ "اللہ اکبر۔ خدا کی قسم امیر المؤمنین نے بخش دیا"۔ مامون سجدہ میں گرا۔ اور دیر تک سربسجدہ رہا۔ اور پھر مجھ سے مخاطب ہوا اور کہا کہ "چچا جان آپ جانتے ہیں کہ میں نے کیوں سجدہ کیا میں نے عرض کیا کہ "شاید میری اطاعت پر"۔ مامون نے کہا "نہیں بلکہ اس بات پر کہ خدا نے مجھ کو عفو کی توفیق دی"۔ مامون نے پھر میری ساری داستان سنی اور

---

[1] ابن واضح کاتب عباسی کی تاریخ میں اس فقرہ کو کسی قدر تغیر کے ساتھ مامون ہی کیطرف منسوب کیا ہے اور لکھا ہے کہ کسی نے ابراہیم کی شفاعت نہیں کی۔

Marfat.com

غلام، عورت، کنیز، کو طلب کیا غلام کا ہزار دینار سالانہ مقرر کر دیا ۔ عورت کو بھی انعام عطا کیا ۔ لیکن کنیز کو اپنی توقع کے خلاف خیر خواہی کا کچھ صلا نہ ملا ۔ بلکہ الٹی سزا پائی۔[1]

مصر و اسکندریہ کی بغاوتیں سنہ ۲۱۱ ہجری

سنہ ۲۰۶ھ میں عبید اللہ سری مصر کا عامل مقرر ہوا تھا ۔ اگرچہ نہایت رعب داب اور حسن انتظام کے ساتھ حکومت کی ۔ مگر امید سے زیادہ خود اعتمادی اور خود سری کا خیال پیدا کر دیا ۔ طاہر کا نامور فرزند عبد اللہ اس کے مقابلہ پر مامور ہوا ۔ مصر جب ایک منزل رہ گیا تو اس نے ایک سردار کو تھوڑی سی فوج دیکر آگے روانہ کیا کہ پڑاؤ کے لیے کوئی محفوظ مقام متعین کر رکھے عبید اللہ سری نے یہ خبر پاکر دفعتاً سردار پر چھاپہ مارا لیکن اس نے نہایت استقلال سے مقابلہ کیا اور ایک قاصد دوڑایا کہ عبد اللہ کو جاکر خبر دے ۔ عبد اللہ عین وقت پر پہنچا ۔ عبید اللہ ایسا نادان تھا کہ اب بھی جنگ قائم رکھتا ۔ سیدھا مصر کو واپس گیا ۔ اور شہر پناہ کے دروازے بند کروا دیئے ۔ عبد اللہ نے شہر کا محاصرہ کیا ۔ کچھ بہت دن نہیں گذرنے پائے تھے کہ عبید اللہ نے انجام کار پر غور کر کے سپر ڈال دی اور عبد اللہ کی خدمت میں گرانبہا تحفہ جس کو رشوت کہنا زیادہ مناسب ہے ۔ ارسال کیا ۔ یہ بے بہا تحفہ جس میں ہزاروں لونڈی غلام اور ایک کے ہاتھ میں ہزار ہزار اشرفیاں تھیں قصداً

---

[1] دیکھو ثمار الاوراق بر حاشیہ مستطرف صفحہ ۲، الکامل بن الاثیر ۔ اغانی ۔ ابن خلدون وغیرہ میں ابراہیم کی گرفتاری کے حالات مختلف طریقوں سے بیان کئے گئے ہیں ۔

رات کے وقت بھیجا گیا۔ لیکن عبداللہ نے صاف انکار کر دیا اور لکھ بھیجا کہ "اگر میں دن کو تیرا ہدیہ قبول کر سکتا تو رات کو بھی مجھ کو انکار نہ ہوتا۔ خط کے اخیر میں قرآن مجید کی یہ پُر رعب آیتیں لکھیں"۔ اِرْجِعْ اِلَیْهِمْ فَلَنَاْتِیَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا۔ ترجمہ:۔ تو ان کی طرف واپس جا۔ میں ایک ایسا لشکر لے کر اُن پر آتا ہوں جس کا وہ لوگ سامنا نہیں کر سکتے۔ اس غضبناک خط نے تلولد سے بڑھ کر کام دیا۔ عبید اللہ نے مجبور ہو کر امان طلب کی مصر سے تو اطمینان ہوا مگر ہنوز اسکندریہ کا مرحلہ باقی تھا۔ عبید اللہ کے زمانۂ بغاوت میں اسپین سے دولت بنی امیہ کی ایک فوج آئی اور اسکندریہ پر قابض ہو گئی۔ لیکن عبداللہ کی آمد آمد نے اس کے حواس کھو دیئے اور امن کی طالب ہو کر اسکندریہ سے نکل گئی۔ اب یہ ممالک فتنہ و فساد سے یک لخت پاک ہو گئے اور ہر طرف امن و امان ہو گیا۔

زریق کی بغاوت۔ اور سید بن انس کا مقتول ہونا ۲۱۱ھ ہجری

زریق عربی النسل تھا۔ اور ۲۰۹ھ ہجری میں آرمینیہ و آذربائیجان کا گورنر مقرر ہوا تھا۔ لیکن باغی ہو گیا اور اپنی حکومت کے کل علاقے دبا لیے اسکا سعید بن انس جو موصل کا لفٹننٹ تھا۔ لیکن باغی ہو گیا معرکہ ہوا۔ مگر فتح نہ حاصل کر سکا۔ ۲۱۱ھ میں زریق نے ایک فوج کثیر تیار کی جو کم و بیش چالیس ہزار تھی۔ ایک بہادر شخص مدت سے زریق کے پاس نوکر تھا۔ اور لاکھ درہم سالانہ فقط اس بات کے پاتا تھا کہ اس نے سید کے قتل کا بیڑا اٹھایا تھا۔ قسم کھائی تھی کہ جب سید کو دیکھ

Marfat.com

پائے گا تنہا اس کے قتل کی عزت حاصل کرے گا۔ اب زریق نے جو یہ فوج گراں سید کے مقابلہ پر بھیجی تو یہ بہادر شخص بھی ساتھ گیا۔ سید لڑائیوں میں ہمیشہ تنہا حملہ آور ہوتا تھا اس معرکہ میں حریف کی فوج گو چالیس ہزار سے کم نہ تھی مگر اس نے اپنا طریقہ چھوڑنا پسند نہ کیا۔ اور تنہا اتنے بڑے لشکر پر حملہ آور ہوا۔ زریق کی فوج سے وہی بہادر شخص نکلا ہر ایک نے جان توڑ کر شجاعت کے جوہر دکھائے اور دونوں کے ایک ساتھ قتل ہونے نے یہ ثابت کر دیا کہ دونوں برابر کے حریف تھے۔

مامون نے محمد بن حمید طوسی کو موصل کی حکومت عطا کی۔ محمد ۲۱۱ھ ہجری میں موصل پہنچا اور فوج شاہی کے علاوہ عرب کے بہت سے قبائل ساتھ لیے جو ایک مدت سے موصل میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ سید بن انس کا فرزند محمد بھی جو برسوں سے باپ کے خون کا عوض لینے کے لیے بے قرار تھا۔ اس فوج کے ہمراہ گیا۔ زریق محمد کی آمد کی خبر سن کر خود مقابلے کے لیے بڑھا اور مقام زاب پر دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں۔ ایک سخت جنگ کے بعد زریق امن طلب کرنے پر مجبور ہوا مامون نے اس فتح نمایاں کے صلح میں زریق کا تمام مال و اسباب محمد کو عنایت کیا۔ مگر اس نے زریق کی اولاد کو بلا کر سب واپس دے دیا اور کہا کہ "میں اپنی طرف سے تم کو دیتا ہوں" محمد نے آذربائیجان پہنچ کر ان تمام باغیوں کو بھی گرفتار کیا جو زریق کے نائب بن کر ان اضلاع پر قابض تھے۔

بابک خرمی کی بغاوت

جاویداں ایک مجوسی تھا۔ جو ایک نئے مذہب کا بانی ہوا اور نہایت

Marfat.com

شہرت حاصل کی اس کے مرنے کے بعد بابک نام ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ جاویدان کی روح میرے جسم میں آگئی ہے۔" سنہ ۲۰۱ھ ہجری میں اس نے بڑی قوت حاصل کر لی اور اسلامی سلطنت کے زوال کے درپے ہوا۔ سنہ ۲۰۲ھ میں عیسیٰ (گورنر آذربائیجان و آرمینیہ) اس مقابلے پر مامور ہوا۔ مگر شکست کھائی۔ سنہ ۲۰۹ھ ہجری میں احمد ابن کافی نے حملہ کیا۔ مگر بابک کی فوج نے زندہ گرفتار کر لیا۔ سنہ ۲۱۴ھ ہجری میں محمد جس نے زریق کی پُرزور بغاوت کا خاتمہ کر دیا تھا۔ بڑے ساز و سامان سے روانہ ہوا۔ اور بڑے بڑے میدان اور دشوار گزار گھاٹیاں طے کرتا ہوا بابک مستقر حکومت تک پہنچ گیا۔ ہشتادسر کے آگے پہاڑوں کا ایک بڑا وسیع سلسلہ ہے۔ بابک نے یہیں ایک محفوظ اور بلند موقع پر اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کیا تھا۔ محمد نے بڑی ترتیب سے فوج کو اوپر چڑھایا۔ قلب فوج پر ابوسعید اور میمنہ و میسرہ پر سعدی و عباس کو متعین کیا۔ خود عقب میں رہا کہ ہر طرف سے دیکھ بھال رکھے بابک نے پہلے سے کچھ فوج کمین گاہوں میں چھپا رکھی تھی۔ محمد کی فوج قریباً تین فرسنگ تک اوپر چڑھتی چلی گئی بابک کا صدر مقام بالکل قریب آگیا تھا۔ کہ دفعتاً اس کے آگے کمین گاہوں سے نکل کر محمد کی فوج پر ٹوٹ پڑے ادھر خود بابک بھی ایک جماعت کثیر لے کر بڑھا۔ محمد کا لشکر دونوں طرف سے بیچ میں آگیا۔ اور سخت ابتری پڑ گئی۔ ابوسعید و محمد نے بہت کچھ سنبھالا مگر فوج نہ سنبھل سکی۔ محمد تنہا رہ گیا۔ اور چونکہ لڑائی کے مرکز سے دور پڑ گیا تھا۔ چاہا کہ کسی طرف نکل جائے اس ارادے سے چند قدم چلا تھا کہ سامنے شاہی فوج نظر آئی۔ جس کو بابک کی فوجیں پائمال کئے دیتی تھیں۔ محمد فطری شجاعت کا جوش ضبط نہ کر سکا اور الٹا پھرا۔ ایک بہادر افسر بھی اس کے ساتھ تھا۔

Marfat.com

دونوں بابک پر حملہ آور ہوئے اور نہایت جانبازی کے ساتھ لڑ کر مارے گئے۔

مامون الرشید ۲۱۸ھ تک زندہ رہا مگر اس کی زندگی تک بابک کا فتنہ فرو نہ ہوا۔[1] معتصم باللہ کے عہد خلافت کا یہ ایک مشہور اور یادگار واقعہ گنا جاتا ہے کہ اس کے سرداروں نے متعدد پُرخطر لڑائیوں کے بعد بابک کو زندہ گرفتار کیا۔

فتوحاتِ ملکی[2]

اگرچہ مامون کا عہد حکومت شروع ہی سے خانہ جنگیوں اور بغاوتوں میں الجھا رہا۔ تاہم اس کے وسیع حوصلوں نے فتوحات اسلامی کا دائرہ تنگ نہیں ہونے دیا۔ صحابہ اور بنی امیہ کی سی عظیم فتوحات تو دولت عباسیہ کی تاریخ میں سرے سے ناپید ہیں۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ اس میدان میں مامون اپنے نامور اسلاف ہارون الرشید، منصور، مہدی سے کچھ پیچھے نہیں ہے۔ بنو امیہ کے قبضہ میں تلوار تھی۔ بخلاف اس کے دولتِ عباسیہ کے ایک ہاتھ میں قلم بھی تھا اس لحاظ

---

[1] بابک کا ظہور ۲۰۱ہجری میں ہوا اور اس لحاظ سے مناسب تھا کہ بہ عنوان بابک کی بغاوت اسی سن کے واقعات کے ساتھ لکھا جاتا لیکن چونکہ اس کی بغاوت کا سلسلہ مامون کی وفات کے ساتھ بھی ختم نہیں ہوا میں نے اس کو آخر میں لکھنا مناسب خیال کیا۔

[2] عموماً مؤرخین نے مامون کی فتوحات کو اور خلفاء کی فتوحات کی طرح مختلف سنوں کے ذیل میں لکھا ہے۔ جس کی وجہ سے نہایت متفرق اور پریشان ہوگئے ہیں صرف علامہ ابن خلدون نے ہر خلیفہ کی فتوحات کو ایک جگہ لکھا ہے اور میں نے اس کی تقلید کی ہے۔ ۲۔

Marfat.com

سے اگر اس خاندان کی ملکی فتوحات زیادہ وسیع نہ ہوں تو کچھ تعجب ہو سکتا ہے نہ ہم اس پر کوئی الزام عائد کر سکتے ہیں۔

عباسیوں کو جس چیز نے دنیا کی تاریخ میں زیادہ نامور کر دیا وہ ان کی قلم کی فتوحات ہیں جس کا اقرار ایشیا یورپ دونوں کو ہے۔ اور جس کی وجہ سے یورپ کی استادی کا مُردہ فخر آج بھی مسلمانوں کے دماغ کو مختل رکھتا ہے۔ ۱۹۷ھ میں مامون کی اکثر فوجیں گو بغداد کے محاصرے میں مصروف تھیں تاہم ممالک مشرقیہ میں اس کی عظمت کا اثر کامیابی کے ساتھ پھیلتا جاتا تھا۔ کابل پر فوجیں بھیجیں۔ والی کابل اسلام لایا۔ اور تاج و تخت نذر بھیجا۔ یہ بھی درخواست کی کہ کابل پر فوجیں دارالخلافت خراسان کے اضلاع میں داخل کر لیجئے۔ اس سے پہلے بھی اسلامی فتوحات کا سیلاب ان کوہستانوں کے بلند مقامات سے گزر گیا تھا لیکن یہ فخر مامون ہی کی قسمت میں تھا کہ اس کے عہد میں والیٔ کابل اسلام لایا۔ قندھار، غزنی وغیرہ سے بت پرستی قریباً معدوم ہوگئی اور یہ ممالک ہمیشہ کے لیے علَم اسلام کے سایہ میں آگئے سیکڑوں ہزاروں مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ اور توحید کی خالص آواز سے تمام دشت و جبل گونج اٹھے۔ سندھ ایک مدت سے ممالک اسلامیہ میں داخل تھا۔ منصور عباسی کے زمانہ میں اس کے عامل نے یہاں ایک شہر بھی آباد کرایا تھا جس کا نام منصورہ رکھا تھا۔ سندھ کے گورنر ہمیشہ اپنا صدر مقام اسی کو اختیار کرتے رہے۔ مامون کے عہد میں موسیٰ بن یحییٰ برمکی وہاں کا گورنر مقرر ہوا اور ایک مشرقی رئیس پر فتح حاصل کی (فتوح البلدان صفحہ ۴۴۵) فضل بن ماہان نے سندان فتح کیا۔ اور ایک ہاتھی مامون کی خدمت میں بھیجا جو اہل عرب کے لیے ایک نادر تحفہ خیال کیا جاتا تھا فضل کے بیٹے

Marfat.com

محمد نے سیتی جہاز تیار کرائے اور سندھ ہند پر چڑھائی کی۔

دشمنوں کے بہت سے آدمی مارے گئے اور قالری فتح ہوا۔ (افسوس ہے کہ ان مقامات کے اصلی نام ہم معلوم نہ کر سکے۔ اس لیے معرب نام پر اکتفا کی) اسی زمانہ میں ذوالریاستین کشمیر و تبت کی طرف بڑھا۔ بوخان درا اور پر قبضہ کر لیا گیا۔ بلاد ترک بھی محفوظ نہ رہے۔ غاراب۔ شاغر۔ اطراز وغیرہ پر علم اسلام نصب ہوا۔ جبغویہ خرلجی (فرمانروائے ترک) کی اولاد حرمین گرفتار ہوئیں اور فرغانہ پر سبز پھریرے[2] اڑائے گئے۔ اشروسنہ جو ایک مستقل حکومت ہے کاؤس وہاں کا فرمانروا اسلام لایا جس کی

---

[1] اردو کی بعض کم رتبہ تاریخوں میں لکھا ہے کہ ماموں نے خاص ہندوستان پر بھی حملہ کیا اور متعدد لڑائیوں میں راجپوتوں سے شکست کھا کر واپس گیا مگر کسی معتمد تاریخ میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ فتوح البلدان میں صرف اس قدر لکھا ہے کہ فضل بن ماہان نے سندان کو فتح کیا اور مامون کی خدمت میں ایک ہاتھی بطور یادگار فتح روانہ کیا اس نے سندان میں ایک جامع مسجد بنوائی (دیکھو کتاب مذکورہ صفحہ ۴۴۶) لیکن یہ امر خود مشتبہ ہے کہ سندان کہاں ہے اور اب کس نام سے پکارا جاتا ہے۔ یاقوت حموی نے معقول طریقہ سے ایک مصنف کے اس خیال کو رد کیا ہے کہ وہ ہندوستان کا شہر ہے۔ یاقوت نے اس کو سندھ کی حدود کے قریب خیال کیا ہے سندان کہیں ہو مگر راجپوتوں سے شکست کھانا ری گھڑت ہے گو ایک ہندو مصنف نے اپنی برائے نام تاریخ میں اس کا تذکرہ علانیہ کیا ہے۔

[2] اس وقت تک مامون الرشید کی توجہ سے پھریرے فاطمیوں کی طرح سبز رنگ کے ہوتے تھے ۱۲۔

ابتدا اس طرح ہوئی کہ کاؤس کا چھوٹا بیٹا حیدر[1] ایک فوجی افسر سے ناراض ہوا اور اس کو قتل کرا دیا۔ یہ افسر معز زرنبہ کا آدمی تھا اور کاؤس نے اپنے بڑے بیٹے کی شادی اس کی لڑکی سے کی تھی حیدر نے باپ کے خوف سے شہر چھوڑ دیا۔ اور مامون کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ تھوڑی سی فوج اشروسنہ کی فتح کے لیے کافی ہے مامون نے احمد بن ابی خالد کو ایک بڑا لشکر دے کر روانہ کیا۔ کاؤس نے یہ خبر سُنی تو اپنے بڑے بیٹے کو ترک بادشاہوں کے پاس بھیجا کہ اشروسنہ کو اسلام کے غارتگروں سے بچائیں۔ ترکوں نے ایک جمعیت اعظم ساتھ کر دی مگر اسلامی فوجوں نے ان کے پہنچنے سے پہلے اشروسنہ کا فیصلہ کر دیا۔ کاؤس بغداد چلا گیا۔ اور اسلام لایا جس کے صلے میں مامون نے اس کی حکومت قائم رکھی[2]۔ تبت کے رئیسوں میں سے بھی ایک ملک اسلام لایا۔ وہ ایک بت کی پرستش کرتا تھا۔ جس کی صورت سے ایک عجیب اوج و شان کا اظہار ہوتا تھا۔ سر پر سونے کا تاج تھا۔ جس میں نہایت بیش قیمت زمرد و یاقوت لگے تھے۔ ایک تخت سیمیں جلوس کے لیے تھا اور اس پر ہر وقت دیباج کا فرش بچھا رہتا۔ بادشاہ تبت جب اسلام لایا تو بت اور تخت دونوں مامون کے پاس بھیج دیئے اور نامہ لکھا کہ "میں فلاں حلقۂ اسلام میں داخل ہوا اور بت کے تخت کو جو میری گمراہی کا ایک ذریعہ تھا کعبہ پر نذر چڑھانے کیلئے بھیجتا ہوں"۔ نصیر بن ابراہیم عجمی سنہ ۲۰۱ھ میں اس تخت کو لے کر مکہ معظمہ پہنچا۔ اور حکم دیا کہ صفا مردہ کی گذرگاہ عام میں رکھا جائے۔ تین دن تک ایک شخص صبح و شام دونوں وقت

---

[1] غالباً یہ نام اسلام کے بعد کا ہوگا۔

[2] فتوح البلدان صفحہ ۴۳۰ میں یہ پوری تفصیل مرقوم ہے ۱۲

Marfat.com

تخت پر کھڑے ہوکر باواز بلند کہتا تھا کہ "فرمانروائے تبت اسلام لایا یہ اس کے پہلے معبود کا تخت ہے۔ عامۃً مسلمانوں کو خدا کا شکر کرنا چاہیے کہ اس کو اسلام کی توفیق دی۔ اسی سن میں عبداللہ بن خودازبہ۔گورنر طبرستان نے دیلم پر چڑھائی کی۔ بڑے بڑے مشہور اضلاع فتح کئے۔ والی دیلم جس کا نام ابولیلیٰ تھا زندہ گرفتار ہوا۔ طبرستان اگرچہ مدت سے ممالک اسلامیہ میں محسوب ہوتا تھا۔ لیکن پہاڑی آبادیاں اب تک شہریار و مازیار کے قبضۂ حکومت میں تھیں جو مجوسی النسل و مجوسی المذہب تھے عبداللہ ان اضلاع پر بڑھا شہریار مازیار دونوں نے اطاعت قبول کی۔ مازیار مامون کی خدمت میں روانہ کیا گیا کہ فتح کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوگیا۔ ابودلف نے بھی دیلم کے چند مشہور قلعے مثلاً اقلیم۔ بوجح۔ ابلام۔ انداق۔ فتح کئے۔ مامون نے یورپ میں بھی نامور فتوحات کی یادگاریں قائم کیں۔ جزیرہ کریٹ کو جو بحرالغرب میں واقع ہے اور جس کا دور ۴۶۰ میل سے کم نہیں ہے۔ ابوحفص اندلسی نے (مامون کا ایک فوجی افسر تھا) اس طرح فتح کیا کہ پہلے ایک قلعہ پر قبضہ کیا۔

لہ میں نے یہ تمام حالات اُن فرامین سے اخذ کئے ہیں جو مامون نے اس تخت و تاج کے کعبہ پر چڑھانے جانےکی نسبت لکھے تھے تاج کے ساتھ یہ فرامین بھی کعبہ پر آویزاں کئے گئے اور زرّ بیا ۲۶۶ ہجری تک بعینہا کعبہ میں محفوظ تھے علامہ ارزقی نے ان فرمانوں کو خود دیکھا تھا اور تاریخ مکہ میں ان کی پوری عبارت نقل کی ہے (کتاب مذکور صفحہ ۱۵۱) ان فرمانوں میں کشمیر و بلاد ترک کی فتوحات کا بھی مجمل تذکرہ ہے جیسا کہ میں نے اس موقع پر لکھا ہے افسوس ہے کہ اور کسی مورخ نے یہ واقعات نہیں نقل کیے۔ فتوح البلدان میں صرف اس قدر کہ مامون کے عہد میں بادشاہ کابل اسلام لایا ۱۲

Marfat.com

اور وہیں پر برسوں تک مقیم رہا پھر بتدریج فتوحات حاصل کرتا گیا۔ یہاں تک کہ سنہ ۱ھ ہجری میں پورا جزیرہ تسخیر کر لیا گیا۔[1]

جزیرہ صقلیہ (سسلی[2]) کی فتح ۲۱۲ھ ہجری

یہ فتح مامون کے عہد کی نامور یادگار ہے۔ ۲۱۲ھ ہجری میں میکل شہنشاہ روم نے

[1] اکثر عربی مورخوں نے اس فتح کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ گبن نے سچ لکھا ہے کہ مسلمان مورخوں نے جوپٹیر اور مانس کی شہرت سے ناواقف تھے جزیرہ کریٹ کی فتح کو حقیر سمجھا ہے مگر رومی مورخوں نے اس سے چشم پوشی نہیں کی۔ عربی تاریخوں میں سے میں نے اس فتح کا تذکرہ صرف فتوح البلدان میں دیکھا ہے اور یہ اجمالی حالات اسی سے نقل کئے ہیں۔

[2] سسلی کی فتح کا حال علاوہ عربی تاریخوں کے میں نے گبن کی رومن امپائر سے بھی لیا ہے خصوصاً فیمی سے شہنشاہ روم کی ناراضی کی وجہ اور اسلامی بیڑہ جہازات کی تفصیل صرف گبن کے حوالہ پر میں نے لکھی ہے جزیرہ سسلی قریباً دس ہزار مربع میل ہے سات ضلعوں میں منقسم ہے جن کے نام ہم ذیل میں لکھتے ہیں ... نام ہیں ذیل کی تصریح سے ان کے نام معلوم ہوں گے۔

بلرم۔ سینا۔ قطانیہ۔ سرقوستہ۔ جرجنت۔ کلتا تینا۔ تربینی۔

یہ جزیرہ جب مسلمانوں کے ہاتھوں میں آیا تو اس کی آبادی میں اسلامی نسلیں کثرت سے پھیل گئیں۔ زمانہ کا انقلاب دیکھو کہ جب ابن حوقل جو بغداد کا مشہور تاجر تھا اس جزیرہ میں پہنچا تو خاص بلرموں میں ایک تیر کے فاصلے پر دس دس مسجدیں دیکھیں (دیکھو معجم البلدان حالات صقلیہ) اب اس جزیرہ میں ایک شخص بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا ادب کرنے والا نہیں۔

Marfat.com

جس کا نام عربی مؤرخ میخائل لکھتے ہیں قسطنطین کو سسلی کا گورنر مقرر کیا تھا۔ قسطنطین نے فیمی نام ایک شخص کو امیر البحری کی خدمت دی۔ فیمی ایک مشہور بہادر تھا اس نے افریقہ کے سواحل پر فتوحات نمایاں حاصل کیں لیکن اس جرم پر کہ ایک پارسا عورت کو عبادت گاہ سے بھگا لایا شہنشاہ نے حکم بھیجا کہ اس کی زبان کاٹ ڈالیں فیمی اس وحشیانہ سزا کا متحمل نہ ہوا اور علانیہ بغاوت ظاہر کی جزیرہ کے ایک مشہور شہر سرقوستہ پر قبضہ کر لیا اور اپنی قوت کو ترقی دیتا گیا۔ قسطنطین نے سرقوستہ پر حملہ کیا۔ مگر شکست کھائی اور قسطانیہ میں پناہ گزیں ہونا پڑا۔ فیمی نے قسطانیہ پر چڑھائی کی قسطین گرفتار ہوا اور مار ڈالا گیا۔ اب تمام جزیرہ میں مستقل حکومت قائم ہو گئی سرقوستہ کو پایۂ تخت قرار دیا۔ اور اضلاع پر عمال و نائب مقرر کر کے بھیجے۔ دشمنوں میں سے کوئی شخص اس کا حریف مقابل نہ تھا مگر بدقسمتی سے خود اس کا ایک عزیز جس کا نام بلاطہ تھا مخالف ہو گیا اور اپنے بھائی کی مدد سے سرقوستہ پر حملہ آور ہوا۔ فیمی نے شکست فاش کھائی اور مجبور ہو کر زیادۃ اللہ کو جو مامون کی طرف سے افریقہ کا گورنر تھا، خط لکھا کہ "اسلامی فوج اس موقع پر اگر میری آبرو رکھ لے تو اس کے صلے میں سسلی کا جزیرہ نذر کرتا ہوں"۔ زیادۃ اللہ نے ربیع الاول ۲۱۱ھ میں سو جنگی جہاز جن میں ۰۰۰، سوار اور دس ہزار پیادے تھے فیمی کی اعانت کو بھیجے۔ فوج کے سپہ سالار اسد بن فرات تھے جو مشہور محدث اور امام مالک کے شاگرد رشید تھے۔ سسلی پہنچ کر اسلامی فوج نے جس کی طرف رخ کیا وہ بلاطہ تھا جس نے فیمی کو شکست دے کر سرقوستہ سے نکال دیا تھا۔ دونوں فوجیں نہایت جوش سے ایک دوسری پر حملہ آور ہوئیں فیمی اس معرکہ میں موجود تھا مگر مسلمانوں نے اس خیال سے اس کو الگ کر دیا کہ جس فتح میں غیر

Marfat.com

قوم کا کوئی شخص شریک ہو وہ فخر کا مستحق نہیں"۔ جنگ کا خاتمہ بلاط کی شکست پر ہوا۔ اب اسد کی فتوحات کا کوئی سدراہ نہیں رہا۔ جس طرف گذرا فتح وظفر نے خود آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا۔ اس جزیرہ میں کراث ایک مشہور قلعہ تھا اور چونکہ اسد کے ڈر سے جزیرے والے اکثر ہر طرف سے آکر وہاں جمع ہو گئے تھے وہ ایک محفوظ مقام بنگیا تھا۔ اسد نے اس پر حملہ کرنا چاہا مگر قلعہ والوں نے فریب سے یہ ظاہر کیا کہ "ہم خود جزیرہ دینے پر راضی ہیں"۔ ادھر فیمی نے مخفی طور سے اہل قلعہ کو لکھا کہ مسلمان قبضہ نہ کرنے پائیں۔ اسد نے جزیہ قبول کیا اور ان کی یہ شرط بھی منظور کر لی کہ اسلامی فوج قلعہ کی حد سے دور ٹھہرے گی۔ فرصت پاکر اہل قلعہ نے پوری قوت سے جنگ کے سامان بہم پہنچائے اور جزیہ دینے سے انکار کر دیا۔ اسد نے بڑے جوش سے دشمن کا پیغام سنا اور دفعتاً تمام جزیرے میں فوجیں پھیلا دیں سرقوسہ کا ہر طرف سے محاصرہ کر لیا۔ عین موقع پر افریقہ سے امدادی لشکر بھی پہنچ گیا اور قریب تھا کہ اس شہر پر اسلامی پھریرا لہرایا جائے۔ لیکن بلاطہ کا بھائی میکل ایک فوج کثیر کے ساتھ آپہنچا اور اسلامی فوج خود محاصرے میں آگئی۔ اسد نے حفاظت کے لیے خندق تیار کرائی اور اس سے کچھ فاصلے پر بہت سے گڑھے کھدوائے اور ان پر گھاس پھوس بچھوا دی میکل کی فوج نے بڑے جوش سے حملہ کیا مگر جس قدر آگے بڑھی اپنی ہی لاشوں سے گڑھوں کو بھرتی چلی گئی۔ یہ مہم تو سر ہوئی لیکن ۲۱۳ھ میں ایک عام دبا پھیلی۔ اور اسلامی فوج کا بڑا حصہ تباہ ہو گیا۔ سپہ سالار اسد بھی بیمار ہوا اور مر گیا۔ رہی سہی فوج کی کمان محمد بن ابی الجواری نے لی۔ اسی اثناء میں قسطنطنیہ سے بادشاہِ روم کا جنگی جہاز پہنچا مسلمانوں نے سسلی سے ہاتھ اٹھایا

Marfat.com

اور چاہا کہ افریقہ کو واپس چلے جائیں لیکن رومی فوجوں نے تمام راستے روک لیے مایوسی نے مسلمانوں کو مرنے پر آمادہ کیا انہوں نے اپنے جہازات خود جلادئے اور جانبازی کے ساتھ تمام جزیرہ میں پھیل گئے۔ بینا کا محاصرہ کیا اور تین دن میں قلعہ چھین لیا۔ جوجنت پر بھی خفیف مقابلے کے بعد قابض ہو گئے۔ قصر یانہ کا محاصرہ ہوا۔ اس معرکہ میں فیمی بھی مسلمانوں کے ساتھ تھا قصر یانہ والوں نے فیمی سے اپنی قدیم اطاعت کا اظہار کیا اور کہا کہ تخت حکومت حضور کا منتظر ہے۔ فیمی اس فریب میں آگیا اور آخر ان کے ہاتھ سے قتل ہُوا اسی اثناء میں روم سے ایک بے شمار لشکر پہنچا اور قصر یانہ والوں کا مددگار ہوا تاہم میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ رومی فوج زیادہ تر برباد ہوئی اور جس قدر رہ گئی وہ قصر یانہ میں محصور ہوئی۔ ان متواتر فتوحات نے مسلمانوں کے حوصلے اور جوشِ انتقام دونوں کو اعتدال سے زیادہ بڑھا دیا فتوحات کی بجائے غارتگری پر جھکے فوج کے متعدد ٹکڑے ہوئے اور جس نے جدھر موقع پایا لوٹ مار شروع کی رومیوں نے یہ دیکھ کر کہ ان کی طاقت یکجا نہیں رہی ہر طرف ان پر حملے کئے اور پے در پے شکست دی ایک لڑائی میں اسلامی فوج کے کم و بیش ہزار سوار و پیادے کام آئے۔ اب رومیوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور رسد تک بند کر دی مسلمانوں نے چاہا کہ شبخوں مار کر نکل جائیں۔ مگر ناکامی ہوئی۔ رومی پہلے با خبر ہو چکے تھے۔ اور اپنے خیموں کو چھوڑ کر اِدھر اُدھر پھیل گئے تھے مسلمان ان کے پڑاؤ تک پہنچے تو خیمے بالکل خالی پائے واپس آنا چاہا تو رومیوں کے حصار میں تھے مجبور ہو کر لڑنا پڑا۔ مگر اکثر قتل ہوئے اور جو بچ رہے وہ بھاگ کر مینا میں محصور ہوئے۔ لیکن اسی سختی سے دن گزرے کہ کتا بلی تک مار کر کھا گئے اس مایوسی میں ایک غیبی

Marfat.com

مدد نے ان کو مرنے سے بچالیا اسپین کے اسلامی جہازات ہمیشہ نئے جزیروں اور نو آبادیوں کی تلاش میں سمندر کے ہر حصہ میں پھرتے رہتے تھے اتفاق سے ایک بڑا جہازات ادھر آنکلا۔ ساتھ ہی افریقہ سے بھی بہت سے جنگی جہاز مدد کو آگئے۔ ان سب جہازوں کا شمار قریباً تین سو تھا۔ رومیوں نے فتح کا خیال چھوڑا اور محاصرہ سے دست بردار ہو گئے۔ مسلمان محاصرہ سے چھوٹے تو انتقام کے جوش میں لبریز تھے شہر بلرم ان کے حملوں کا آماجگاہ ہوا۔ اور ۲۱۶ھ میں بالکل فتح کر لیا گیا۔ ۲۱۹ھ میں اور اس کے بعد سسلی کے بڑے بڑے شہر فتح ہوئے۔ مگر چونکہ مامون کی تاریخ زندگی اس سن سے پہلے ختم ہو گئی۔ ہم ان فتوحات کا ذکر نہیں کرتے۔

رومؔ پر حملے

یہ حملے اس لحاظ سے زیادہ دلچسپی کے قابل ہیں کہ ان میں مامون بذات خاص شریک تھا اور سچ یہ ہے کہ اگر ان لڑائیوں میں اس کی دلیری شجاعت کے جوہر ظاہر نہ ہوتے تو وہ مؤرخین کے قلم سے صرف شاعر یا صاحب القلم کا لقب پاتا ہے ان فتوحات کی سند پر عام مؤرخین مان گئے ہیں کہ وہ تیغ و قلم دونوں کا مالک تھا۔ جمادی الاوّل ۲۱۵ھ میں روم پر حملہ آور ہوا۔ روم کی سرحد کے قریب پہنچا تو بادشاہ

لہ یاد رکھنا چاہیے کہ عربی قدیم مؤرخ روم کے لفظ سے ایشیائے کوچک مراد لیتے ہیں یہاں بھی یہی مقصود ہے جن شہروں کے نام ان فتوحات میں لیے گئے ہیں ان کو ایشیائے کوچک کے جغرافیہ میں ڈھونڈھنا چاہیئے۔ ناظرین اگر اس نکتہ سے واقف نہ ہوں تو اٹلی یا قسطنطنیہ کی خاک چھانتے پھریں گے کیونکہ اب روم کے لفظ سے یہی معنی مراد ہوتے ہیں۔

روم کے قاصد صلح کی درخواست لے کر آئے اور یہ شرطیں پیش کیں۔

(۱) دار الخلافہ سے یہاں تک آنے میں جو کچھ صرف ہوا ہے ہم ادا کریں گے۔

(۲) جس قدر مسلمان ہمارے ملک میں مدتوں سے قید ہیں سب بغیر کسی عوض کے رہا کر دیئے جائیں گے۔

(۳) اسلامی شہروں میں سے جو شہر روم کے اگلے حملوں میں برباد ہوئے ہیں ہم اپنے صرف سے ان کی مرمت کر دیں گے ان تین شرطوں میں جو پسند ہو ہم اس پر راضی ہیں جس کے عوض ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ آپ دار الخلافۃ کو واپس جائیں"۔ مامون نے دو رکعت نماز پڑھی اور خود دیر تک یہ سوچتا رہا کہ کون سا پہلو اختیار کرے مگر اس کی بلند حوصلگی نے یہی رائے دی کہ یہ سب شرطیں فتح سے کم قیمت ہیں اس نے قاصدوں کو بلا کر کہا" پہلی شرط کی نسبت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کیطرح تم سے کہتا ہوں کہ "تم اپنا تحفہ اپنے پاس رکھو"۔ دوسری شرط بھی بے سود ہے کیونکر جو مسلمان تمہارے ہاں قید ہیں اگر وہ دین کے لیے لڑنے گئے تھے تو قید ان کیلئے مایۂ فخر ہے اور اگر ان کا مقصد دنیا حاصل کرنا تھا تو وہ قید ہی کے مستحق ہیں۔ تیسری شرط بھی میں منظور نہیں کر سکتا۔ قید ہونے وقت جس مسلمان عورت نے " ہائے محمد" کہہ کر پکارا ہو گا میں اس کی اس دردناک آواز کو روم کے بڑے سے بڑے قلعے کے عوض میں بھی نہیں بیچ سکتا[1]۔

بڑے ساز و سامان سے لڑتا بھڑتا روم کی حدود میں پہنچ گیا قلعہ قرۃ کا محاصرہ کیا اور ۲۶ جمادی الاولیٰ کو فتح کے بعد برباد کر دیا قلعہ ماجدہ کے لوگوں نے خود ہی اطاعت قبول کر لی۔ قلعہ سنان لڑ کر فتح ہوا۔ اشناس نے اپنے غلام کو قلعہ ستدس پر

[1] یہ زائد تفصیل صرف مروج الذہب مسعودی سے لی گئی ہے۔

Marfat.com

بھیجا جو فتح کے ساتھ مالک قلعہ کو بھی گرفتار کر کے ساتھ لایا۔ اسی طرح عجیف و جعفر نے جو مامون کے ممتاز افسروں میں تھے قلعہ سنادیہ فتح کے پھریرے اڑائے۔

مامون اتنی کامیابیوں کے بعد دمشق کو واپس آیا۔ مگر ۲۱۶ھ میں یہ خبر سن کر بادشاہ روم نے طرطوس و مصیصتہ پہنچ کر نہایت بے رحمی سے دو ہزار مسلمان قتل کرادئے بڑے جوش اور غصہ کے ساتھ پھر روم پر چڑھائی کی۔ خود ہرقلہ کا محاصرہ کیا اور عباس اپنے بیٹے اور ابواسحٰق معتصم اپنے بھائی سے کہا کہ تمہارے حوصلوں اور بہادری کے لیے دشمن کا ملک وسیع جولانگاہ ہے فتوحات کے لیے جس قدر ملک چاہو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے"۔ ابواسحٰق نے کم و بیش تیس نامور قلعے فتح کئے جن میں خرونلہ نہایت مشہور اور نامی قلعہ تھا۔ اور بارہ قلعوں پر مشتمل تھا ابواسحاق نے اس قلعہ کو بالکل برباد کر دیا اور آگ لگادی۔ عباس الطیفو۔ قلعہ احرب کو فتح حصین کو فتح کرتا ہوا خود بادشاہ روم پر حملہ آور ہوا اور نہایت سخت پر خطرناک جنگ کے بعد حریف کو شکست فاش دیکر بے شمار غنیمت کے ساتھ واپس آیا۔

۲۱۷ھ میں بادشاہ روم نے صلح کی درخواست کی مگر اتنی گستاخی پر کہ خط میں اپنا نام پہلے لکھا تھا۔ مامون غصہ سے بے تاب ہوگیا اور انتقام کے فراموش شدہ حوصلے پھر تازہ ہو گئے۔ بڑے ساز و سامان سے روانہ ہوا۔ ممالک محروسہ میں فرامین بھیجے کہ ہر شہر سے اسلام کے حوصلہ مند جہاد پر کمربستہ ہوں اور روم کی طرف رُخ کریں۔ اس زمانہ میں روم کا سب سے نامی قلعہ لولوۃ تھا۔ جو ہرقلہ کی گذشتہ شمت کا ہمسر گنا جاتا تھا مامون نے پہلے اس کا محاصرہ کیا اور جب متواتر حملوں کے بعد کچھ کامیابی نہ حاصل ہوئی تو حکم دیا کہ قلعہ کے سامنے کچھ دور ہٹ کر

Marfat.com

دونے قلعے تیار کئے جائیں۔ غیر ممالک میں اس حکم کی فوراً تعمیل ہونے سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ اسلامی فوج اپنے ساتھ کیا سر و سامان رکھتی ہو گی۔ ان دونوں قلعوں میں سے ایک پر جبلۃ اور دوسرے پر ابواسحاق معتصم کو متعین کیا اور عام افسری عجیف کو دی۔ خود ایک دوسرے قلعہ کی فتح کرنے کو بڑھا جس کا نام سلغوس تھا عجیف دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔ اور پورے ایک مہینہ اس عذاب میں گرفتار رہا۔

بادشاہِ روم خود قلعہ لولوۃ تک آیا مگر جبلۃ و ابو اسحاق اپنے قلعوں سے نکل کر نہایت دلیری سے مقابل ہوئے۔ اور شاہ روم کے فوجی سامان بالکل لوٹ لیے۔ لولوۃ والے یہ دیکھ کر خود ان کا بڑا شہنشاہ اسلامی تلواروں کے سامنے نہ ٹھہر سکا ہمت ہار گئے اور عجیف کو اس درخواست کے ساتھ رہا کر دیا کہ "ہم کو تمہارے صدقے میں امن مل جائے"۔ مامون نے ان کی درخواست قبول کر لی۔ اور یادگار فتح کے طور پر وہاں بہت سے مسلمان آباد کرائے۔

حدود روم کے قریب طوانہ جو ایک معمولی قصبہ تھا ۲۱۸ھ میں مامون نے حکم دیا کہ وہاں ایک شہر بسایا جاوے۔

شہزادہ عباس تعمیر پر مامور ہوا۔ شہر سے تین فرسنگ کے فاصلہ پر شہر پناہ تیار کی گئی۔ جس میں صدر دروازے چار تھے اور ہر دروازہ پر ایک قلعہ تھا۔

فرامین صادر ہوئے کہ ہر شہر سے ایک خاص تعداد یہاں آباد ہونے کے لیے بھیجی جائے جن کی تنخواہیں اس شرح سے مقرر ہوئیں۔ سوار ۱۰۰ درہم، پیادہ ۴۰ درہم۔

لہ مامون کی فتوحات گو ابن خلدون، ابو الفداء ابن الاثیر سب نے کسی قدر تفصیل سے لکھے ہیں لیکن میرا خاص ماخذ عیون الحدائق ہے جس کے بیان میں زیادہ تفصیل کے ساتھ واقعات کا تسلسل و حسن اتساق عموماً دوسروں سے بڑھا ہوا ہے۔

Marfat.com

مامون کی وفات ۱۸ رجب ۲۱۸ھ

اس وقت مامون نے زندگی کے کل ۴۸ مرحلے طے کئے ہیں مامون کا ابتدائی زمانہ زیادہ تر بغاوتوں اور خانہ جنگیوں کی نذر ہوگیا۔ ان جھگڑوں سے نجات پاکر عنانِ سلطنت اس نے خاص اپنے ہاتھ میں لی۔ اور یہی دن تھے کہ وہ اپنے حوصلوں کو پوری آزادی دیتا اور وہ کر دکھاتا جو اسلام کے گذشتہ ناموروں نے کر دکھایا تھا۔ بلاد روم کے حملے اسکی ابتدائی بازی گاہ ہیں۔ تاہم اس میدان میں وہ اپنے اسلاف سے ایک قدم پیچھے نہیں ہے یادگار فتوحات حاصل کرنے پر بھی اب تک وہ انہیں اطراف میں موجود ہے اور شاید اس خواہش میں سرگرم ہے کہ شہنشاہِ روم کی قوت کا بالکل استحصال کردے۔ خاص قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ لیکن زمانے نے کس کی سب آرزوئیں پوری ہونے دیں۔ بہت سے فخر خیالات اس کے دل میں پھر رہے ہیں مگر افسوس ہے کہ موت نے یہ پیغام سنا کر سب مٹا دیا کہ "اب میری حکومت ہے۔"

ایک دن وہ اپنے بھائی معتصم کے ساتھ نہر بذندوں کی سیر کو نکلا۔ پانی نہایت صاف تھا اور چمکتی ہوئی لہروں کی حرکت عجیب دل فریب سماں دکھا رہی تھی مامون و معتصم دونوں ایک کنارے زمین پر بیٹھ گئے اور پانی میں پاؤں لٹکا دئے۔ سعد قادری مامون کا خاص ندیم بھی اس موقع پر موجود تھا۔ مامون نے اس کی طرف مخاطب ہوکر کہا "کیوں سعد ایسا سرد اور صاف پانی تم نے کبھی دیکھا ہے"۔ (سعد تھوڑا سا پانی پی کر) حقیقت میں بینظیر ہے"۔ (مامون) "اس پانی پر غذا کیا ہو"۔ (حضور) حضور خود اس سوال کا جواب عمدہ دے سکتے ہیں"۔ (مامون) "آزاذ کی کھجوریں" یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز

سنائی دی دریافت سے معلوم ہوا ہے کہ ڈاک ہے اس حُسن اتفاق پر سب کو حیرت ہوئی کہ سرکاری کاغذات کے علاوہ مامون کی فرمائش بھی ڈاک کے ساتھ تھی سب نے بڑے شوق سے کھایا اور نہر کا سرد پانی نوش جان کیا۔ لیکن اٹھے تو حرارت محسوس ہوئی۔ قیام گاہ پہنچ کر ۱۲ جمادی الثانی مامون کو سخت بخار چڑھا اور اسی عارضہ میں انتقال کیا۔

مرنے سے چند روز پہلے جب زیست سے بالکل مایوسی ہوگئی تو تمام ممالک میں فرامین روانہ کئے۔ جن کا یہ عنوان تھا "امیر المؤمنین مامون اور اس کے بھائی ابواسحٰق کی طرف سے شہزادہ عباس بھی اگرچہ اس سفر میں ساتھ تھا اور اگر اُسکو ولیعہد ہونیکا دعویٰ ہوتا تو ناموزوں نہ ہوتا۔ لیکن مامون کی فیاض دلی محبت پدری پر غالب تھی۔ اس نے اپنے نامور فرزند کو چھوڑ کر اپنے بھائی ابواسحٰق کو انتخاب کیا۔ حالانکہ خود ہارون الرشید اپنی زندگی میں اُس کو خلافت کے آئندہ استحقاق سے بالکل محروم کر چکا تھا۔

اس کام سے مامون نے صرف اپنی فیاض دلی نہیں ثابت کی۔ بلکہ یہ انتخاب اُسکے صائب الرائے ہونے کا بھی ایک کافی ثبوت تھا۔ یہی ابواسحٰق ہے جو معتصم باللہ کے لقب سے مشہور ہے۔ اور اس کے عظیم الشان کارناموں کے یاد دلانے کے لیے صرف اس کا نام لینا کافی ہے۔ مامون نے مرنے سے ذرا پہلے تمام افسران فوج، علماء، قضاۃ، خاندان شاہی کو جمع کیا۔ اور نہایت مؤثر لفظوں میں وصیت کی۔ جس کا مختصر مضمون یہ ہے۔

"مجھ کو اپنے گناہوں کا اقرار ہے۔ اور بیم و امید دونوں مجھ پر حاوی ہو رہے ہیں۔ لیکن جب میں خدا کے عفو کا خیال کرتا ہوں تو امید کا پلہ گراں ہو جاتا ہے۔ جب میں مر جاؤں تو مجھ کو اچھی طرح غسل دو اور وضو کراؤ، کفن بھی اچھا ہو۔ پھر خدا کی حمد و ثنا پڑھ کے مجھ کو تابوت پر لٹاؤ اور تدفین میں جہاں تک ممکن ہو جلدی کرو جو شخص کبیر السن اور رشتہ میں سب

Marfat.com

سے زیادہ قریب ہو۔ وہ نماز پڑھائے نماز میں تکبیر پانچ بار کہی جائے۔ قبر میں وہ شخص اتارے جو رشتہ میں قریب تر ہو۔ اور مجھ سے بہت محبت رکھتا ہو۔ قبر میں میرا منہ قبلہ کی طرف رہے اور سر اور پاؤں پر سے کفن ہٹا دیا جائے۔ پھر قبر کو برابر کر کے لوگ چلے آئیں اور مجھ کو میرے اعمال کے ہاتھ میں چھوڑ دیں کیونکہ تم سب لوگ مل کر بھی نہ مجھ کو کچھ آرام پہنچا سکتے ہو نہ مجھ سے کوئی تکلیف دفع کر سکتے ہو۔ ہو سکے تو بھلائی سے میرا نام لو۔ ورنہ چپ رہو۔ کیونکہ بُرا کہنے سے تم پر بھی مواخذہ ہوگا۔ مجھ پر کوئی شخص چلّا کر نہ روئے۔ شاید میں بھی اس کے ساتھ مواخذہ میں آؤں۔

تعریف کے قابل صرف خدا کی ذات ہے جس نے سب کی قسمت میں مرنا لکھ دیا۔ اور بقا میں آپ یگانہ رہا۔ دیکھو میں کس اوج کا تاجدار تھا۔ لیکن حکم الٰہی کے سامنے کچھ زور نہ چل سکا۔ بلکہ حکومت نے میری آئندہ زندگی اور پُر خطر کر دی۔ اے کاش عبداللہ (مامون) کا اصلی نام ہے) نہ پیدا ہوتا۔ اے ابواسحٰق میرے سامنے۔ اور میرے حال سے عبرت پذیر ہو۔ خدا نے خلافت کا طوق تیری گردن میں ڈالا ہے۔ تجھ کو اس کی طرح رہنا چاہیے جو مواخذہ الٰہی سے ہر وقت ڈرتا رہتا ہے رعایا کی بھلائی کا جو کام پیش آئے اُسکو سب کاموں پر مقدم رکھنا۔ زبردست عاجزوں کو ستانے نہ پائیں۔ ضعیفوں سے ہمیشہ محبت اور آشتی سے پیش آنا جو لوگ تمہارے ساتھ ہیں۔ ان کی خطاؤں سے اغماض کرنا۔ اور سب کے روزینے اور تنخواہیں برقرار رہیں"۔ اس کے بعد اس نے قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں کہ غش سا آگیا۔ حاضرین میں سے کسی نے کلمۂ توحید کی تلقین کی۔ ایک نصرانی حکیم جس کا نام ابن ماسویہ تھا۔ اس بات پر متعجب ہوا اور حقارت سے کہا کہ "تم اپنی ہدایت رہنے دو"۔ اس وقت

Marfat.com

امون کے نزدیک خدا اور ثانی دونوں یکساں ہیں "مامون اس آواز سے دفعتاً چونک پڑا۔ اور اس قدر غضبناک ہوا کہ اس کے تمام اعضاء تھرانے لگے چہرہ اور آنکھیں بالکل سرخ پڑ گئیں ہاتھ بڑھا کر چاہا کہ ابن ماسویہ کو پکڑ لے اور اس بدگمانی کی پوری سزا دے۔ مگر اعضاء قابو میں نہ تھے۔ منہ سے کچھ کہنا چاہا۔ زبان نے یاری نہ دی۔ نہایت حسرت سے آسمان کی طرف دیکھا۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے اسی حالت میں خدا نے اس کی زبان کھول دی۔ وہ خدا کی طرف مخاطب ہوا اور کہا "اے وہ جس کی سلطنت کبھی نہ زائل ہوگی۔ اس پر رحم کر، جس کی سلطنت زائل ہو رہی ہے" اسی فقرہ پر اس کے نفس واپسیں نے دنیا کو الوداع کہا اور خدا کے سایۂ رحمت میں چلی گئی۔ [1]

کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

عباس اور ابو اسحٰق معتصم۔ اس کا لاشہ طرطوس لے گئے۔ اور خاقان کے مکان میں جو ہارون الرشید کا خادم خاص تھا۔ دفن کیا مؤرخین اس بات کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ مامون جو باپ کا سب سے لاڈلا تھا اس کی قبر ہارون الرشید کے مدفن سے جو طوس میں ہے بعد المشرقین کا فاصلہ رکھتی ہے۔

مامون کا حلیہ

رنگ سپید، سرخی مائل تھا۔ آنکھیں بڑی تھیں۔ ڈاڑھی لمبی مگر پتلی تھی۔

---

[1] نزع کے بعض حالات میں نے مروج الذہب مسعودی سے لیے ہیں۔

پیشانی تنگ اور چہرہ پر ایک تل تھا۔ موزوں اندام اور خوش رو تھا۔

مامون کی اولادِ ذکور

محمد اکبر[۱]۔ محمد اصغر[۲]۔ عباس[۳]۔ علی[۴]۔ حسن[۵]۔ اسماعیل[۶]۔ فضل[۷]۔ موسیٰ[۸]۔ ابراہیم[۹]
یعقوب[۱۰]۔ حسین[۱۱]۔ سلیمان[۱۲]۔ جعفر[۱۳]۔ اسحاق[۱۴]۔ احمد[۱۵]۔ ہارون[۱۶]۔ عیسیٰ[۱۷]۔

تمت

کتاب المامون کا دوسرا حصّہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

ہماری تاریخ کا پہلا حصّہ گو نہایت معتمد اور مستند تاریخوں سے ماخوذ ہے اور اس اعتبار سے وہ ان تمام تاریخوں کا ایسا جامع انتخاب ہے جس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا۔ تاہم وہ مامون کے عہد سلطنت کی یک رخی تصویر ہے۔ جس میں چند معمولی واقعات اور باہمی خانہ جنگیوں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ پولٹیکل کو انتظامات اور قوانین ملکی ایک طرف مامون کے سوشل حالات کا خط و خال بھی اس میں دکھائی نہیں دیتا۔ اسلئے ضروری ہے کہ اپنے راہنما مورخوں کے نقش قدم چھوڑ کر ہم دلیل راہ بنیں۔ اور ناظرین کو وہ مرقع دکھائیں جس میں وہ مامون کو جس رنگ میں دیکھنا چاہیں دیکھ سکیں۔ تمام خلفاء و سلاطین کی فہرست میں مامون جامعیت کی حیثیت سے ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ ادب۔ حدیث۔ فقہ ایام العرب شاعری۔ انساب۔ فلسفہ۔ ریاضی۔ جس فن کی بزم میں جاؤگے وہ صدر نشین نظر آئے گا۔ اسکی دلیرانہ فتوحات نے دنیا کے ممتاز حصّوں میں اپنی نامور اور محسوس یادگاریں چھوڑی ہیں۔

Marfat.com

بہادری کے معرکوں میں اس کی تیز دستیاں دیکھکر یقین نہیں آسکتا کہ ان ہاتھوں نے تلوار کے سوا کبھی قلم بھی چھوا ہے۔ اسکے ذاتی اخلاق بھی ایسے پاک اور برگزیدہ ہیں کہ سلاطین تو کیا فقراء اور درویشوں میں بھی دو ہی چار ایسے فرشتہ خو گزرے ہوں گے۔ تواضع۔حلم۔عفو۔فیاضی۔دریا دلی۔بلند ہمتی۔دلیری۔مردانگی۔کوئی ایسی صفت نہیں جو قدرت نے اس سے دریغ رکھی ہو۔ان سب خوبیوں کے ساتھ شخصی حکومت کے اقتدار میں بعض ایسی بے اعتدالیاں بھی اس سے سرزد ہو گئی ہیں جن کے خیال کرنے سے دل کانپ جاتا ہے اور دفعتاً اسکی تمام خوبیاں آنکھوں سے چھپ جاتی ہیں تاہم مجموعی حیثیت سے **اسلامی ہیروز** (نامور لوگ) میں وہ ایک نامور ہیرو ہے اور ظلم ہے اگر ایسے بے نظیر شخص کو بقائے دوام کے دربار میں پیش کرتے وقت ہم بھی عام نقیبوں کیطرح چند ایسے معمولی الفاظ پر اکتفا کر جائیں۔

افسوس ہے کہ ملکی نظم ونسق کے متعلق ہماری واقفیت بھی محدود ہے جسکا الزام ہماری قلت نظر پر یا اگر پاس ادب نہ ہو تو قدیم مؤرخوں پر ہوگا جو آنے والی نسلوں کے تاریخی مذاق کا اندازہ نہ کر سکے۔دوسری قسم کے حالات کے لیے گو مجھکو ہزاروں ورق الٹنے پڑے ہیں لیکن جو سرمایہ جمع ہو گیا ہے میں اسکو بہرحال کافی خیال کرتا ہوں اور قدما کا مشکور ہوں کہ جو کچھ ہے انہیں کا ہے۔
اگرچہ یہ حضرات ریزہ چینی اور مختلف پریشان اور گمنام موقعوں سے پتہ لگانے کی محنت پھر بھی میرے لیے چھوڑ گئے۔

اس حصہ کے آغاز پر بغداد کا ہر اثر نام زیادہ موزوں ہوگا جو ایک مدت

تک نہ صرف عباسیوں کا بلکہ عموماً اسلامی جاہ و جلال کا مرکز رہا ہے۔

مامون اگرچہ ابتدائی زمانہ میں خراسان کا بادشاہ کہلایا اور اسی بنا پر بعض یورپین مؤرخوں نے اسکی نسبت اس باب میں ہمیشہ غلطی کی ہے۔ لیکن امتداد زمانہ اور استقلال خلافت دونوں حیثیت سے اسکا دار الخلافہ بغداد کہا جاسکتا ہے نہ کہ خراسان، اسلیے پہلے مختصر طور پر ہم اس مشہور شہر کا حال لکھتے ہیں۔

بغداد

بغداد کی جس نے بنیاد ڈالی وہ مامون الرشید کا پردادا ابوجعفر منصور تھا منصور اگرچہ خاندان عباسیہ کا دوسرا ہی خلیفہ تھا اور ۱۳۶ھ میں تخت نشین ہوا تھا۔ تاہم سلطنت کو وسعت اور استحکام دونوں لحاظ سے اب ایک مستقل پایۂ تخت کی ضرورت تھی منصور نے کوفہ کے نواح میں ایک عارضی مقام ہاشمیہ اختیار کیا تھا۔ لیکن فرقہ راوندیہ کی بغاوت اور اہل کوفہ کی مشہور بیوفائی نے کوفہ سے اسکا دل پھیر دیا تھا۔ نہایت جستجو اور کوشش اور بہت سے اہل الرائے کے مشورہ کے بعد اسنے وہ مختصر آبادی انتخاب کی جو کسی زمانہ میں نوشیروان عادل کے

لے بغداد کے متعلق ہم نے جو کچھ لکھا ہے مرآت البلدان ناصری سے لکھا ہے کہیں کہیں دوسری کتابوں سے کچھ حالات اخذ کیے ہوئے ہیں تو وہاں نوٹ میں خاص حوالے دیئے گئے ہیں۔

ﷲ بغداد کی وجوہ تسمیہ میں یہ روایت غالباً زیادہ اعتبار کے قابل ہے کہ اس کے قریب نوشیرواں کا باغ تھا جہاں وہ بیٹھکر مقدمات فیصل کرتا تھا اور اسی وجہ سے وہ باغ داد یعنی انصاف کا باغ مشہور ہوگیا۔

Marfat.com

انصاف سے منسوب تھی اور اب مختصر ہو ہو کر بغداد کے نام سے پکاری جاتی تھی۔ یہ انتخاب ہر خطہ سے موزوں تھا۔ اسکے دونوں طرف چار نہایت آباد اور زرخیز صوبے تھے۔ دجلہ (ٹیگرس) اور فرات کے متصل ہونے کی وجہ سے ہندوستان۔ بصرہ، واسط مغرب، شام، مصر، آذربائجان، دیار بکر وغیرہ کا مشترک تجارت گاہ ہو سکتا تھا۔ آب و ہوا بھی نہایت معتدل اور قریباً ہر مزاج کے مناسب تھی۔ پولٹیکل مصلحتوں کے خیال سے بھی نہایت مناسب مقام تھا بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ تمام ممالک اسلامیہ میں لاجواب تھا۔ نہ تو بالکل عرب کی ناک میں تھا۔ جہاں شاہانہ جاہ و حشم اور شخصی حکومت اپنا زور نہیں دکھا سکتی نہ اس قدر دور تھا کہ عرب کی قوت و اثر سے بالکل فائدہ نہ اٹھا سکے۔ ان حیثیتوں میں اگر کوئی اسلامی شہر اس کا ہمسر ہو سکتا تو صرف دمشق تھا۔ لیکن وہاں کی آب و ہوا میں مروانی حکومت کا زہر آلود اثر اب بھی موجود تھا۔ منصور کو بخل کے وصف میں یکتا مانا جاتا تھا۔ لیکن نئے دار الحکومت کے شوق میں اس کی ہمت نے غیر معمولی پلٹا کھایا۔ قیمت مناسب دیکر راہبوں سے بغداد کی کل زمین مول لی۔ اور فرامین بھیج کر۔ شام۔ موصل۔ کوہستان۔ کوفہ۔ واسطہ سے بڑے بڑے مشہور کاریگر اور صناع بلائے۔

۱۴۵ھ میں خود اپنے ہاتھ سے بنیاد کا پتھر رکھا۔ اور اسوقت قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ "یہ زمین کل خدا کی ہے۔ اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتا ہے عنایت کرتا ہے" چند ریاضی دان عالم مقرر کیے کہ عمارتیں اصول ہندسی کے لحاظ سے تیار ہوں۔ امام ابو حنیفہ صاحب رح کو اسی جرم پر کہ وہ منصب قضا کے قبول کرنے کی نسبت منصور کے اصرار چند

حاشیہ گزشتہ صفحہ پر ملاحظہ کیجیے

بار ہنایت آزادی سے رد کر چکے تھے۔ خشت شماری کا ذلیل کام[1] دیا۔ جس کو امام صاحب نے قضا کے پرخطر کام کے مقابلے میں نہایت خوشی سے قبول کیا۔ بنیاد نیچے سے پچاس ہاتھ چوڑی رکھی گئی لیکن سطح خاک کے برابر آکر صرف بیس ہاتھ کا عرض کافی سمجھا گیا۔ کہتے ہیں کہ دنیا میں یہی ایک شہر ہے جس کی آبادی بالکل دائرہ کی صورت میں ہے۔ منصور نے خاص ایوان شاہی مرکز کی طرح عین وسط میں تعمیر کرایا جس سے غالباً یہ اشارہ مقصود تھا کہ حاکمانہ حیثیت سے بادشاہ کے ساتھ ہر خاص و عام کو یکساں نسبت ہے۔

شہر پناہ کے چار دروازے تھے اور ہر دروزے سے دوسرے دروازے تک ایک میل کا فاصلہ تھا۔ تعمیرات کے سلسلے میں ایوان خلافت۔ مسجد جامع۔ قصر الذہب قصر خلد نہایت بلند اور شاندار عمارتیں تھیں لیکن سب کا سرتاج قبۃ الخضراء ایک سبز گنبد تھا جس کا ارتفاع تقریباً ۸۰ گز سے کم نہ تھا۔ نئی آبادی کے بعد بغداد کا نام **مدینۃ السلام** سے بدل دیا گیا جو عام زبانوں پر محیط نہ ہوا لیکن دفاتر اور تصنیفات پر عموماً حاکمانہ عزت و زور کیساتھ قابض ہو گیا۔

منصور نے گو نہایت کفایت شعاری سے کام لیا۔ حتیٰ کہ ایک افسر پر اس حساب میں پندرہ درہم باقی نکلے تو قید کی سزا دی تاہم جب مصارف تعمیر کا حساب کیا گیا تو معلوم ہوا کہ دفتر خزانہ میں دو کروڑ درہم کی رقم خالی ہو گئی ہے[2]۔

---

[1] کامل ابن الاثیر۔ ذکر تباہی خاندان برامکہ۔

[2] منصور نے امام ابو حنیفہ صاحبؒ کو منصب قضا کے قبول کرنے کے لیے کہا۔ امام صاحب نے فرمایا "میں اس قابل نہیں"۔ منصور نے غیظ میں آکر کہا "تم جھوٹے کہتے ہو"۔ امام صاحب نے فرمایا۔ "تو میرا یہ دعویٰ سچا ہے کہ میں قاضی نہیں ہو سکتا کیونکہ جھوٹا شخص قاضی کیونکر مقرر ہو سکتا ہے"۔

یہ بغداد جسکا ذکر ہوا، منصور کا بغداد تھا۔ لیکن بہت جلد روز افزوں ترقی کیساتھ اسکی اصلی ہیئت بدل گئی۔ منصور کے جانشین **مہدی** نے دارالخلافہ کو دجلہ کی شرقی جانب بدل دیا۔ جس سے شہر کی یہ صورت ہوگئی کہ دجلہ بیچ میں آگیا اور اسکے قدرتی منظر میں ایک عجیب دلفریبی پیدا ہوگئی۔ یہ اسلامی شہر ہر عہد میں حیرت انگیز ترقیاں کرتا چلا گیا قریباً پانسو برس تک خلفاء داعیان سلطنت اور بڑے بڑے دولتمند امراء کے فیاضانہ بے روک حوصلے اسکی آبادی کی رونق بڑھانے میں رقیبانہ سرگرمی کیساتھ صرف ہوا کیے۔

ہارون الرشید کے وزیر اعظم **جعفر** برمکی نے ایک قصر کی تیاری میں جو صرف کر دیا وہ منصور کی کل فیاضی کے برابر (یعنی دو کروڑ درہم) اترا[1]۔ رنگین مزاج ابن الرشید نے بھی دو کروڑ سے زائد کی عمارتیں تیار کرائیں۔

مامون الرشید کے عہد میں خاص شہر کی مردم شماری دس لاکھ سے زیادہ تھی۔ آثار الدول میں لکھا ہے کہ ایک زمانہ میں تیس ہزار مسجدیں اور دس ہزار حمام وہاں موجود تھے۔ گبن صاحب لکھتے ہیں کہ شہر بغداد میں آٹھ سو طبیبوں کو مطب کرنے کی اجازت تھی۔[2]

بغداد کی مشہور عمارتوں کا تذکرہ ایک مستقل کتاب میں ہو سکتا ہے جس کے لیے ناظرین کو ہمارے اس سلسلہ تصنیف کا منتظر رہنا چاہیے جس کا نام عمارات الاسلام ہوگا لیکن **دارالشجرۃ** کے ذکر کے لیے اس مختصر کتاب کو بھی گبن صاحب کی تاریخ سے کچھ

---

[1] دیکھو نجوم الزاہرہ فی تاریخ مصر والقاہرہ صفحہ ۲۷۔ مسافت لغمر میں مختلف روایتیں ہیں مگر ہم نے ایک متوسط اور معتمد روایت اختیار کی ہے۔ درہم چار آنہ کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے دو کروڑ درہم کے پچاس لاکھ روپیہ ہوئے۔

[2] دائرۃ المعارف تذکرۃ البغداد۔

Marfat.com

کم حق حاصل نہیں ہے۔ اسلیے اجمالاً ہم اسکا حال لکھتے ہیں۔ یہ عجیب و غریب عمارت خلیفۃ المقتدر باللہ نے بنوائی تھی جو ۲۹۵ھ میں تخت نشین ہوا تھا۔ صحن کے ایک وسیع حوض میں سونے کا ایک درخت تھا جس میں سونے چاندی کے اٹھارہ گدّے تھے اور ہر گدّے میں بہت سی شاخیں تھیں۔ ہر شاخ میں بیش بہا مختلف رنگوں کے جواہرات اس خوبی سے مرصع کیے تھے کہ قدرتی پھولوں اور پھلوں کا دھوکا ہوتا تھا۔ نازک ٹہنیوں اور شاخوں پر رنگ برنگ اور مختلف اقسام کے طلائی پرند تھے اور اس ترکیب سے بنائے تھے کہ ہوا چلنے کے وقت سب اپنے ذاتی نغمات سے خوش الحانی کرتے سنائی دیتے تھے۔ حوض کے دونوں جانب پندرہ مصنوعی سوار تھے جو نہایت قیمتی دیبا و حریر کی وردیاں پہنے مرصع زرین تلواریں لگائے اسطرح حرکت کرتے نظر آتے تھے کہ گویا ہر سوار اپنے مقابل کے سوار پر حملہ کرنے کے لیے بڑھ رہا ہے[1]

بغداد میں خلفاء کا ملکی رعب داب گو دو ہی صدیوں کے بعد جاتا رہا۔ لیکن عام اسلامی عظمت تاتاری سیلاب کے آنے تک رہی۔ آستانۂ خلافت پر بڑے بڑے ذی اقتدار فرمانروا سجدہ کر جاتے تھے۔ ضعیف سے ضعیف خلیفہ کے سامنے بھی دیلم و سلجوق کا سر جھک جاتا تھا۔ محمود غزنوی نے یمین الدولہ کا فخر خطاب جس سے حاصل کیا تھا وہ بغداد کا ایک مسلوب الاختیارات تخت نشین تھا۔ ہزاروں شعراء مجتہدین۔ اہلِ فن دور دراز ملکوں سے آکر وہیں پیوند خاک ہو گئے لبغداد کے مقبروں نے جن اسلامی جوہروں کو اپنی آغوش میں چھپا رکھا ہے۔ زمانہ سینکڑوں برس کی مدت میں انکو پیدا کر سکا تھا۔ امام موسیٰ کاظم امام ابو حنیفہ۔ امام احمد بن حنبل

[1] دیکھو معجم البلدان۔ ذکر دار الشجرۃ گبن صاحب کی ردمن امپائر عہد عباسیہ۔

Marfat.com

حضرت جنید۔ شیخ شبلی یہ معروف کرخی۔ جنکو ہاتھ سے کھو دینے کا خود زمانہ کو بھی افسوس رہے گا۔ یہیں کی قبرستانی آبادی میں سو رہے ہیں۔

علمی فیاضی کے لحاظ سے دیکھو تو جب وہ کچھ نہیں رہا تھا۔ اسوقت بھی تیس بڑے کالج خاص شہر کے مشرقی حصہ میں موجود تھے۔ علامہ ابن جبیر[1] ۵۸۱ھ میں جب وہاں پہنچے تو ایک کالج کے شاندار ایوانات اور وسیع سلسلۂ عمارات دیکھکر ان کو دھوکا ہوتا تھا کہ اب میں ایک مستقل آبادی میں موجود ہوں[1]

الوزیری نے ایک قصیدہ میں بغداد کی خوشگوار آب وہوا دجلہ کی روانی کشتیوں کی سیر باغوں کی رنگینی کا نہایت دلربا سماں دکھایا ہے اُسکے چند اشعار یہ ہیں

خوشا نواحی بغداد جائے فضل وہنر — کہ کس نشان ندہد در جہان چنان کشور
سواد او بمثل چون سپہر مینا رنگ — ہوائے او بصفت چون نسیم جان پرور
کنار دجلہ ز ترکان سیمین غبغب — میان رحبہ خوبان ماہ رخ کشمر
ہزار زورق خورشید شکل بر سر آب — بران صفت کہ پراگندہ سپہر اختر
بشبہ باغ شود آسمان بوقت غروب — بشکل چرخ شود بوستان بوقت سحر
بوقت شام ہمی این بآن سپارہ دگل — بگاہ بام ہمی آن باین دہد اختر
شگفتہ نرگس بو لطرف لالہ ستان — چنان کہ در قدح گوہرین مئے اصفر
نوائے طوطی وبلبل۔ خروس عکہ شمار — ہمی کنند خجل بحنائے خنیا گر۔ ۷۔

[1] سفرنامہ ابن جبیر۔ حالات بغداد۔

Marfat.com

وسعت سلطنت۔ خراج۔ بڑے بڑے اضلاع اقسام آمدنی یعنی خراج عشر۔ زکوٰۃ۔ جزیہ فوج کی تعداد۔ تنخواہیں۔ جنگی جہازات۔

ہارون الرشید جن ممالک کا فرمانروا تھا وہ نہایت وسیع سلطنت تھی وہ حدود ہند اور تاتار سے بحر اوقیانوس تک پھیلی ہوئی تھی۔ اسلامی دنیا کا کوئی خطہ اسپین کے سوا اسکی حکومت سے آزاد نہ تھا۔ ہندوستان کے سرحدی شہروں میں اسکے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا شہنشاہ روم گو خود سر فرمانروا تھا۔ تاہم اکثر اوقات سالانہ خراج دینے پر مجبور ہوتا تھا۔ ہارون الرشید کے عہد میں کل ملک کا خراج آجکل کے حساب سے اکتیس[۱] کروڑ پچاس لاکھ روپیہ سالانہ تھا[۱] مامون کی خلافت نے اسپر بہت کچھ اضافہ کر دیا۔ چند مشہور اضلاع اور ہر ایک جداگانہ خراج کا ایک نقشہ درج کرتے ہیں اور چونکہ وہ خاص مامون کے سرکاری کاغذات سے تیار کیا گیا ہے غالباً زیادہ تر اعتبار کے قابل ہوگا۔

خراج	ضلع
دو کروڑ اٹھتر لاکھ درہم دو سو نجرانی حلے ایک خاص قسم کی مٹی جو مہر کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ دو سو چالیس رطل۔	سواد
ایک کروڑ سولہ لاکھ درہم۔	کسکر

---

[۱] اس تعین میں میں نے واقعات ذیل پر اعتماد کیا ہے (۱) رشید کے زمانہ میں سالانہ خراج سات ہزار پانچ سو قنطار تھا دیکھو مقدمہ ابن خلدون۔ فصل دوم ۱۸ (۲) ایک قنطار آٹھ ہزار چار سو دینار کا ہوتا ہے۔ معجم البلدان جلد اوّل صفحہ ۳۲۶ (۳) دینار کم از کم پانچ روپیہ کا ہوتا ہے۔

دجلہ کے اضلاع دو کروڑ آٹھ لاکھ درہم۔

حلوان	اڑتالیس لاکھ درہم۔
اہواز	پچیس ہزار درہم اور تیس ہزار رطل شکر۔
فارس	دو کروڑ ستر لاکھ درہم۔ گلاب تیس ہزار قوتل زبید سیاہ بیس ہزار رطل
کرمان	بیالیس لاکھ درہم۔ یمن کے تھان پانسو۔ کھجور بیس ہزار رطل
مکران	چار لاکھ درہم۔
سندھ	ایک کروڑ پندرہ لاکھ درہم۔ عود ہندی ڈیڑھ سو رطل۔
سیستان	چالیس لاکھ درہم۔ خاص قسم کے کپڑے تین سو تھان فانید بیس رطل
خراسان	دو کروڑ اسی لاکھ درہم چار ہزار گھوڑے۔ ایک ہزار غلام بیس
"	ہزار تھان تیس ہزار رطل ہلیلہ۔ دو ہزار نقرہ چاندی۔
جرجان	ایک کروڑ بیس لاکھ درہم۔ ریشم ہزار شقہ
قومس	دس لاکھ درہم۔ پانچ لاکھ نقرہ چاندی۔
رے	ایک کروڑ بیس لاکھ درہم۔ شہد بیس ہزار رطل۔
طبرستان ورومان	تریسٹھ لاکھ درہم طبرستان فرش چھ سو۔ چادریں دو سو۔
دہناوند	کپڑے پانچسو تھان۔ مندیل تین سو۔ جامات تین سو۔
ہمدان	ایک کروڑ تیرہ لاکھ درہم۔ ربّ الرمانین ہزار رطل۔
"	شہد ۱۲ ہزار رطل۔
بصرہ و کوفہ	ایک کروڑ سات لاکھ درہم۔

درمیانی اضلاع [1]

---

[1] علامہ ابن خلدون نے اس کاغذ کو خود دیکھا تھا اور اس کے حوالے سے یہ تفصیل نقل کی ہے۔ دیکھو مقدمہ ابن خلدون فصل دوم کی فصل ۱۸-۱۲۔

Marfat.com

بامیدان و دنپور	چالیس لاکھ درہم[1]۔
شہر زور	سڑسٹھ لاکھ درہم۔
موصل	دو کروڑ چالیس لاکھ درہم۔ شہد سپید دو کروڑ رطل۔
آزربیجان	چالیس لاکھ درہم
جزیرہ مع اضلاع	تین کروڑ چالیس لاکھ درہم غلام ایک ہزار، شہد بارہ ہزار مشک
فرات	باز دس، چادریں بیس
آرمینیہ	ایک کروڑ تیس لاکھ درہم۔ فرش محفوری بیس رقم[2] پانسو تیس رطل مسایح
گ	سورماہی دس ہزار رطل۔ صونج دس ہزار رطل خچر دو سو گھوڑے تیس
قنسرین	چار لاکھ دینار۔ زبیب ہزار حمل
دمشق	چار لاکھ بیس ہزار دینار
اردن	ستانوے ہزار دینار
فلسطین	تین لاکھ دس ہزار دینار۔ زیت تین لاکھ رطل
مصر	انیس لاکھ بیس ہزار دینار۔
برقہ	دس لاکھ درہم
افریقہ	ایک کروڑ تیس لاکھ درہم۔ فرش ایک سو بیس۔
یمن	تین لاکھ ستر ہزار دینار۔ متاع یمنی اس کے علاوہ
حجاز	تین لاکھ دینار۔

---

[1] درہم بہار کا ہوتا ہے۔

[2] رقم ایک قسم کا پھل ہوتا ہے۔

بہ صورت خراج کی مد سے وصول ہوتا تھا۔ جزیہ جسکی تفصیل ہم آگے لکھیں گے اس سے الگ ہے
ہر ایک قسم جو بیت المال یعنی خزانہ شاہی میں داخل ہوتی تھی اسکی چار قسمیں تھیں۔ خراج۔ عشر
جزیہ۔ زکوٰۃ۔

مامون نے خراج و زکوٰۃ و جزیہ کا جسکو آج کی زبان میں لگان یا ٹیکس کہہ سکتے ہیں
کوئی جداگانہ قانون نہیں بنایا تھا بلکہ اس سے پہلے عادل و فیاض جانشینان اسلام کا جو
دستور العمل تھا وہی اسکے عہد میں بحال رہا اسلیے ہم ان قوانین کی تفصیل بتاتے ہیں مجبوراً
مامون کے ماقبل زمانہ پر نگاہ ڈالیں گے اور ہم کو امید ہے کہ ناظرین خارج از بحث کا لقب
نہ دینگے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ مذہبی بحث سے ہم کو سروکار نہ تھا۔ اور جو کچھ لکھیں گے تاریخی
پہلو سے لکھیں گے جسطرح یورپین مصنفین ہمیشہ عام واقعات کے تذکرے میں بھی
جستہ جستہ مذہب کا نام لیتے ہیں اور شاہان اسلام کے ذاتی افعال مذہب سے جدا نہیں
کر سکتے۔ ہم ایسا کرینگے خراج اور عشر زمین سے متعلق ہیں اور دو باقی ایک قسم کے حقوق ہیں
جو مسلمان رعایا اور دوسرے مذہب والوں سے وصول کیے جاتے تھے۔ اسمیں کچھ شبہ
نہیں ہے کہ مامون اور اسکے اسلاف عام اصول سلطنت میں آنحضرت صلعم اور خلفائے
راشدین کے طریق عمل کو راہنما سمجھتے تھے اور اسی لیے کافی وثوق کے ساتھ ہم یہ بات
فرض کر سکتے ہیں کہ مامون کے عہد کا قانون لگان و ٹیکس بھی قریب قریب وہی ہوگا جو
کسی زمانہ پیشتر میں تیار ہوا ہوگا لیکن ہم کو بہ صاف بتا دینا چاہیے کہ عشر و خراج و جزیہ
مصطلح معنوں میں مذہبی الفاظ نہیں ہیں اور اسلیے ہمکو اس دھوکہ میں نہ پڑنا چاہیے۔
فقہ کی کتابوں میں انکے متعلق جو تفصیلیں اور قاعدے مذکور ہیں وہ نفی یا خلفا و سلاطین
اسلام کے متفقہ اور مسلمہ عملی قاعدے ہیں۔ بے شبہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں خراج

ایک تمدنی قانون کی صورت پکڑ چکا تھا اور اسوجہ سے جیسا موقع ہوا خراج۔ عشر جزیہ سب کچھ وصول کیا گیا۔ لیکن یہ دعویٰ کرنا فضول ہے کہ انکے متعلق شارع علیہ السلام نے کچھ خاص قاعدے طے کر دیئے تھے۔ عام ملکی قوانین کیطرح یہ باتیں بھی ہر جائز تخت نشین اسلام کی رائے پر چھوڑ دی گئی تھیں اور یہی وجہ تھی کہ خلفاء و سلاطین مختلف عہدوں میں خاص خاص ملکی مصلحتیں ان میں تبدیلیاں پیدا کرتی رہیں۔ اب ہم عام طرح پر خراج و عشر کے متعلق چند قواعد بیان کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا خلفاء کے عہد میں معمول رہے ہیں۔ اور مامون کی خلافت میں بھی قریب قریب اسی پر عمل درآمد رہا۔ (۱) جو زمین نہروں کے قدرتی پانی سے سیراب ہوتی ہو۔ یا (۲) جو زمین فوج کو (جس نے اس حصہ ملک کو فتح کیا ہے) تقسیم کر دیگئی ہو۔ یا (۳) جس مقام کے باشندے فوج کشی کے وقت اسلام قبول کر چکے ہوں۔ ان تینوں حالتوں میں وہ زمین عشری ہو گی یعنی اسکی پیداوار سے صرف دسواں حصہ وصول کیا جائیگا اور یہی اسکا خراج سمجھا جائیگا۔

ان تینوں قسموں کے علاوہ جو زمین ہے وہ خراجی ہے۔ عام اس سے کہ مسلمان رعایا کے قبضہ میں ہو یا غیر قوم کے۔ اگر کوئی شخص عشری زمین میں پڑتی ڈالدے تو اس سے کچھ نہیں لیا جائیگا۔ خراجی زمین میں ایسا نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص ایک برس پڑتی ڈالکر دوسرے سال کاشت کرے تو ایک ہی سال کا خراج دینا ہو گا۔ جس زمین پر دوکانیں بنالی جائیں وہ عموماً عشر و خراج سے معاف ہیں اگر کھیتی کو کوئی آفت پہنچے تو خراج معاف ہوگا۔ مذکورہ بالا قسموں میں سے دو پچھلی قسم کی عشری زمینیں بہت کم تھیں حضرت عمرؓ کے عہد میں سواد عراق کی پیمائش بالکل ہو چکی تھی اور مختلف شرحوں کی جمع باندھ دیگئی تھی۔

ل۔ جامع صغیر کنز ۱۲

Marfat.com

ملک شام کے فاتحین نے البتہ سخت اصرار کیا کہ وہاں کی زمین انکو بانٹ دی جائے لیکن حضرت عمرؓ کی فیاض دلی کسی طرح انکو فاتحین کی رائے پر مائل نہ ہونے دیتی تھی۔ بالآخر اس نفی سند پر یہی فیصلہ ہوا کہ پہلے قابضین بے دخل نہ کیے جاویں[1]

مصر میں بھی آپ نے تاکیدی فرمان بھیجا تھا کہ اہلِ فوج قطعاً زمینداری اور کاشت نہ کرنے پائیں۔ اس حکم کے خلاف ایک شخص نے کچھ زمین کاشت کی تو آپ نے اسکو پکڑ بلایا اور نہایت سخت سزا دینی چاہی۔ لیکن اسنے قطعی توبہ سے اپنا قصور معاف کرالیا[2]

عشر اور خراج کے احکام مسلمان اور دوسرے مذہب والی رعایا سے جنکو اسلام کی حمایت میں آجانے سے ذمی کا لقب ملا ہے قریب قریب یکساں متعلق ہیں۔ خراجی زمین کسی کے قبضہ میں ہو ایک شرح سے لگان لیا جاتا تھا۔ عشری زمین میں امام محمد و سفیان ثوری کی عام تجویز یہی ہے کہ چونکہ تشخیص لگان میں صرف زمین کی صلاحیت ملحوظ ہوتی ہے اسلیے اس قسم کی زمین اگر ذمی کے قبضہ میں ہو تو اس سے بھی وہی عشر لیا جائیگا[3] حضرت عمرؓ نے قوم بنط سے عشر ہی لیا تھا۔ امام مالکؒ گو اسبارہ میں کسی قدر ذمیوں کے ساتھ سختی کرتے ہیں تاہم اس حالت میں کہ ذمی کسی دوسرے شہر یا قصبہ میں عشری زمین خریدے تو ان کا فیصلہ بھی وہی ہے جو امام محمد کا ہے۔

خراج کی کوئی معین شرح نہ تھی لیکن یہ اصول عامۃً ملحوظ رہتا تھا کہ کسی حالت میں نصف آمدنی سے زائد نہ لیا جاوے۔

---

[1] حسن المحاضرۃ جلد اول صفحہ ۹۲ مطبوعہ مصر ۱۲۹۹ھ
[2] فتوح البلدان صفحہ ۷، سطر ۹ و ۱۰
[3] ازالۃ الخلفاء جلد دوم صفحہ ۱۳۲

Marfat.com

حضرت عمرؓ نے سواد کے کل اضلاع کی پیمائش کرائی تھی جو تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب ٹھہرا اور ذیل کی شرح سے لگان مقرر کی۔

نخلستان[1]	فی جریب یعنی پون بیگہ پختہ	۱۰ درہم سال
انگور	″	″
نیشکر	″	۶ درہم
گیہوں	″	ایک درہم و ایک صاع غلہ[2]
جو	″	ایک درہم دسالے
روئی	″	۵ درہم

مصر کا خراج بحساب فی جریب ایک دینار یعنی پانچ روپیہ[3] مقرر ہوا اور عمرو بن العاص رضؓ نے جو حضرت عمرؓ کیطرف سے مصر کے گورنر تھے یہ عہد لکھ دیا کہ اس شرح سے کبھی زائد نہ لیا جاوے گا۔[3] اس لحاظ سے مصر کا بندوبست استمراری سمجھنا چاہیئے لیکن یہ شرحیں انتہائی شرحیں ہیں اور خود حضرت عمرؓ کے عہد میں اکثر اوقات ان میں تبدیلیاں ہوتی رہیں۔

حضرت علی نے اور بھی تخفیف کی۔ تمام ان علاقوں میں جو نہر فرات سے سیراب ہوتے تھے۔ بشرح ذیل لگان مقرر کی تھی اور روئی۔ تل۔ مقاثی اور تمام قسم کی بقولات اور ترکاریوں کی زمین عموماً خراج سے معاف کر دی۔

---

[1] اس باب میں فتوح البلدان و ہدایہ کی روایتیں مختلف ہیں میں نے ہدایہ کی روایت لی ہے۔

[2] صاع ۲۵۱ تولہ کا ہوتا ہے۔

[3] فتوح البلدان صفحہ ۲۱۵، ۲۱۸ مطبوعہ لیڈن۔ ہالینڈ۔

Marfat.com

گیہوں اول درجہ کی زمین	فی جریب	ڈیڑھ درہم اور صاع غلہ
متوسط درجہ	"	ایک درہم
ادنے درجہ	"	درہم کی دو تہائی

جَو کی زمین پر اسی حساب سے گیہوں کا نصف لگتا ہے[1]

قریباً یہی شرح حساب تمام ممالک اسلامی میں جاری تھا۔ اور مسلمان و ذمی (یعنی دوسرے مذہب والے) دونوں پر یکساں اثر رکھتا تھا۔ البتہ سواد کے علاقوں میں مہدی عباسی نے لوگوں کی درخواست پر نصف کے حساب سے بٹائی کردی تھی لیکن مامون الرشید نے سنہ ۲۰۴ھ میں شرح گھٹا کر دو خمس کر دی ہے[2]

خراج کا ہلکا ہونا کچھ تو اس وجہ سے تھا کہ اسلام کے جانشینوں میں ابتک اسلام کا بے حرص اور قیاعتانہ اثر پایا جاتا تھا اور زیادہ اس وجہ سے کہ ابتدائی زمانہ میں عرب کے سادہ مزاج فاتح جو اپنے بے روک ہاتھوں سے دنیا کا مرقع الٹ پلٹ کر رہے تھے۔ ریگستان سے اٹھ کر گئے تھے اور جو کچھ ملجاتا تھا انکی قانع طبیعت کیلئے کافی تھا۔ یہ وہ لوگ تھے کہ ان میں جب ایک ممتاز شخص نے ایک معرکہ میں صرف ہزار درہم پر ایک نہایت دولتمند کافر سے صلح کرلی اور لوگوں نے کہا کہ "تم نے بہت سستا بیچا" تو انہوں نے تعجب سے جواب دیا کہ "کیا ہزار سے بھی کوئی زائد عدد ہے" اس پر خلفائے راشدین کے عہد میں یہ عام قاعدہ تھا کہ ایک مسلمان جن شرائط پر کسی قوم سے معاہدہ کرلے۔ خلیفہ وقت کو اسکی پابندی لازم ہوگی۔ فتوحات تاریخ اٹھا کر دیکھو

---

[1] دیکھو فتوح البلدان از صفحہ ۲۶۶ تا ۲۷۱-۱۲

[2] کامل ابن الاثیر۔ واقعات سنہ ۲۰۴ھ-۱۲

Marfat.com

سینکڑوں مثالیں پاؤگے۔ کہ فوج اسلام نے ایران۔ آرمینیہ۔ مصر۔ شام کے اضلاع میں نہایت خفیف رقم پر صلح کر لی اور خلیفہ وقت کو ہمیشہ سے وہی بحال رکھی دولت بنی امیہ اور عباسیہ نے کچھ اضافہ کیا مگر پیداوار کے لحاظ سے تو وہ بھی کچھ نہ تھا۔

زکوٰۃ: مسلمانوں کے ساتھ خاص تھی اور سونے چاندی۔ اونٹ گائے۔ بکری سب پر جداگانہ شرحیں مقرر تھیں۔ حقیقت میں یہ نہایت سخت ٹیکس تھا جسکو اسلام نے خود اپنے اوپر گوارا کر لیا تھا۔

ذمیوں پر جزیہ[1] تھا۔ گو وہ ایک نہایت خفیف رقم تھی اور زکوٰۃ کے مقابلہ میں تو گویا کچھ بھی نہ تھی لیکن تعجب ہے کہ دوسری قوموں نے مسلمانوں کو تعصب کا الزام دینے میں ہمیشہ بڑے زور شور سے اسکا تذکرہ کیا ہے۔ یہ ہلکا ٹیکس جس کے نام سے یورپین مصنف کے دل میں مسلمانوں کیطرف سے نہایت ناگوار خیالات دفعتہ جوش مارنے لگتے ہیں زیادہ سے زیادہ فی کس ۴۸ درہم یعنی ۱۲ روپیہ سالانہ تھا اور یہ تعداد بڑے بڑے دولتمندوں کے ساتھ خاص تھی۔ متوسطین پر چھ روپیہ اور عام درجہ کے لوگوں پر تین روپیہ سالانہ تھا۔ بشرطیکہ وہ ادا کرنے کے قابل ہوں لیکن فرمانروائے وقت کو حسب مصلحت اختیار عام حاصل تھا کہ اسکی شرح گھٹا دے[2] یا بالکل معاف کر

[1] جزیہ کی تحقیق میں وہ کس زبان کا لفظ ہے اور کس زمانہ سے اسکا رواج ہے اور یہ کہ اسلام میں کس مقصد سے وہ اختیار کیا گیا۔ میرا ایک مستقل رسالہ ہے جو حال میں طبع ہوا ہے اور سیکرٹری مدرسۃ العلوم کے پاس درخواست بھیجنے سے مل سکتا ہے نیز اس کتاب کے آخر میں بھی شامل ہے

[2] حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جرجوسنہ اور اسکے قرب وجوار کے مضافات میں جزیہ بالکل معاف کر دیا گیا تھا دیکھو فتوح البلدان صفحہ ۱۵۹ ماریہ قبطیہ کے ہموطن بھی جزیہ سے معاف کر دیے گئے تھے فتوح البلدان صفحہ ۲۱۸

Marfat.com

لڑکے بوڑھے۔ عورتیں مفلوج۔ معطل العضو۔ نابینا ہر حالت میں مطلقاً معاف تھے۔

کبھی کبھی بجائے ٹیکس کے فی کس جزیہ مقرر ہوتا اور تعداد دبشرح سابق رہتی تھی[1] یعنی ایک دینار یا اس سے بھی کم۔ اس خفیف محصول کے عوض میں ذمیوں کی جان و مال کی نیابت مستحکم ذمہ داری مسلمانوں پر فرض ہو جاتی تھی۔

ان آمدنیوں میں سے زکوٰۃ کی رقم جو صرف مسلمانوں سے لی جاتی تھی اسی لیے تھی کہ اس سے محتاج۔ اپاہج۔ نادار۔ مسافر اور اسطرح کے درماندہ لوگوں کی اعانت کیجاوے زکوۃ میں یہ قید تھی کہ صرف مسلمانوں پر صرف ہو لیکن اور کسی قسم کے صدقات میں جو مسلمانوں سے لیے جاتے تھے کوئی تخصیص نہ تھی اور غیر مذہب والی رعایا بھی برابر بہرہ مند ہوتی تھی۔ خود حضرت عمرؓ نے دمشق کے سفر میں مجذوم عیسائیوں کے لیے بیت المال کی اس رقم سے وظیفہ مقرر کر دیا تھا[2]

اور ایک دوسرے موقع پر بیت المال کے داروغہ کو کہلا بھیجا کہ خدا کے اس قول میں کہ "صدقات فقرا اور مساکین کیلیے ہیں" مساکین سے عیسائی اور یہودی مراد ہیں[3] باقی خراج۔ عشر۔ جزیہ۔ پبلک کاموں یعنی۔ سڑک پل۔ چوکیداری تعلیم وغیرہ کیلیے خاص تھے۔ فوج کا صرفہ بھی اسی آمدنی سے دیا جاتا تھا۔

مامون الرشید اور عموماً نیک دل بادشاہان اسلام کے عہد میں ٹیکس یا محصول جو کچھ کہ وہی تھا جس کا ذکر ہوا۔ انکم ٹیکس۔ انڈسٹری ٹیکس۔ چنگی سڑکانہ۔ مدرسانہ

---

[1] حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں تفلس والوں پر اسی شرح سے جزیہ مقرر ہوا تھا۔ فتوح البلدان صفحہ ۲۰۱

[2] فتوح البلدان صفحہ ۱۲۱۔

[3] ازالۃ الخفاء جلد دوم صفحہ ۷۳۔

Marfat.com

چوکیداری اسٹامپ کے ناموں سے اس زمانے میں کوئی واقف نہ تھا۔

فوج نظامی یعنی جس کا نام و حلیہ دفتر العسکر میں قلمبند تھا۔ اسکی تعداد قریباً دو لاکھ سوار و پیادہ تھی۔ سوار کی تنخواہ پچیس روپیہ اور پیادے کی دس روپے جنرل و کمانڈر کی تنخواہیں بھی کچھ بہت زیادہ نہ تھیں لیکن ایشیائی حکومتوں میں عہدہ داروں کی نگاہ مشاہرے سے زیادہ صلوں انعامات پر لگی رہتی ہے جو وقتاً فوقتاً کسی خاص خوشی یا اظہار کارگزاری کے وقت انکو ملتے رہتے ہیں اور خصوصاً مامون کی فیاضیوں کی تو کچھ حد ہی نہ تھی۔ عبداللہ بن طاہر سردار فوج کو ایک دن پانچ لاکھ درہم انعام دیے۔ ملکی عہدہ داروں میں بھی صرف وزیر اعظم ذوالریاستین کی تنخواہ بیش قرار تھی یعنی تیس لاکھ درہم ماہوار۔ اگرچہ ہر قسم کے عہدے الگ الگ اور نہایت باقاعدہ اور منضبط تھے لیکن سپہ سالار۔ فوج جنرل کے ساتھ مخصوص نہ تھی۔ صوبہ کا لفٹنٹ یا قسمت کا گورنر عموماً کمانڈر انچیف اور گورنر فوج ہوتا تھا۔ یحیی بن اکثم جو قاضی القضاۃ کے منصب پر ممتاز تھے مامون نے متعدد بار انکو فوج کی افسری دی تھی اصل یہ ہے کہ اسوقت سپہ گری مسلمانوں کا عام جوہر تھا اور اسی لیے کسی شخص کا اہل قلم ہونا اسکو صاحب العلم ہونے کے قابل نہیں کرتا تھا۔

دوسری قسم کی فوج منطوعہ تھی جسکو والنٹیر کہنا چاہیے۔ اس قسم کی فوج وقت پر جسقدر درکار ہو تیار ہو سکتی تھی اور خصوصاً جہاد کی پرزور صداؤں کے وقت تو سارا ملک امنڈ آتا تھا۔ فوج کو سواری ہتھیار سرکار سے ملتا تھا اور خزانہ شاہی میں ہر قسم کے اسلحہ جنگ نہایت افراط سے ہر وقت موجود رہتے تھے۔

ہارون الرشید کی وفات کے بعد ۱۹۳ھ میں جب خزانۃ السلاح کا جائزہ لیا گیا

Marfat.com

تونس میں ذیل تعداد کے ساز و اسلحہ موجود تھے

مطلا و مذہب تلواریں	۱۰ ہزار	شاکریہ غلاموں کیلئے	۵۰ ہزار
نیزے	ایک لاکھ ۵۰ ہزار	کمانیں	ایک لاکھ
مطلا زرہیں	ایک ہزار	عام زرہیں	ایک ہزار
خود	بیس ہزار	جوشن	بیس ہزار
ڈھالیں	ڈیڑھ لاکھ	مطلا زین	چار ہزار
عام قسم کے زین	تیس ہزار		

جنگی جہازات کی ابتداء اگرچہ عبدالملک بن مروان المتوفی ۸۶ھ ہونے کی تھی۔ اور اسی کے زمانہ میں حسان بن نعمان گورنر افریقہ کے اہتمام سے تونس میں جنگی جہازات اور آلات بحری کی تیاری کا ایک بڑا محکمہ قائم ہوا تھا[۲] لیکن مامون کے عہد میں اسکو ترقی ہوئی جزیرہ سسلی کی فتح کے لیے سو جنگی جہازات بہت سے بحری سامان کے جو بھیجے گئے تھے وہ اسی کارخانہ سے تیار ہوئے تھے۔ آتش اندازی کیلئے چھوٹے چھوٹے جہاز ہوتے تھے جنکو عربی میں حراقہ کہتے ہیں۔ ان سے روغن نفط (گریک فائر) کے شیشے بھر بھر کر مارتے تھے جو دشمن کے جہازوں میں آگ لگا دیتے تھے اور خود پانی سے بھی بجھ نہیں سکتے تھے۔

ملک کی آبادی میں امن و امان، مامون کی بیدار مغزی اور جزئیات پر اطلاع۔ عدل و انصاف، غیر قوموں کے حقوق،

دولت عباسیہ کے امن و انتظام۔ ترقی اور وسعت کے افسانے جو روز ہم سنتے

۱؎ دیکھو ثمار الاوراق۔ بر حاشیہ۔ مستطرف جلد اول صفحہ ۲۰۲ ۲؎ مقدمہ ابن خلدون ذکر زیادۃ الاسا

Marfat.com

...نتے ہیں۔ سچ پوچھیے تو ہارون و مامون کے ہی عہد حکومت نے اس خاندان کو یہ عام ...موری دی ہے تجارتیں تمام آزاد تھیں۔ نئے نئے شہر آباد ہوتے جاتے تھے ایک ایک ...صبہ بلکہ ایک ایک گاؤں میں چشمے اور نہریں جاری تھیں جو حاکمان اضلاع اور زمیندار ...جاگیرداروں کے مصارف سے ہمیشہ بنتی رہتی تھیں اور جنکی وجہ سے زراعت کو روز افزوں ...رقی ہو رہی تھی۔ مامون نے سلطنت کے بڑے بڑے اضلاع کا دورہ کیا اور ہر جگہ دو دو ...چار چار دن قیام کرکے مناسب انتظامات جاری کیے۔ سنہ ۲۰۲ھ میں جب وہ عراق کو روانہ ...ہوا۔ سرخس، طوس، ہمدان، جرجان، نہروان، رے اور دوسرے اضلاع میں ہفتوں ...قیام کیا اور ملک کے اصلی حالات سے واقفیت پیدا کی۔ علامہ مقریزی نے کتاب الخطط ...والآثار میں لکھا ہے کہ جب مامون نے مصر کے علاقوں کا دورہ شروع کیا تو ہر گاؤں میں ...کم سے کم ایک رات دن ٹھہرتا گیا۔ مقام طاء النمل میں پہنچا تو معمول کے خلاف وہاں قیام نہیں کیا اور آگے بڑھا۔ اس گاؤں کی مالک ایک بڑھیا تھی۔ یہ خبر سنکر مامون کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یہ محرومی میری ہی قسمت میں کیوں لکھی تھی۔ مامون اسکا مہمان ہوا۔ اسنے اپنی حیثیت کے موافق دعوت کا سامان کیا اور رخصت کے وقت دس تھیلی اشرفیاں ایک ہی سنہ کے سکہ کی نذر میں پیش کیں۔ مامون حیرت میں رہ گیا اور کہا کہ دعوت کیا کم تھی۔ تم نے یہ تکلف کیوں کیا جسکا قبول کرنا میری فیاضی کے خلاف ہے۔ بڑھیا نے کہا کہ سونا تو ہمارے گاؤں کی مٹی سے پیدا ہوتا ہے اور اسلیے ہم لوگوں میں اسکی کچھ قدر نہیں ہے میں نے جسقدر حضور کی خدمت میں حاضر کیا ہے اس سے بہت زیادہ اب بھی میرے پاس موجود ہے۔ اس حکایت سے مامون کے حسن انتظام اور ملک کی مرفہ الحالی دونوں کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ملک کے ہر حصہ میں معذور، محتاج، اپاہج، بیوہ، یتیم سب کے

روز بینے مقرر تھے جو شاہی خزانے سے وقت معین پر ان کو ملا کرتے تھے۔ یہ بات سلطنت کے ضروری قوانین میں داخل تھی کہ جو شخص فقر و فاقہ کا شاکی ہو اس مقام کا حاکم اسکو کوئی کام دے یا بیت المال سے وظیفہ مقرر کر دے۔

مامون نے خراسان کے زمانہ حکومت میں غفلت کی تھی اسکا خمیازہ مدت تک کھینچنا پڑا تھا۔ اسلیے بغداد میں آکر اسکا طرز حکومت بالکل بدل گیا۔ اب اسکو ایک ایک جزئی واقعہ اور عام حالات کی اطلاع کا کچھ ایسا عشق ہو گیا کہ سن کر تعجب ہوتا ہے سترہ[1] سو عجوزہ عورتیں مقرر تھیں جو تمام دن شہر میں پھرتی تھیں اور شہر کا کچا چٹھا اسکو پہنچاتی تھیں۔ لیکن مامون کے سوا اور کسی کو ان کے نام و نشان سے اطلاع نہ تھی۔ ہر صیغہ پر جداگانہ خفیہ نویس اور واقعہ نگار مقرر تھے[2]۔ اور ملک کا کوئی ضروری واقعہ اس سے مخفی نہیں رہ سکتا تھا لیکن یہ بات عجیب ہے کہ اس قسم کی کاوش کا جو عام اثر ہوتا ہے یعنی ہر شخص سے بدگمان ہو جانا اور عوام کی آزادی سے تعرض کرنا۔ مامون اس سے بالکل بری تھا اس کی تاریخ زندگی کا ایک ایک حرف چھان ڈالو ایک واقعہ بھی ایسا نہیں مل سکتا جس سے اسکی اس کاروائی پر حرف آسکے۔ بخلاف اسکے اس حکمہ نے رعایا کے حق میں عجیب عجیب فیاضیاں دکھائیں۔

ایک دن کسی سپاہی نے ایک شخص کو بیگار میں پکڑا وہ دردناک آواز سے چلایا کہ "واعمراہ یعنی اے عمرؓ تم کہاں ہو" مامون کو اطلاع ہوئی اس شخص کو طلب کیا اور کہا کہ کیا حضرت عمرؓ کا عدل تجھ کو یاد آیا۔ اس نے کہا ہاں۔ مامون نے کہا "خدا کی قسم اگر میری رعیت حضرت عمرؓ کی سی رعیت ہوتی تو میں ان سے بھی زیادہ عادل ہوتا۔ پھر اسکو انعام دلایا اور سپاہی کو موقوف کر دیا[3]۔

---

[1] مختار الدول فریانی۔ خلافت مامون [2] ابن خلکان۔ ترجمہ فراء نحوی [3] عیون والحدائق صفحہ ۳۷۹

ایک بار ایک شخص نے عرضی دی کہ بیت المال سے کچھ وظیفہ مقرر ہو جاوے۔ مامون نے بلا کر پوچھا کتنے بال بچے ہیں۔ اس نے بڑھا کر تعداد بتائی۔ چونکہ مامون ایک جزوی واقعہ کی خبر رکھتا تھا اسکا جھوٹ نہ چل سکا۔ دوسری بار اس نے پھر عرضی لکھی اور جو تعداد تھی صحیح صحیح بتا دی۔ مامون نے اب عرضی پر لکھدیا کہ اسکا روزینہ مقرر کر دیا جائے[1]

اتوار کے دن ہمیشہ صبح سے ظہر تک دربار عام کرتا تھا جس میں خاص و عام کسی کے لیے کچھ روک نہ تھی اور جہاں پہنچکر ایک کمزور مزدور کو اپنے حقوق میں خاندان شاہی کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ ہوتا تھا۔

ایک دن ایک شکستہ حال بڑھیا نے دربار میں آکر زبانی یہ شکایت پیش کی کہ ایک ظالم نے میری جائداد چھین لی ہے۔" مامون نے کہا کس نے اور وہ کہاں ہے۔" اشارہ سے بتایا کہ "آپکے پہلو میں"، مامون نے دیکھا تو خود اس کا بیٹا عباس تھا۔ وزیر اعظم کو حکم دیا کہ شہزادے کو بڑھیا کے برابر لے جا کر کھڑا کر دے اور دونوں کے اظہار سنے۔ شہزادہ عباس رک رک کر آہستہ آہستہ گفتگو کرتا تھا لیکن بڑھیا کی آواز بیباکی کے ساتھ بلند ہوتی جاتی تھی۔ وزیر اعظم نے روکا کہ خلیفہ کے سامنے چلا کر گفتگو کرنا خلاف ادب ہے۔ مامون نے کہا نہیں جسطرح چاہے آزادی سے کہنے دو۔ سچائی نے اسکی زبان تیز کر دی ہے۔ اور عباس کو گونگا بنا دیا ہے۔ اخیر مقدمہ کا فیصلہ بڑھیا کے حق میں ہوا اور جائداد واپس دلا دی گئی[2]

مامون کی آزاد پسندی نے اس کے عمال کو بھی اصول انصاف میں نہایت آزاد اور بیباک کر دیا تھا۔

---

[1] رسالہ حکم وآداب صفحہ ۶۰ [2] واسطۃ السلوک فی احوال السلوک۔ عقد الفرید جلد اول صـ۱۲

Marfat.com

ایک بار خود مامون پر ایک شخص نے تیس ہزار کا دعویٰ دائر کیا جسکی جوابدہی کے لیے اسکو دار القضاۃ میں حاضر ہونا پڑا۔ خدام نے قالین لاکر بچھایا کہ خلیفہ اسپر تشریف فرما ہو لیکن قاضی القضاۃ نے مامون سے کہا کہ یہاں آپ اور مدعی دونوں برابر درجہ رکھتے ہیں۔ مامون نے کچھ برا نہ مانا بلکہ اس کے صلہ میں قاضی القضاۃ کی تنخواہ اضافہ کردی[1]

مامون کی فیاض لائف پر اگر کچھ نکتہ چینی ہو سکتی ہے تو یہ ہو سکتی ہے کہ اسکا رحم و انصاف اعتدال کی حد سے آگے بڑھ گیا تھا جس کا یہ اثر تھا کہ اسنے اپنے ذاتی حقوق کو بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔ بد زبان شعراء اسکی ہجوئیں لکھتے تھے مگر خبر نہیں ہوتی تھی خود اس کے خدام گستاخیاں کرتے تھے۔ لیکن اسکو مطلقاً پرواہ نہیں ہوتی تھی دعبل[2] نے ایک ہجو میں اسکی نسبت لکھا۔

شادو بذکرک بعد طول خمولہ ۔۔۔۔ واستنقذ وک من الحضیض الاوھد

یعنی میری قوم نے تیرے نام کو جو بالکل بجھا ہوا تھا شہرت دیدی اور تجھکو پستی سے نکال کر بلندی پر بٹھا دیا،، مامون نے یہ ہجو سنی تو صرف یہ کہ ” دعبل کو ایسی غلط بات کہتے ذرا شرم نہیں آئی۔ میں گمنام کس دن تھا۔ پیدا ہوا تو خلافت کی آغوش میں پیدا ہوا اور دودھ پیا تو اسی کی چھاتیوں کا پیا۔[3]

ایک بار مامون کا چچا ابراہیم شاکی ہوا کہ دعبل کی بدزبانیاں حد سے گذر گئیں۔ میری ایسی بری ہجو لکھی ہے جو کسی طرح درگذر کے قابل نہیں۔ ابراہیم نے اس ہجو کے کچھ اشعار بھی سنائے۔ مامون نے کہا۔” چچا جان۔ اس نے میری ہجو اس سے بھی بڑھ کر لکھی ہے اور چونکہ میں نے درگذر کی۔ امید ہے کہ آپ بھی ایسا ہی کرینگے دعبل کی بیہودہ گوئی سے سارا دربار نالاں تھا۔ ابو سعید مخزومی نے چند بار مامون کو بھڑکایا کہ آخر درگذر کہاں

[1] اس زمانہ کا ایک مشہور شاعر تھا اور ہجو گوئی میں مشہور تھا [2] تاریخ الخلفاء سیوطی

Marfat.com

تک مامون نے کہا" اچھا اگر بدلہ ہی لینا ہے تو تم بھی اس کی ہجو لکھدو مگر صرف یہ لکھو کہ دعبل لوگوں کی ہجو میں جو کچھ کہتا ہے غلط کہتا ہے۔

مامون اکثر کہا کرتا تھا کہ" مجھکو عفو میں جو مزا آتا ہے۔ اگر لوگ جان جائیں تو جرم اور نافرمانی کو میرے پاس تحفے لے کر آئیں"۔

مختلف وقتوں میں وزراء خاندان خلافت۔ حکام۔ عمال کی شکایت میں داد خواہوں نے جو عرضیاں دی ہیں۔ اور مامون نے ان پر اپنے خاص لفظوں میں احکام لکھے ہیں ان میں سے چند اس موقع پر ہم نقل کرتے ہیں۔ عرضیوں کی عبارت سے چنداں ہم کو غرض نہیں۔ صرف یہ بتادینگے کہ کس کی نسبت تھی لیکن جو احکام ہیں وہ مامون کے خاص الفاظ ہیں جن کا ترجمہ کردیا گیا ہے۔

عرضیاں	مامون کی تحریر
ابن ہشام کی نسبت	شریف کی یہ پہچان ہے کہ اپنے سے بڑے کو دبائے اور چھوٹے سے خود دب جائے۔ تم کس میں سے ہو۔
ہشام کی نسبت	جس وقت تک ایک شخص بھی میرے دروازہ پر تیرا شاکی موجود ہوگا تجھکو میرے دربار میں رسائی نہ ہوگی
ابو عباد کی نسبت	اے ابو عباد حق اور باطل میں کچھ رشتہ نہیں ہے۔
ابو عیسیٰ کی نسبت جو	"فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم"۔ یعنی جب نفخ صور ہوگا تو نسب جاتے رہیں گے۔
حمید طوسی کی نسبت	اے حمید۔ تقریب درگاہ پر نہ بھولنا۔ حق میں تو اور کمینہ غلام دونوں برابر ہیں۔

Marfat.com

ابن الفضل طوسی کی نسبت	نیز اب بے تمیز اور درشت خو ہونا تو ہیں نے گوارا کیا لیکن رعایا پر ظلم کرنا نہیں برداشت کر سکتا ہوں۔
عمرو بن مسعدہ کی نسبت	اے عمرو اپنی دولت کو عدل سے آباد کر۔ ظلم تو اس کا ڈھا دینے والا ہے۔

اس موقع پر جب ہم مامون کے عدل و انصاف کی داستانیں سنا رہے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ اس عہد خلافت کی مسلسل بغاوتوں پر ایک اجمالی مگر دقیقہ میں نگاہ ڈالیں کیونکہ عام خیال۔ انصاف اور بغاوت کو ہمعصر نہیں فرض کر سکتا مامون کی تاریخ اس قسم کی ناگزیر معرکہ آرائیوں سے مملو ہے لیکن جو کچھ ہوا اتفاق واقعات کا نتیجہ تھا۔ ورنہ اس خصوص میں اسکا دامن انصاف ہر ایک قسم کے داغ سے پاک ہے۔

ہارون الرشید کا دربار دو مختلف قوموں یعنی عرب و ایرانی نسل سے مرکب تھا۔ یہ وراثت اسکے دونوں بیٹے مامون و امین میں آکر منقسم ہو گئی۔ مامون ماں کیطرف سے عجمی تھا۔ اسکا وزیر بھی ایک مسلم مجوسی تھا۔ تقسیم کی رو سے ملک کے جو صوبے ملے وہ بالکل عجم کے حصے تھے۔ ان باتوں کا لازمی اثر تھا کہ گروہ عرب کو مامون کے ساتھ کچھ ہمدردی نہ ہو۔ امین سے جب معرکے شروع ہوئے تو وہ قطعاً ہمت ہار چکا تھا۔ لیکن ذوالریاستین جو اسکا ندیم و وزیر تھا ثابت قدم رہا اور اپنے حسن تدبیر سے آخر کامیاب ہوا۔

مامون نے بے شبہ اسکے صلے اعتدال سے کچھ بڑھ کر مراعات کی اور اسکو سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا۔ اسی بات پر عرب کا گروہ بگڑ گیا لیکن مامون کو اس وجہ سے

Marfat.com

اس واقعہ کی اطلاع نہ ہوسکی کہ ذوالریاستین کے اقتدار نے اصل حالات سے مطلع ہونے کے تمام ناکے بند کر دئے تھے۔

سادات جو خلافت کو اپنا ازلی حق سمجھتے تھے ہمیشہ ایسے موقعوں کی تاک میں رہتے تھے ہر طرف اٹھ کھڑے ہوئے اور تمام ملک ہلا دیا اس حالت میں اگر کسی سے ہمدردی کی توقع ہوسکتی تھی تو وہ صرف عباسی خاندان تھا لیکن مامون نے حضرت امام علی رضا کو ولیعہد بنا کر یہ بات بھی کھودی مدت تک بغاوت کا سلسلہ قائم رہا اور اس وجہ سے طول پکڑتا گیا۔ کہ سادات پر مامون کسی قسم کی سختی نہیں کرسکتا تھا۔ وہ یوں ہی نرم دل اور فیاض طبع تھا اس پر شیعہ پن کے پرتو نے اور بھی سادات کا گرویدہ کر رکھا تھا۔ ان باغیوں پر قابو پاتا تھا اور چھوڑ دیتا تھا لیکن وہ اور بھی شوخ اور نڈر ہوتے جاتے تھے۔

اس سلسلہ کے علاوہ اور جو بغاوتیں ہوئیں وہ ایسی ہی عام بغاوتیں ہیں جیسے کہ شخصی حکومتوں میں ہوا کرتی ہیں۔ ہم کو ایشیا کی کوئی سلطنت ایسی نہیں معلوم ہے جہاں آئے دن ایسے معمولی فتنے نہیں اٹھا کرتے۔ اسکے ساتھ ہم کو یہ بھی خیال کرنا چاہیے کہ اسوقت رعایا سے ہتھیار لے لینے کا کوئی قانون نہ تھا اور اسوجہ سے سلطنت اور رعایا کی قوت ایک حیثیت سے یکساں نسبت رکھتی تھی۔

ان سب پر اتنا منضراد کرنا چاہیے کہ جن لوگوں نے بغاوت کے علم بلند کیے وہ اکثر عرب کی قوم سے تھے جو آجتک اطاعت کے حلقے سے آزاد رہتی آئی ہے۔ اور شاید ہمیشہ ایسی ہی آزاد رہے۔ شاید ایک معترض نہایت آسانی سے مامون پر یہ الزام لگائے کہ ذوالریاستین جیسے مامون کی بنیاد حکومت کو گرتے گرتے سنبھال لیا۔ خود مامون

Marfat.com

کے اشارے سے قتل کیا گیا لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ آخر علاج کیا تھا۔ نہ ذوالریاستین اپنی خود سری سے باز آسکتا تھا نہ اہل عرب اس کے سامنے سر جھکا سکتے تھے موقع ایسا آپڑا تھا کہ بقائے خلافت اور ذوالریاستین کا اجتماع ناممکن ہو گیا تھا۔ مامون نے بے شبہ ذوالریاستین کو خلافت کی نذر کر دیا۔ اب اگر یہ الزام کی بات ہے، تو ہم مامون کو اس سے نہیں بچا سکتے۔ ہاں اسکا جواب ہمارے پاس بھی نہیں کہ ذوالریاستین کے قاتلوں کو کیوں قتل کرا دیا۔ شاید پالیسی کے وسیع قانون میں یہ باتیں جائز رکھی گئی ہوں۔

ایک بار مامون نے احمد بن داؤد سے مخاطب ہو کر ایک نہایت پولٹیکل تقریر کی تھی جسکا اس موقع پر نقل کرنا نہایت موزوں ہے اسنے کہا کہ "بادشاہ بعض وقت اپنے خاص ارکان دولت کیساتھ جو باتیں کر گزرتا ہے عوام ہرگز اسکا انصاف نہیں کر سکتے وہ دیکھتے ہیں کہ وزیر نائب السلطنت نے جو وفادار یاں کیں ان کے بارے حکومت کی گردن کبھی ہلکی نہیں ہو سکتی۔ وہ رائے لگا لیتے ہیں کہ بادشاہ نے جو کچھ کیا صرف حسد یا تنگدلی کی وجہ سے کیا تھا لیکن انکو کیا معلوم ہے کہ اسکے بعض افعال خود سلطنت کے خانہ برانداز ہیں۔ اب بادشاہ ذو مجبوریوں میں گھر جاتا ہے نہ اس راز کو عوام پر ظاہر کر سکتا ہے نہ اس وزیر یا نائب سے درگزر کر سکتا ہے مجبوراً وہ کر گزرتا ہے جو ظاہر ہیں نہ کرنا چاہیے۔ وہ جانتا ہے کہ عوام تو کیا خواص بھی اسکو معذور نہ رکھیں گے لیکن ضرورت کسی کی نکتہ چینی کی پروا نہیں کر سکتی"[1] شخصی حکومت کا زور مامون کے عہد میں بھی پوری قوت کیساتھ قائم تھا۔ لیکن وہ اس بدعت کا موجد نہیں ہے۔ اور اگر اسکی چلتی تو اس حالت میں ایک مفید انقلاب پیدا ہو جاتا بنو امیہ اور عباسیہ دونوں نے اپنے طریق عمل سے خلافت اسلام کو خاندانی ترکہ قرار دیا تھا۔ مامون پہلا شخص ہے جسنے اس جابرانہ قانون کو مٹا دینا چاہا۔ اگرچہ افسوس ہے

---

[1] رسالہ حکم و آداب۔

Marfat.com

کر کامیاب نہ ہوسکا اس نے بڑی تحقیق اور تجربہ کے بعد ایک ایسے برگزیدہ* شخص کو ولیعہدی کیلیے انتخاب کیا جو خاندان شاہی سے کچھ واسطہ نہیں رکھتے تھے بلکہ خاندان عباس ان کے ساتھ ایک موروثی رقابت کا خیال رکھتا تھا۔ یہی بات تھی کہ انکے انتخاب پر آل عباس دفعتاً برہم ہوگئے اور تمام ملک میں بغاوتیں برپا ہوگئیں تاہم مامون نے وہی کیا جو سچے کانشنس کی رو سے اسکو کرنا چاہیے تھا۔

جب انکو زہر دیدیا گیا اور مامون کو پورا تجربہ ہوگیا کہ جو خاندان ڈیڑھ سو برس سے خلافت پر قبضہ کرتا آیا ہے وہ کسی طرح اپنے فرضی حق سے باز نہیں آسکتا تو مجبوراً نہ اسنے بھی وہی کیا جو اسکے اسلاف کرتے آئے تھے تاہم اسبات سے کہ اسنے اپنی اولاد کو چھوڑ کر جو حکومت کی قابلیت بھی رکھتی تھی اپنے بھائی کو منتخب کیا۔ ایک ایسی عالی حوصلگی اور سچی بے غرضی کا ثبوت ملتا ہے جو تمام تاریخ اسلام میں بے نظیر ہے گویا مامون کی اولاد خلافت کے قابل تھی مگر اس میں شک نہیں کہ اسکا لائق بھائی جو اپنے عہد میں معتصم باللہ کے لقب سے پکارا گیا قابلیت سلطنت کے لحاظ سے حق فائق رکھتا تھا۔

مامون کے عہد میں دوسری قوموں کو جو حقوق حاصل تھے مہذب سے مہذب گورنمنٹ میں بھی اس سے زیادہ نہیں ہوسکتے تھے۔ یہود۔ مجوس۔ عیسائی۔ لامذہب اسکی وسیع حکومت میں نہایت آزادی سے زندگی بسر کرتے تھے خاص دار الخلافت بغداد میں بہت سے گرجے اور چرچ نئے تعمیر ہوئے موجود تھے جن میں رات دن ناقوس کی صدائیں گونجتی رہتی تھیں۔ دربار میں ہر مذہب وملت کے علماء وفضلاء حاضر رہتے تھے اور مامون انکے ساتھ نہایت عزت وتوقیر سے پیش آتا تھا۔ جبرئیل بن بختیشوع جو ایک عیسائی فاضل تھا اسکی اسقدر توقیر کرتا تھا کہ عام حکم دیدیا تھا کہ جو شخص کسی ملکی عہدہ پر مقرر کیا جائے پہلے

* حضرت علی رضا مراد ہیں۔

Marfat.com

جبرئیل کی خدمت میں حاضر ہوئے[1]

خراسان میں جو کالج بنوایا تھا اسکا پرنسپل یعنی مہتمم اعظم ایک عیسائی کو مقرر کیا جسکا نام ملبسوع تھا اسکی بے تعصبی کے ثبوت کے لیے ہم ذیل کی حکایت کافی سمجھتے ہیں جسکی مثال آج بھی کسی مہذب ملک میں نہیں مل سکتی۔

عبدالمسیح بن اسحٰق کندی جو ایک عیسائی عالم اور معزز ملکی عہدے پر ممتاز تھا مامون کے ایک عزیز کا دلی دوست تھا۔

اس ہاشمی نے عبدالمسیح کو نہایت نرم لفظوں میں ایک دوستانہ خط لکھا کہ "اگر آپ مذہب اسلام قبول کرلیں تو خوب ہو۔ مجھکو افسوس ہے کہ ایک ایسے سچے مذہب کی طرف جیسا اسلام ہے۔ اب تک آپ مائل نہیں ہوئے ہیں۔" اس خط کے جواب میں عبدالمسیح نے جو کچھ لکھا کوئی شخص جب تک خود دیکھ نہ لے اسکا اندازہ نہیں کرسکتا۔ اس برگزیدہ راہنمائے خلق یعنی ﷺ اور قرآن مجید و صحابہ کی نسبت وہ الفاظ لکھے کہ سنکر دل کانپ جاتا ہے۔ یہ پورا خط جو ایک رسالہ کی شکل میں ہے بمقام لندن مطبع گلبرٹ اور رِدنگٹن۔ تھوڑے دن ہوئے چھپا یا گیا ہے۔ میں نے خود اسکو دیکھا اور ناظرین کو یقین دلاتا ہوں کہ دیکھنے کے وقت ایک ایک حرف پر میرا دل لرز جاتا تھا۔ اگر آج عبدالمسیح زندہ ہوتا تو تعزیرات ہند کے اثر سے کبھی نہ بچ سکتا تھا۔ مامون کے سامنے یہ خط پیش ہوا تو اس نے پڑھکر صرف اتنا کہا کہ "جو مذہب دنیا کے کام کا ہے وہ زرتشت کا مذہب ہے اور محض آخرت کے لیے مفید ہے۔ وہ عیسائی مذہب ہے لیکن دین و دنیا دونوں کے لیے جو مذہب

---

[1] طبقات الاطبا ترجمہ جبرئیل بن بختیشوع ۲ے انسائیکلو پیڈیا۔ برٹانیکا۔ ذکر مامون الرشید۔

افسوس ہے کہ ان باتوں پر بھی یورپین مصنفین کو تسکین نہیں ہے اور وہ تاریخی تصنیفات میں بھی ہمیشہ بادشاہان اسلام پر ایسے طریقے سے حملہ کرجاتے ہیں جسکی اصلی زد اسلام پر پڑتی ہے۔ ناواقف مورخین

Marfat.com

موثر دل ہے وہ اسلام ہے۔

ان باتوں پر بھی ہم مامون کی تاریخ کو بیداغ نہیں کہہ سکتے ہیں۔ ہم کو ڈر ہے کہ آگے چل کر جہاں مامون کے مذہب کا ذکر آئے گا ایک خاص مسئلہ میں اسکا مذہبی جنون دیکھ کر شاید ناظرین اسکی تمام خوبیاں دفعتاً بھول جائیں۔

ذوق علمی۔رصدخانہ۔زمین کی پیمائش۔فنون فلسفیہ کے ترجمے۔ علوم کی اشاعت

اگرچہ خاندانی جھگڑے پر زور بغاوتوں۔روم کی مہمات۔بار انتظام اتنے کام تھے جو مامون کے روزانہ اوقات اور دل و دماغ کو مصروف رکھتے تھے تاہم اسکے علمی ذوق پر غالب نہیں آسکتے تھے۔جب وہ مصر گیا تو ایک شخص نے اسکو مبارکباد دی کہ آج عراق۔حجاز

ایک طرف پامر صاحب جنکی عربیت کا ہم کو بھی اعتراف ہے اور جنکی نظم و نثر عربی و فارسی کا مجموعہ حال میں چھاپا گیا۔تاریخ ہارون الرشید کے صفحہ ۲۲ میں لکھتے ہیں کہ وہ اسکے بیہودہ درباریوں نے یہ بات اسکے ذہن نشین کردی تھی بلکہ کل پیرو اسلام اس بات کو اسوقت میں اور کچھ مسلمان اب بھی سمجھتے ہیں کہ کافر خدا کی مخلوق ہی نہیں کہا جا سکتا۔" ہم نہیں جانتے کہ پامر صاحب کو ایسے محیط اور عام اتہام کی جرأت اپنی عامیانہ تاریخ دانی پر کیونکر ہوئی جس تاریخ پر انکو ناز ہے۔وہ ہمارے سامنے موجود ہے۔پامر صاحب اگر یہ بات یاد رکھتے تو اچھا ہوتا کہ جب خدا کی دنیا مسلمان فتحمند کے ہاتھ میں دیدی گئی تھی تو جن لوگوں نے ہزاروں لاکھوں یہودیوں اور گرجوں کی حفاظت کا قطعی معاہدہ لکھ دیا وہ خلفاء راشدین تھے جو ہر زمانہ میں مسلمانوں کے رہنمائے کل مانے گئے ہیں کیا عمر بن عبدالعزیز جنھوں نے دمشق کے عامل کو فرمان بھیجا کہ "ولید نے گرجے کو توڑ کر مسجد میں جو اضافہ کر لیا تھا وہ ڈھا دیا جائے اور عیسائیوں کو اجازت دیجاوے کہ وہاں پھر اپنا گرجا بنالیں"[1] عمر ثانی نہیں تسلیم کیے گئے ہیں اور کیا وہ لاکھوں کروڑ مسلمانوں کے جائز تمام مقام نہ تھے۔کیا خاص دولت عباسیہ کے عہد میں دارالخلافت بغداد

---

[1] فتوح البلدان صفحہ ۱۲۵

Marfat.com

شام مصر سب آپکے زیر نگین ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم ہونیکا شرف ان سب پر مستزاد ہے۔ مامون نے کہا "ہاں مگر یہ آرزو ہنوز باقی ہے کہ مجلس عام میں شائقین حدیث جمع ہوں اور مستملی میرے سامنے بیٹھا ہوا اور کہے کہ ہاں وہ کیا حدیث ہے میں بیان کرنا شروع کروں کہ حماد نے یہ روایت کی "الخ بچپن میں وہ اسلامی علوم کو حد کمال تک حاصل کر چکا تھا۔ اب فلسفہ پر مائل ہوا اور دن رات اسی تذکرے میں بسر کرتا تھا۔ اسکے علمی ذوق کا اندازہ اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ اسکے انگوٹھیوں پر اقلیدس کے مقابلہ اولے کی شکل پنجم کا طغرا بنا ہوتا تھا کیونکہ یہ شکل اسکو نہایت مرغوب تھی۔ اسی وجہ سے عربی میں پانچویں شکل کو

ہیں سینکڑوں ہزاروں عالیشان سے گرجے نہیں تعمیر ہوئے جہاں نہایت آزادی سے ہر ایک قسم کی مذہبی رسوم ادا کی جاتی ہیں ہم پامر صاحب کے ہم خیال مصنفین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر انکو شبہ ہو تو دیرالروم دیر اشمونی۔ دیرالثعالب۔ دیر درتا۔ دیر درمالس۔ دیر سمالو۔ دیر غداری۔ دیرالعارضیہ۔ دیرالزندنجیہ دیرالزندرود کے حالات معجم البلدان میں پڑھیئے۔ عضدالدولہ دیلمی کہ دیلمی خاندان سرتاج اور خلافت بغداد کی قسمت کا مالک تھا۔ اسکا وزیر اعظم نصر بن ہارون ایک عیسائی رئیس زادہ تھا اسی نے عضدالدولہ کی خاص اجازت سے تمام ممالک اسلامی میں چرچ اور گرجے تعمیر کرائے ہے

بے شبہ مسلمانوں میں ایسے بھی تنگ دل لوگ گذرے ہیں جو دوسرے مذہبوں کی آزادی کو صدمہ پہنچاتے تھے لیکن یہ شخصی حالتیں ہیں اور ان سے عام رائے کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ سبکو معلوم ہے کہ علی بن سلمان گورنر مصر نے مصر کے تمام گرجے ڈھا دیئے تھے لیکن اسی کے ساتھ ہم اس سے بھی واقف ہیں۔ کہ عیسیٰ بن موسیٰ نے جو خاندان عباسی سے تھا اور ۱۷۱ھ میں مصر کا گورنر مقرر ہوا خاص سرکاری خزانہ سے

لے بغداد میں عیسائیوں کے اور بہت سے گرجے تھے لیکن ہم نے مشہور اور ممتاز گرجونکے نام لکھے ہیں۔ بعض گرجے خاص خاص تیوہاروں کے لیے مخصوص تھے جہاں اوقات معینہ پر بڑا مجمع ہوتا تھا اور بڑی شان و شوکت سے عیسائی اپنے مراسم مذہبی ادا کرتے تھے ہے روضۃ الصفا۔ حبیب السیر ذکر سلطنت عضدالدولہ۔

Marfat.com

شکل ماموئی کہتے ہیں۔ غالباً مامون کے سوا اور کسی بادشاہ اسلام کو یہ فخر نہیں حاصل ہے کہ اس کے نام سے کوئی علمی اصطلاح قائم ہوئی ہو۔

ہارون الرشید کا قائم کیا ہوا بیت الحکمت موجود تھا جس میں پارسی۔عیسائی۔یہودی۔ہندو مترجمین نوکر تھے اور فنون حکمت کے متعلق تصنیف اور ترجمے کرتے رہتے تھے۔لیکن اب تک جو سرمایہ جمع ہوا تھا وہ مامون کے شوق علمی کیلیے کافی نہ تھا۔

کل گرجے نئے سرے سے تعمیر کرائے۔

مسلمانوں کی حکومت میں دوسرے مذہب والوں کو جو ملکی عہدے ملتے رہے ہیں کون گورنمنٹ اس سے بڑھ کر دے سکتی ہے۔تاریخ ابن خلکان۔وفات الوفیات میں ہم بہت سے یہودی اور عیسائیوں کے نام پاتے ہیں جو مختلف وقتوں میں بڑے بڑے معزز عہدوں پر فائز رہے ہیں آغاز اسلام سے عبد الملک بن مروان کی سلطنت تک شام۔عراق کا دفتر رومی و فارسی زبان میں رہا اور اتنی وسیع مدت تک خراج کے محکمہ میں عموماً دوسری ہی قومیں سیاہ سفید کی مالک تھیں۔اکبر و جہانگیر کی فیاضیوں کو تو ہندوستان کا ایک ایک بچہ جانتا ہے عام میل جول کے لحاظ سے دیکھو تو تاریخ کے ہر صفحہ میں مسلمانوں کی بے تعصبی کی شہادت ملے گی۔سینکڑوں عیسائی اور یہودی علماء جو عباسیوں کے دربار میں تھے انسے خلفاء کس بے تکلفی اور یکانگت سے ملتے تھے جبرئیل جو ایک عیسائی فاضل تھا اسکو ہارون الرشید نے علاوہ بیشمار جاگیروں اور صلوں کے یہ عزت دی تھی کہ دربار میں جو شخص کوئی حاجت پیش کرنا چاہتا تھا اسکو پہلے جبرئیل کی خدمت میں باضابطہ حاضر ہونا پڑتا تھا اسکا بیٹا بختیشوع جاہ و منزلت کے اس پایہ تک پہنچا کہ لباس و آرائش میں خلیفہ متوکل باللہ کا ہمسر گنا جاتا تھا خلیفہ المعتصم باللہ طبیب سلمویہ کی بیماری میں خود عیادت کو جاتا تھا اور جب اسنے انتقال کیا تو ایک دن کھانا نہیں کھایا اور حکم دیا کہ اسکا جنازہ دار الخلافہ میں لاکر رکھا جاوے اور اسکے

لہ دیکھو نجوم ظاہرہ فی تاریخ مصر و القاہرۃ واقعات سنہ ۱۷۱ ہجری۔

سلہ طبقات الاطباء ابن ابی اصیبعہ میں جبرئیل اور بختیشوع کے حالات۔

Marfat.com

ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک محترم شخص تخت پر جلوہ فرما ہے۔ مامون نے نزدیک جا کر پوچھا "آپ کا اسم مبارک" تخت نشین نے کہا "ارسطو" مامون پر خوشی کی ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ پھر عرض کیا کہ "حضرت دنیا میں کیا چیز اچھی ہے" خیالی ارسطو نے جواب دیا "جسکو عقل اچھا کہے" دوبارہ مامون نے درخواست کی کہ مجھکو کوئی نصیحت ارشاد ہو۔ جواب ملا کہ "توحید" اور صحبت نیک ہاتھ سے نہ دینا[1]

[1] اس خواب کا تذکرہ صاحب کشف الظنون نے ذکر حکمت میں اور علامہ بن ابی اصیبعہ نے حنین کے ترجمے میں مختلف روایتوں کے ساتھ کیا ہے۔ میں نے جو روایت لکھی وہ نامہ دانشوران ناصری سے لکھی ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۶۱) عزیز بخور و شمع کیساتھ عیسائیوں کے طریقے کے موافق اس پر نماز پڑھی خلیفہ معتضد باللہ کے دربار میں جہاں تمام وزراء اور امرا دست بستہ کھڑے رہتے تھے صرف وزیر اعظم اور ثابت بن قرۃ کو جو ایک صابی المذہب عالم تھا۔ بیٹھنے کی اجازت تھی۔ ایک دن معتضد اور ثابت بن قرۃ ہاتھ میں ہاتھ ڈالکر ٹہل رہے تھے کہ دفعتاً معتضد نے ہاتھ کھینچ لیا۔ ثابت ڈر گیا۔ معتضد نے کہا ڈرو نہیں میرا ہاتھ اوپر تھا۔ میں نے یہ گستاخی پسند نہ کی اہل علم کا ہاتھ اوپر ہونا چاہیے۔ ابتداء میں مسلمانوں نے اپنی قوموں سے علوم و فنون سیکھے اور جب خود استادی کے رتبہ پر پہنچے تو کس سیر چشمی اور فیاضی سے انکو علوم و فنون کی تعلیم دیکر شاگردی کا حق ادا کیا۔ انکا باہمی اخلاص اور آپس کی دوستانہ گرمجوشی آج بھی تعجب سے دیکھی جاتی ہیں۔ علامہ شریف المرتضیٰ نے جو مسلمانوں کے ایک بڑے فرقے کے پیشوائے مذہبی ہیں۔ ابو اسحٰق صابی کا ایسا حسرت انگیز مرثیہ لکھا کہ اگر اسکا ہم مذہب اور نہایت دلی دوست بھی لکھتا تو اس سے زیادہ درد انگیز اور پر اثر نہ لکھتا۔ اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ علامہ موصوف جب کبھی ابو اسحٰق صابی کے مزار سے گزرتے تھے تو ہمیشہ اسکی تعظیم کیلیے سواری سے اتر پڑتے تھے اور اسکی قبر کے سامنے سے پیادہ پا گذرتے تھے[1] ہم کو افسوس ہے کہ اس ضمنی بحث کو (باقی صفحہ ۱۶۳)

[1] نامہ دانشوران ناصری تذکرہ ابو اسحٰق صابی۔ نامہ دانشوران میں اس مرثیے کے چند اشعار بھی نقل کیے ہیں ۱۲

Marfat.com

مامون یونہی فلسفہ پر مٹا ہوا تھا۔ ارسطو کی زیارت نے اور بھی آگ پر روغن کا کام دیا
اس نے قیصر روم کو خط لکھا کہ ارسطو کی جسقدر تصانیف مل سکیں۔ دار الخلافہ کو روانہ کی جائیں۔
یہ وہ زمانہ تھا کہ بادشاہان اسلام کے معمولی خطوط قیصر و فغفور پر فرمان کا اثر رکھتے تھے۔ قیصر
تعمیل ارشاد پر مستعد ہوا مگر روم کے اطراف میں فلسفہ خود گمنام ہو چکا تھا۔ بڑی تلاش سے
ایک راہب ملا جس نے پتہ دیا کہ یونان میں ایک مکان ہے جو قسطنطین کے زمانہ سے مقفل ہے
اور جتنے تاجدار اسکے بعد تخت نشین ہوئے قفلوں کی تعداد بڑھاتے گئے قسطنطین نے
فلسفہ کی کتابیں ہر جگہ سے جمع کر کے اس مکان میں بند کرادی تھیں کہ اگر فلسفہ و حکمت
کو آزادی ملی تو دین عیسوی کو سخت صدمے اٹھانے پڑیں گے۔

راہب کی ہدایت پر یہ پر خطر خزانہ کھولا گیا تو بہت سی کتابیں محفوظ ملیں لیکن قیصر
کو اب یہ خیال پیدا ہوا کہ مسلمانوں کے ساتھ ایسی فیاضی مذہباً ممنوع تو نہ ہو۔ ارکان
دولت نے متفق اللفظ عرض کیا کہ "کچھ مضائقہ نہیں۔ فلسفہ اگر مسلمانوں میں پھیلا تو انکے
مذہبی جوش کو بھی ٹھنڈا کر کے رہے گا۔" قیصر نے بھی یہی مناسب سمجھا اور پانچ اونٹ لاد
کر خاص فلسفہ کی کتابیں مامون کے پاس روانہ کیں۔ مامون نے تصنیفات ارسطو کے ترجمے
پر یعقوب ابن کندی کو مامور کیا جو مختلف زبانوں کے لیے جاننے اور تحقیقات علمی میں عموماً بے
نظیر مانا جاتا تھا۔ مامون نے خود بھی حجاج بن المطر یوحنا بن البطریق اور سلمہ کو جو بیت الحکمۃ
کے مہتمم اور افسر تھے۔ اس غرض سے روم بھیجا کہ اپنی پسند سے کتابیں انتخاب کر کے لائیں۔ آرمینیہ
مصر، شام، سیپرس۔ اور دوسرے مقامات میں بھی قاصد بھیجے اور لاکھوں روپے عنایت کیے کر

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۶۲) ہم نے بہت کچھ سمیٹ کر لکھا تاہم موقع اور مقام کی حیثیت سے زیادہ لکھ گئے ناظرین معاف فرمائیں
لیکن یہ خیال رکھیں کہ میری بحث کے مخاطب صرف پامر صاحب نہیں ہیں۔ یورپ میں انکے اور بھی بہت ہم زبان ہیں اسی لیے اس بحث کو طول دیا۔

Marfat.com

جسقدر صرف سے اور جسطرح ممکن ہو فلسفی تصنیفات بہم پہنچائیں۔ اسی زمانہ میں قسطا بن لوقا ایک عیسائی فلاسفر اپنے شوق سے روم گیا اور فنون حکمت کی بہت سی کتابیں بہم پہنچائیں۔ مامون کو اسکا حال معلوم ہوا تو بلا بھیجا اور بیت الحکمۃ میں ترجمے کے کام پر مقرر کیا۔ سہل بن ہارون کو جو ایک فارسی النسل حکیم تھا مجوسیوں کے علوم و فنون کے ترجمے کی خدمت دی[1]

مامون کی التفات اور توجہ دیکھکر تمام دربار میں یہ جوش پھیل گیا۔ محمد و احمد و حسن نے جو مامون کے خاص ندیم اور مہندسہ خیل۔ موسیقی میں استاد وقت مشہور تھے۔ روم کے اطراف میں بہت سے ایلچی بھیجے اور فنون حکمیہ کی ہزاروں کتابیں منگوائیں۔ دور دراز ملکوں سے مترجم بلوائے اور بیش قرار مشاہروں پر ترجمہ کرنے کے لیے نوکر رکھا۔ جبریل بن بختیشوع المتوفی ۲۱۵ھ جو ایک عیسائی طبیب اور دربار خلافت کا بڑا رکن تھا اسنے بھی ترجمہ کے کام میں بڑی فیاضیاں دکھائیں۔ ہارونی و مامونی فیاضیوں نے مال و دولت کے اعتبار سے اس کو ایک مستقل والی ملک بنا دیا تھا[2]۔ اس عہد میں جن کتابوں کے ترجمے ہوئے وہ یونانی، فارسی، کالڈی قبطی۔ شامی زبانوں کی تھیں۔ جن بادشاہوں سے دوستانہ تعلقات تھے۔ چونکہ مامون کا میلان

[1] یہ تمام تفصیل ہم اپنے رسالہ "مسلمانونکی گذشتہ تعلیم" میں لکھ چکے ہیں اور اسکو کسی قدر تغیر کیساتھ نقل کر دیا ہے۔ ۱۲

[2] علامہ ابن ابی اصیبعہ نے اپنی تاریخ میں جبریل کی آمدنی و مصارف کا ایک مفصل نقشہ نقل کیا ہے جو جبریل کے مرنے کے بعد اسکے خزانے میں پایا گیا تھا۔ ہم اس موقع پر صرف آمدنی کی بعض مدات لکھتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ خاندان عباسی نے کس بے نظیر فیاضی سے اپنے دربار میں اہل کمال جمع کیے تھے اور یہ کہ ان کی فیاضیوں میں مسلمان اور دوسری قومیں برابر حصہ رکھتی تھیں۔

تفصیل آمدنی دعام صیغہ سے دس ہزار درہم ماہوار۔ خاص صیغہ سے پچاس ہزار درہم ماہوار لباس کے لیے پچاس ہزار درہم ماہوار خوراک کے لیے پانچ ہزار درہم ماہوار۔ روزہ کے آغاز (باقی صفحہ ۱۶۵ پر)

Marfat.com

طبیعت اسی طرف پاتے تھے۔ اسی مذاق کے تحائف و ہدایا بھیجتے تھے۔ ہندوستان کے ایک راجہ نے اپنی ریاست کے مشہور حکیم دربان کو اسکی خدمت میں بھیجا اور خط میں لکھا کہ "جو ہدیہ آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں دنیا میں اس سے بڑھ کر مفید اور نامور اور معزز تحفہ نہیں ہو سکتا۔ اس حکیم نے کسی طرح معلوم کیا تھا کہ ایوان کسریٰ میں ایک صندوق مدفون ہے جس میں نوشیرواں کے وزیر کی ایک نہایت بے مثل تصنیف چھپا کر رکھی گئی ہے مامون سے کہکر اسنے صندوق منگوایا۔ کھولا گیا تو دیبا کے ٹکڑے میں لپٹا ہوا قریباً سو ورق کا ایک رسالہ ملا مامون نے اسکا ترجمہ سنا تو نہایت متاثر ہوا اور فضل بن سہل سے مخاطب ہو کر کہا کہ "خدا کی قسم کلام اسکو کہتے ہیں۔ وہ نہیں جو ہم لوگ کیا کرتے ہیں لہ

حجاج بن یوسف کوفی۔ قسطا بن لوقا بعلبکی۔ ابوحسان۔ سلمان حنین بن اسحاق سہل بن ہارون۔ ابوجعفر یحییٰ ابن عدی۔ محمد بن موسیٰ خوارزمی۔ حسن بن شاکر۔ احمد بن شاکر۔ علی ابن العباس بن احمد جوہری۔ یعقوب کندی۔ یوحنا بن ماسویہ۔ ابن البطریق۔ محمد بن شاکر۔ یحییٰ بن ابی المنصور۔ مامون کے دربار میں مشہور مترجم اور بیت الحکمت کے مہتمم تھے۔ ان مترجموں میں سے اکثر کی تنخواہیں آجکل کے حساب سے ڈھائی ہزار روپے ماہوار تھیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۴) میں پچاس ہزار درہم فطر کے دن پچاس ہزار درہم۔ خلیفہ کی فصد کے دن ہر دفعہ پچاس ہزار درہم۔ دوا پلانے کیلیے سال میں دوبارہ پچاس ہزار درہم۔ اسکے علاوہ خاندان شاہی اور دربار وزارت سے جو روزینے مقرر تھے انکی یہ تفصیل ہے۔ زبیدہ خاتون پچاس ہزار درہم سال۔ عباسیہ پچاس ہزار درہم فاطمہ ستر ہزار درہم۔ عیسیٰ بن جعفر پچاس ہزار درہم۔ ابراہیم بن عثمان تیس ہزار درہم۔ یحییٰ بن خالد برمکی چھ لاکھ درہم سال۔ جعفر برمکی بارہ لاکھ درہم۔ فضل بن یحییٰ چھ لاکھ درہم۔ فضل بن ربیع پچاس ہزار درہم۔ ۱۲ لہ واسطۃ السلوک مطبوعہ ٹونس صفحہ ۶۴ و ۶۵۔ ۱۲۔

ترجمہ کا کام دولت عباسیہ میں خلیفہ منصور کے عہد سے شروع ہوا اور ایک مدت تک بڑے اہتمام سے جاری رہا یہ کہنا قریباً صحیح ہے کہ یونان۔ اٹلی و سسلی و اسکندریہ کا کوئی علمی سرمایہ ایسا باقی نہیں رہا جو ترجمہ کے ذریعے سے عربی زبان میں منتقل نہیں ہوا۔ یہی چیز ہے جس کی وجہ سے علمی دنیا میں دولت عباسیہ کی شہرت کی آواز بازگشت آج تک آرہی ہے۔

لیکن بالخصوص مامون الرشید کا دور اس فخر کے تاج کا طرہ ہے مامون کے سوا اور عباسی خلفاء مثل ہارون الرشید وامین ومعتصم وغیرہ علوم فلسفیہ سے محض ناواقف تھے اور اس وجہ سے ان کے اہتمام وتوجہ کا اثر وہ نہیں ہوسکتا تھا جو ایک ماہر فن کا ہوسکتا تھا۔ اس سے زیادہ یہ کہ خوش قسمتی سے یا مامون کی زبہ شناسی سے مامونی عہد کے مترجم وزباندان ہونیکے علاوہ حکیم اور مجتہد الفن بھی تھے۔ یعقوب کندی جو اسکے دربار کا بڑا مترجم تھا مسلمانوں میں ارسطو کا ہم پلہ تسلیم کیا گیا ہے۔ سلیمان بن حسان نے لکھا ہے کہ "اسلام میں کندی کے سوا اور کوئی بھی فلاسفر کے لقب سے ممتاز نہیں ہوا۔ وہ طب۔ حساب۔ منطق۔ موسیقی۔ ہندسہ۔ طبائع۔ اعداد۔ نجوم۔ کا بہت بڑا ماہر تھا[1]۔

ان علوم میں اسکی مستقل تصنیفیں موجود ہیں۔ علامہ ابن اصیبعہ نے اپنی کتاب طبقات الاطباء میں اسکی مفصل فہرست لکھی ہے جس میں دو سو بیاسی کتابوں اور رسالوں کے نام ہیں۔ اُن میں سے بعض میں اسنے یونانی حکماء کی غلطیاں ثابت کی ہیں۔ بعض رسالوں میں حالات جدیدہ کا بیان ہے۔ ایک رسالہ ایک آلہ پر لکھا ہے جس سے تمام اجرام کا بُعد دریافت ہوسکتا ہے۔ ایک اور آلہ کی ترکیب لکھی ہے جس سے تمام معائنات

---

[1] طبقات الاطباء حالات یعقوب کندی۔ میں نے جو کچھ اس حکیم کی نسبت لکھا ہے اسی معتمد کتاب سے لکھا ہے جو اپنے طب میں ایک بے نظیر تصنیف ہے۔ ۱۲

Marfat.com

کا بعد معلوم ہو سکے۔ اس قسم کے اور جدید آلات پر اسنے رسالے لکھے ہیں علوم فلسفیہ کے ترجمے میں اس بات کو بہت بڑا دخل ہے کہ مترجم۔ فن سے مجتہدانہ واقفیت رکھتا ہو اسی بنا پر ابو معشر نے کتاب المذاکرات میں لکھا ہے کہ اسلام میں عمدہ مترجم چار شخص گذرے ہیں۔" یعقوب کندی۔ حنین بن اسحٰق۔ ثابت بن قرۃ۔ عمرو بن الفرخان الطبری۔ یعقوب کندی نے ترجمہ کے ساتھ اصل کتاب کی پیچیدگیاں بھی رفع کر دیں اور اسوجہ سے اسکے ترجمے ایک اعتبار سے شرح کی حیثیت رکھتے ہیں۔

یعقوب کندی کی خاص تصنیفیں جو منطق میں ہیں ایک مدت تک درس میں داخل تھیں اور جب تک حکیم ابو نصر فارابی کی تصنیفیں شائع نہیں ہوئیں انکا رواج تمام ممالک فارس و خراسان و عراق میں قائم رہا۔ یعقوب کے شاگردوں میں سے حسنویہ۔ نفطویہ۔ سلمویہ۔ احمد بن الطیب کو علمی شہرت حاصل ہے احمد بن الطیب علوم فلسفیہ کا بڑا فاضل تھا۔ اسنے اکثر ارسطو وغیرہ کی تصنیفات کے خلاصے کیے اور شرحیں لکھیں۔

مامون کے دربار کا دوسرا مترجم حنین[1] بن اسحٰق جس کا نشو ونما مامون ہی کے عہد میں ہوا ترجمہ کا نامور ہیرو ہے۔ عربیت کی تکمیل خلیل بن احمد بصری سے کی تھی جو لغات عرب کا پہلا مدون اور فن عروض کا موجد ہے۔ یونانی زبان بلاد روم میں جا کر سیکھی۔ اول اسنے جبریل بختیشوع کی خدمت میں رسائی حاصل کی۔ رفتہ رفتہ دربار خلافت میں پہنچا مامون نے اسکو ترجمے کے کام پر مامور کیا اور زر و مال سے مالا مال کیا۔ مشاہرہ کے علاوہ صلہ و انعامات کی کوئی حد نہ تھی۔ مشہور یہ ہے کہ مامون ہر کتاب کے ترجمے کے عوض سونا تول کر دیتا تھا۔ لیکن حنین نے خود ایک رسالہ میں دینار کی بجائے درہم کی تصریح کی ہے علامہ ابن ابی اصیبعہ

---

[1] حنین کا مفصل تذکرہ طبقات الاطباء میں ملاحظہ کرنے کے قابل ہے۔

Marfat.com

نے کتاب طبقات کتاب الاطباء میں جو ۶۴۳ھ ہجری میں تالیف ہوئی لکھا ہے کہ میں نے خود حنین کے بہت سے ترجمے دیکھے جو اسکے کاتب الازرق کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے اور جن پر مامون الرشید کا شاہی طغرا بنا ہوا تھا۔ ابن ابی اصیبعہ کا بیان ہے کہ "یہ ترجمہ کی کتابیں نہایت جلی خط میں تھیں۔ کاغذ بھی نہایت گندہ تھا اور ہر صفحہ میں صرف چند سطریں تھیں۔ غالباً حنین قصداً کتاب کی ضخامت کو بڑھانا چاہتا تھا کیونکہ کتاب کے برابر تول کر اسکو چاندی ملتی تھی" علامہ موصوف ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اگر اسقدر گندے اور مضبوط کاغذ پر نہ لکھی ہوتیں تو آج تک یہ کتابیں محفوظ نہیں رہ سکتی تھیں۔ علامہ بن ابی صبیعہ نے حکیم جالینوس کے ذکر میں جالینوس کی ایک سو اکیس کتابوں کے نام اور انکے مضامین لکھے ہیں پھر لکھا ہے کہ قریباً یہ سب کتابیں حنین نے عربی میں ترجمہ کیں۔ حنین نے ایک رسالہ میں خود جالینوس کی تفصیل کی ہے اور کہا ہے کہ میں نے کن مشکلوں سے یہ کتابیں بہم پہنچائیں اور انکے ترجمے کیے۔ وہ لکھتا ہے کہ "کتاب البرہان کی تلاش میں جزیرہ فلسطین مصر۔ اسکندریہ اور تمام ممالک اسلام میں پھرا۔ لیکن صرف نصف مقالہ دمشق میں دستیاب ہوا" جالینوس کی کتابوں کے ترجمے اور مترجمین نے بھی کیے۔ مثلاً الطاف ابن ملی بطریق ابوسعید عثمان دمشقی۔ موسیٰ بن خالد۔ لیکن حنین کے ترجموں سے انکو کچھ نسبت نہیں ہے۔ علامہ بن ابی اصیبعہ نے موسیٰ بن خالد کے ترجمے خود دیکھے۔ ان کا بیان ہے کہ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ تعجب ہے کہ حنین خود بھی صاحب تصنیفات تھا۔ طبقات الاطباء میں اسکی خاص تصنیفات کی فہرست تین صفحوں میں نقل کی ہے جس کو ہم تطویل کے لحاظ سے قلم انداز کرتے ہیں۔

حنین کا نامور فرزند اسحٰق اور اسکا بھانجا جیش۔ ان دونوں نے ترجمہ کے

Marfat.com

کام کو بہت وسعت دی ارسطو کی اکثر فلسفی تصنیفات اسحٰق نے ترجمہ کیں۔

قسطا بن لوقا بعلبکی بھی نہایت نامور فاضل اور مختلف زبانوں کا ماہر تھا۔ ابن الندیم کا بیان ہے کہ "وہ طب۔ فلسفہ۔ ہندسہ۔ اعداد۔ موسیقی میں مہارت کامل رکھتا تھا۔ یونانی زبان نہایت فصاحت سے بولتا تھا۔ عربیت میں کامل تھا" علامہ ابن ابی اصیبعہ نے لکھا ہے کہ اسنے یونان کی بہت سی کتابیں عربی میں ترجمہ کیں اور اکثر پہلے ترجموں کی اصلاح کی۔" اسکے علاوہ وہ خود بھی صاحب تصنیفات تھا۔

طبقات الاطباء میں اسکی بہت سی تصنیفات کے نام لکھے ہیں۔

خاص مامون کے عہد میں جسقدر کتابیں تصنیف ہوئیں اور ان پر جو شرح و حواشی لکھے گئے انکی فہرست کیلیے ایک مستقل رسالہ درکار ہے[1]

مامون جسقدر فلسفہ کے دلچسپ مسائل سے آگاہ ہوتا گیا۔ اُسکے شوق تحصیل کو اور ترقی ہوتی گئی اور زیادہ تر تحقیق و تجربے پر مائل ہوا۔

علم جبر و مقابلہ پر اسلام میں اوّل جو کتاب لکھی گئی وہ اسی عہد کے ایک مشہور عالم محمد بن موسیٰ خوارزمی نے مامون کی فرمائش سے لکھی۔ یہ تصنیف آج بھی موجود ہے اور اسقدر جامع و مرتب ہے کہ گو علمائے اسلام نے جبر و مقابلہ میں سینکڑوں نادر کتابیں لکھیں لیکن اصل مسائل میں اس سے زیادہ ترقی نہ کرسکے۔

---

[1] تعجب ہے کہ صاحب کشف الظنون نہ صرف مامون الرشید بلکہ خاندان عباسیہ کی مجموعی کوششوں کو بے وقعتی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں وہ علم حکمت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ یونانی عمدہ اور منظم تصنیفات عربی میں ترجمہ نہیں ہوئیں اور جسقدر ہوئیں ان میں اکثر غلطیاں رہ گئیں۔ میں اس موقع پر صرف اسقدر کہنا چاہتا ہوں کہ صاحب کشف الظنون کو تاریخ الحکماء و طبقات الاطباء لابن ابی اصیبعہ غور سے پڑھنا چاہیئے تھا۔ میں کئی سو تصنیفات کے ترجمے کا نشان دے سکتا ہوں۔

Marfat.com

یونانی کتب حکمت میں اُسنے پڑھا تھا کہ کرۂ زمین کا دور ۲۴ ہزار میل ہے۔

مزید تحقیق کے لحاظ سے محمد و احمد و حسن کو جو اُسکے خاص ندیم اور فنون حکمت کی ترقی و اشاعت میں اس سے بھی کچھ زیادہ سرگرم تھے حکم دیا کہ دربار میں جو ہیئت داں ماہر فن ہیں اُنکو ساتھ لیں اور کسی ہموار او وسیع صحرا میں آلات رصدیہ در اصول حساب کے استعمال سے کرۂ زمین کی پیمائش کریں سنجار کا مسطح اور وسیع میدان اس تجربے کیلئے نہایت مناسب مقام تھا۔ ان لوگوں نے پہلے ایک جگہ ٹھہر کر آلات رصدیہ کے ذریعہ سے قطب شمالی کا ارتفاع معلوم کیا پھر وہاں ایک کھونٹی گاڑ دی اور ایک لمبی سی رسی اسمیں باندھکر ٹھیک شمال کی سمت چلے۔ رسی جہاں ختم ہو گئی۔ وہاں ایک دوسری کھونٹی گاڑ دی اور اُسمیں ایک رسی باندھکر شمالی سمت کو چلے اور ایک جگہ ٹھہر کر رصد سے دیکھا تو قطب شمالی کا ارتفاع ایک درجہ بڑھ گیا تھا اب جسقدر مسافت طے ہوئی تھی اسکی مساحت کی تو ۶۶ میل اور دو ثلث میل ٹھہری۔ اس سے نتیجہ نکالا کہ آسمان کے ہر ایک درجہ کے مقابل زمین کی سطح ۶۶ میل اور دو ثلث میل ہے۔ پھر اُسی مقام سے ٹھیک جنوب کی طرف چلے اور اسی طرح رسیاں باندھتے گئے۔ یہاں قطب شمالی کا ارتفاع لیا تو معلوم ہوا کہ ایک درجہ کم ہے۔ اب اس طرح حساب لگایا کہ ایک درجہ کے مقابل زمین کی جو مسافت ٹھہری تھی۔ اُسکو تین سو ساٹھ میں ضرب دیا کیونکہ آسمان کے درجہ اسی قدر قرار دئے گئے ہیں اس حساب سے محیط زمین ۲۴ ہزار میل ٹھہرا[۱]

دولت اسلامیہ میں اوّل جسنے رصد خانہ کی بنیاد ڈالی اور بیش بہا آلات رصدیہ مہیا کئے وہ یہی نامور خلیفہ مامون ہے۔ اس کام کیلئے اُس نے علاوہ اُن لوگوں کے جو دربار میں تھے تمام ممالک محروسہ سے ہیئت و ہندسہ کے ماہرین فن طلب کئے۔ اور ۲۱۴ھ میں بمقام

---

[۱] ابن خلکان۔ ترجمہ محمد بن موسےٰ۔ ۱۲

Marfat.com

شماسیہ عظیم الشان رصد خانہ قائم کیا۔ جسکے مہتمم یحییٰ ابن ابی المنصور اس المنجمین خالد بن عبدالملک مروزی۔ سند بن علی۔ عباس بن سعید جوہری اور چند ریاضی دان علماء تھے نہایت بیش بہا آلات رصد یہ تیار ہوئے اور آفتاب کے میل کی مقدار اس کے مرکزوں کا خروج اوج کے مواضع اور چند سیارات و ثوابت کے حالات دریافت کیے گئے[1]

مامون کے زمانہ تک جس زیچ پر اعتماد کیا جاتا تھا وہ محمد بن ابراہیم فزاری کی تالیف تھی لیکن نئی تحقیقات کے بعد مامون کے ایک بڑے منجم ابوجعفر محمد بن موسیٰ خوارزمی نے جو زیچ ترتیب دی اسکی شہرت مقبول نے اوروں کا نام مٹادیا۔ یہ زیچ دنیا کی تمام مستند زیچوں سے ماخوذ تھی۔ اوساط ہندوستان کی زیچ کے مطابق رکھتے تھے تعدیلین فارس کی تحقیقات کے موافق تھیں اور میل شمس میں بطلیموس کی رائے لی تھی اسکے ساتھ ترتیب و تقریب کے متعلق خود پسند ایجادیں کی تھیں۔

مامون کے ایک دوسرے منجم حبش حاسب مروزی نے بھی تین زیچیں تیار کیں[3] مگران میں جو تحقیقات جدیدہ کے مطابق اور مامون کے نام سے منسوب ہے زیادہ مشہور ہوئی۔ ایشیائی حکومتوں میں کسی چیز کی اشاعت کے لیے صرف یہ بات کافی ہے کہ فرمانروائے وقت اسکا قدردان ہو۔ لیکن مامون کے عہد میں چند اور باتیں جمع ہوگئی تھیں۔

اسوقت تک مسلمانوں میں عزم وثبات کا عام مادہ موجود تھا اور ہر شخص کا دل جوش اور امنگ سے لبریز تھا۔ یہ سرگرم طبیعتیں جسطرف رخ کرتی تھیں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتی تھیں اسکے ساتھ مامون کی پایہ شناسی اور فیاضیوں نے اور بھی حوصلے بڑھائے۔

[1] کشف الظنون ذکر الرصد ۱۲ [2] دیکھو جامع القصص الہندیہ مطبوعہ فرانس مقام۔ سن ۱۸۳۸ء صفحہ ۱۰۰ [3] کشف الظنون ذکر زیچ حبش الحاسب ۱۲

Marfat.com

اور چونکہ مامون خود نہایت محقق اور ماہر فن تھا۔ اس کے دربار میں فروغ پانا کچھ آسان بات نہیں تھی ملک میں کمال کا عام رواج ہو گیا۔

سنہ ۲۰۴ھ میں جب وہ بغداد پہنچا تو قاضی یحییٰ بن اکثم کو حکم دیا کہ علماء و فضلاء میں سے بیس شخص انتخاب کیے جائیں جو علمی مجلسوں میں شریک ہوا کریں۔ فرامین بھیجکر ہر جگہ سے ادیب۔ فقیہ شاعر۔ متکلم۔ حکیم طلب کیے اور معقول تنخواہیں مقرر کیں۔

اصمعی کو جو ایک اعجوبہ روزگار شخص اور لغات عرب میں قریباً ایک خمس اسی کی روایت ہے بصرہ سے بلانا چاہا۔ مگر چونکہ اسنے ضعف اور پیرانہ سالی کا عذر کیا اس لیے حکم دیا کہ نحو اور ادب کے مشکل مسائل جو دربار کے علماء حل نہ کر سکیں۔ اصمعی کے پاس جواب کی غرض سے بھیجے جائیں شاہ یونان کو خط لکھا کہ "حکیم لیو کو اجازت دیجاوے کہ مجھکو یہاں آکر فلسفہ پڑھا جائے جس کے عوض میں صلح دوامی کا وعدہ اور پانچ ٹن سونا دینا منظور کرتا ہوں۔

فرا نحوی کو جو علم نحو کے ارکان میں شامل کیا گیا ہے حکم دیا کہ نحو میں ایسی جامع کتاب لکھے جو تمامی اصول کو حاوی اور اہل زبان کے محاورات اور طرز استعمال سے مستنبط ہو۔ اس غرض سے ایوان شاہی کا ایک کمرہ خالی کیا گیا اور خدام و ملازم مقرر ہوئے کہ فرا کو کسی ضرورت کے لیے کچھ کہنا نہ پڑے۔ صرف نماز کے وقت آدمی اطلاع کرتا تھا کہ "وقت ہوا"۔ بہت سے کاتب اور ناقلین معین ہوئے کہ جو کچھ فرا بتاتا جائے لکھتے جائیں۔ دو برس کی متصل محنت میں ایک نہایت بسیط کتاب تیار ہوئی۔ مامون نے حکم دیا کہ اس کی بہت سی نقلیں لکھوا کر کتب خانوں میں بھیجی جائیں۔ اس کتاب کا نام الحدود ہے۔ فرا نے اسکے بعد کتاب المعانی لکھی

Marfat.com

کے طور پر لکھوائی۔ راوی کا بیان ہے کہ جو شائقین فن اسکے لکھنے کیلئے ہر روز فرا کی خدمت میں حاضر رہتے تھے میں نے ان سب کا شمار کرنا چاہا تو نہ کر سکا۔ لیکن صرف قاضیوں کو گنا تو اسی تھے۔[1]

مامون کے عہد خلافت کی ایک بڑی یادگار یہ ہے کہ فارسی شاعری کی ابتدا اسی زمانے میں ہوئی گو فارس میں اسلام سے پہلے سخنوری اوج کمال تک پہنچ چکی تھی لیکن فتوحات عرب کے سیلاب میں وہ دفتر خدا جانے کہاں بہہ گئے کہ آج بڑے بڑے وسیع النظر مصنف تذکروں کے ہزاروں ورق الٹ کر بھی ایک قطعہ یا غزل کا پتہ نہیں دے سکتے فارسی لٹریچر خلافت مامون کا یہ ابدی احسان ہے کہ اس عہد میں اسکی مردہ شاعری نے دوبارہ جنم لیا۔ مامون کی زبان مادری فارسی تھی اس کا ابتدائی زمانہ بھی خراسان میں بسر ہوا لیکن دربار میں صرف عرب کے شعرا تھے جو جشن و خوشی کے موقعوں پر فصیح و بلیغ قصائد لکھکر گرانبہا صلے حاصل کرتے تھے۔ اسبات نے عباس مروزی ایک ایرانی فاضل کو رشک کے ساتھ حوصلہ دلایا کہ ملک کی مردہ شاعری کو پھر زندہ کرے۔ مامون کی مدح میں اسنے ایک قصیدہ[2] لکھا جس کے چند شعر یہ ہیں۔

اے رسانیدہ بدولت فرق خود بر فرقدین
گسترانیدہ بفضل وجود در عالم یدین
مر خلافت را تو شایستہ چو مردم دیدہ را
دین یزداں را تو بایستہ چو رخ را ہر دو عین
کس بدین منوال پیش از من چنیں شعری نگفت

---

[1] مرآۃ الجنان یافعی۔ و ابن خلقان ترجمہ فراء نحوی ۱۲ [2] تذکرہ مجمع الفصحا ذکر عباس مروزی ۱۲

Marfat.com

مرزبان پارسی را ہست با این نوع بین،
لیک از آں گفتم من ایں مدحت ترا تا ایں لغت
گیرد از مدح وثنائے حضرت تو زیب دین،

حکومت کی تاثیر دیکھو۔ عربی الفاظ نے ہزاروں برس کی خاص اور منجھی ہوئی زبان پر کس قدر جلد قبضہ کر لیا کہ جب وطن میں ڈوبا ہوا شاعر اپنے ملک کی زبان کو اس سے آزاد کرنا چاہتا ہے اور نہیں کر سکتا۔

مامون کے عہد میں علم خط نے بھی جو البینیا کا ایک بڑا جوہر ہے نہایت ترقی حاصل کی۔ اس سے پہلے بھی بہت سے خط ایجاد ہو چکے تھے۔ منصور و مہدی عباسی کے زمانے میں اسحٰق بن حماد مشہور خوشنویس تھا۔ اسکے شاگردوں نے بارہ قسم کے خط ایجاد کیے تھے لیکن اسوقت تک کسی نے اس فن کے اصول وضوابط نہیں لکھے تھے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اسوقت تک یہ فن کوئی علمی فن نہ تھا۔ سب سے پہلے مامون کے درباریوں میں سے احول محرر نے اس کے اصول و قاعدے منضبط کیے۔ مامون کے وزیر اعظم ذوالریاستین نے بھی ایک خط ایجاد کیا جو اسکی طرف منسوب ہو کر قلم الریاسی کے نام سے مشہور ہے۔

مامون کا فضل و کمال۔ علمی مجلسیں، اہلِ علم کی قدردانی

اسلام کو آج تیرہ سو برس سے کچھ اوپر ہوئے۔ اس وسیع مدت میں ایک تخت نشین بھی ایسا نہیں گذرا جو فضل و کمال کے اعتبار سے مامون کی شان یکتائی کا حریف ہو سکتا۔ افسوس ہے کہ سلطنت کے انتساب نے اسکو خلفاء و سلاطین

Marfat.com

کے پہلو میں جگہ دی ورنہ شاعری۔ ایام العرب۔ ادب۔ فقہ۔ فلسفہ کونسی بزم ہے جہاں فخر و شرف کے ساتھ اسکا استقبال نہ کیا جاتا۔ قریباً پانچ برس کی عمر میں وہ مکتب میں بٹھایا گیا۔ علماء جو اسکی تعلیم کیلئے مقرر ہوئے۔ ہر ایک یگانہ وقت تھا۔

یزیدی جسکو تعلیم کیساتھ اتالیق کی خدمت بھی سپرد تھی ایک مشہور مصنف ہے۔ خلیل بصری جو لغات عرب کا پہلا مدون ہے اسکا استاد تھا لغت میں کتاب النوادر یزیدی کی تصنیف ہے۔ وہ ۲۰۲ھ تک زندہ رہا اور ہمیشہ مامون اسکی صحبت سے مستفید ہوتا رہتا تھا۔ مامون کا دوسرا استاد کسائی نحو کے مجتہدین میں شمار کیا گیا ہے۔ امام مالکؒ جو فن حدیث میں مامون کے استاد تھے مشہور امام ہیں۔ آج دنیا میں سنی فرقے کے لوگ قریباً ایک ربع انہیں کے مقلد اور پیرو کار ہیں۔

مامون کے اساتذہ اور طالب العلمی کے حالات کو اس موقع پر ہم دوہرانا نہیں چاہتے۔ ناظرین کتاب کے حصہ اوّل میں جہاں یہ حالات پڑھ چکے ہیں ان صفحوں کو ایک بار اور الٹ کر دیکھ لیں۔ ذیل کی حکایتوں سے جو نہایت صحیح اور مستند تاریخی شہادتوں سے ثابت ہیں مامون کی جامعیت اور فضل و کمال کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

ایک دن علماء کا مجمع تھا۔ ہر فن کے اہلِ کمال دربار میں حاضر تھے۔ ایک عورت فریادی آئی کہ میرا بھائی چھ سو اشرفیاں چھوڑ کر قضا کر گیا مگر لوگوں نے ترکہ میں مجھ کو ایک ہی اشرفی دلوائی۔ مامون نے ذرا دیر دل ہی دل میں کچھ حساب لگایا دیکھا تو سہام صحیح تھے۔ عورت سے کہا ہاں تجھکو اتنا ہی ملنا چاہیے۔ اس غیر متوقع جواب پر سب کو حیرت ہوئی۔ علماء نے پوچھا " امیر المومنین " " کیونکر " مامون نے کہا " متوفی کی دو بیٹیاں ہونگی۔ دو ثلث یعنی چار سو اشرفیاں تو انکو ملیں۔ ماں بھی

Marfat.com

ہوگی۔ جسکو سدس یعنی سو اشرفیاں پہنچیں۔ زوجہ کو ثمن یعنی ۷۵ ملا ہوگا۔ ۲۵ باقی رہے" مامون نے عورت کیطرف مخاطب ہو کر کہا، سچ کہنا۔ تیرے بارہ بھائی ہیں عورت نے تسلیم کیا کہ ہاں۔ مامون نے کہا" دو دو انکو ملیں ۲۴ ہوئیں۔ ایک باقی رہی وہ تیرا حق ہے[1]"

ایک بار ایک شخص مامون کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ محدث ہوں اور اسی فن میں کل زندگی بسر کردی ہے۔ مامون نے کہا اس مسئلے کے متعلق کتنی حدیثیں یاد ہیں وہ ایک بھی نہ بتا سکا۔ مامون نے بیسیوں روایتیں بیان کیں اور سندوں کا ایک تار باندھ دیا کہ اسباب میں ہیثم نے یہ کہا ہے حجاج نے یہ روایت کی ہے۔ ایک دوسرے محدث کا یہ قول ہے" پھر اس شخص سے ایک دوسرے مسئلہ کو پوچھا وہ اب بھی عاجز رہا۔ مامون نے اسیطرح حدیث پڑھ کر طریقے بیان کیے اور درباریوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ" لوگ تین دن حدیث پڑھ کر بھول جاتے ہیں کہ ہم بھی محدث ہیں۔ خیر تین درہم اسکو دلا دیئے[2]

ادب و شاعری میں وہ کمال بہم پہنچایا تھا کہ بڑے بڑے ماہرین فن اسکی استادی کا اعتراف کرتے تھے۔ قدما اور شعرائے عرب کے علاوہ شعرائے عصر کے مشہور قصائد اور قطعے اسکو نوک زبان یاد تھے اور ارباب میں اسکی شہرت ضرب المثل کی حد تک پہنچ گئی تھی۔ علامہ یزیدی نے ایک بار خلیفہ واثق کی تعریف کی کہ تمام خلفائے عباسیہ میں واثق کے برابر کسی کو عرب کے اشعار نہیں یاد تھے۔ لوگوں نے نہایت متعجب ہو کر کہا۔ کیا مامون سے بھی زیادہ۔ یزیدی نے کہا۔ ہاں،، مامون نے ادب میں نجوم اور طب و منطق

---

[1] "تاریخ الخلفاء- سیوطی [2] تاریخ الخلفاء سیوطی- ۱۲

Marfat.com

کو بھی ملا دیا تھا لیکن واثق نے ادب کے سوا اور کسی فن کیطرف توجہ ہی نہیں کی" مامون کو اس ذوق شوق میں شان سلطنت کا بھی خیال تھا خود اسکی ہجو میں دعبل وغیرہ نے جو لکھا ہے اسکو حفظ یاد تھا اور زبان کی شستگی کے لحاظ سے اسکی تحسین کرتا تھا۔ خدا نے طبیعت موزوں اور طبّاع عطا کی تھی کہ شعرا اسکی زود فہمی اور نقطہ سنجی پر حیرت زدہ ہو جاتے تھے۔ ایک موقع پر جب عمارت بن عقیل نے سو شعروں کا ایک مدحیہ قصیدہ پیش کیا تو ہر شعر پر مصرعہ ثانی شروع ہونے سے پہلے مامون بتا تا گیا کہ یہ قافیہ ہے اور اس پہلو سے بند ہو گا عمارت نے حیرت زدہ ہو کر کہا خدا گواہ ہے۔ اب تک اس قصیدہ کا ایک شعر بھی میں نے ظاہر نہیں کیا ہے۔ مامون نے کہا" تم کو معلوم ہو گا کہ جب عبد اللہ بن عباس کے سامنے ایک شاعر نے اپنا لکھا ہوا قصیدہ پڑھا تو وہ برابر دوسرا مصرعہ پڑھتے گئے ہیں انہیں کا فرزند ہوں ہے۔ ایک بار اسنے محمد بن زیاد اعرابی سے جو مشہور ادیب اور نساب تھا پوچھا کہ ہند کے اس مصرعہ میں نحن بنات طارق (ہم طارق کی بیٹیاں ہیں) طارق سے کون مراد ہے محمد بن زیاد نے بہت خیال دوڑایا مگر ہند کے خاندان میں طارق کسی کا نام نہ تھا۔ آخر عرض کیا حضور میں نہیں بتا سکتا۔ مامون نے کہا" یہاں "طارق" کے معنی ستارہ کے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کی اس آیت میں ہے وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ شاعر نے فخریہ اپنے کو ستارہ کیطرف منسوب کیا ہے۔ محمد نے عرض کیا کہ کیا کسنا ارشاد ہو۔ مامون نے کہا میں خود مجتہد الفن اور مجتہد (یعنی ہارون الرشید) کا فرزند ہوں۔ یہ کہکر فخر کے جوش میں عنبر کا ایک غلّہ جو ہاتھ میں لیے ہوئے تھا محمد کیطرف پھینکا۔ محمد نے اس گرانبہا انعام کو جو پانچہزار درہم قیمت رکھتا تھا بڑی خوشی سے قبول کیا اور رخصت ہوا[۲]۔

مروان بن ابی حفصہ اس زمانہ کا ایک مشہور شاعر تھا۔ ہارون الرشید نے اسکو ایک

۱؎ تاریخ الخلفاء سیوطی۔ ۲؎ تاریخ الخلفاء سیوطی۔

قصیدہ پر اسپ خاصہ و خلعت اور پانچہزار دینار انعام میں دیے تھے۔ چونکہ مامون باپ سے بھی زیادہ فیاض اور پایہ شناس تھا، مروان نے اس امید پر کچھ مدحیہ اشعار لکھے اور مامون کو سنائے۔ لیکن اسبات سے کہ مامون نے کچھ داد نہ دی نہ اسکے چہرے سے کچھ قبول کا اثر ظاہر ہوا مروان کو سخت تعجب ہوا۔ دربار سے واپس آکر عمارۃ بن عقیل سے کہا "کیوں تمہاری کیا رائے ہے میں تو خیال کرتا ہوں کہ مامون کو سخن فہمی کا مطلق مادہ نہیں ہے" (عمارۃ) ایں!! مامون سے زیادہ اور کون نقطہ سنج ہوسکتا ہے (مروان) مگر میں نے تو اسکے سامنے یہ لاجواب شعر پڑھا۔ اور اس کو ذرا جنبش نہ ہوئی ؎

اضحی امام الھدی المامون مشتغلا

بالدین والناس بالدنیا مشاغیل

ترجمہ لوگ دنیا کے کاروبار میں پھنسے ہیں لیکن امام۔ رہنما۔ مامون دین میں مشغول ہے (عمارت) سبحان اللہ۔ اس شعر کی بھی آپ داد چاہتے ہیں۔ مامون نہ ہوا کوئی بڑھیا ہوئی کہ محراب میں بیٹھی تسبیح پھرا رہی ہے۔ اگر مامون (جو بار سلطنت کا حامل ہے) دنیا کا کفیل نہ ہوگا۔ اور کون ہوگا۔ (مروان) اب میں سمجھا کہ میری خطا تھی ۔[1]

مامون کی خوش بیانی اور برجستہ گوئی کا عموماً لوگ اعتراف کرتے تھے۔ ثمامہ بن اشرس کا قول ہے کہ "میں نے جعفر برمکی اور مامون سے زیادہ فصیح و بلیغ کسی کو نہیں دیکھا۔ مامون کے خطبے اب بھی موجود ہیں جن کے ہر فقرہ سے شستہ بیانی اور زور طبیعت کی شہادت ملتی ہے۔ اگرچہ اسوقت خطبوں کا وہ زور شور نہیں رہا تھا۔ جیسا جاہلیت یا آغاز اسلام میں تھا اور خصوصاً پولٹیکل موقع پر تو اسکی صدا بالکل ناپید ہوگئی تھی تاہم

[1] تاریخ الخلفاء۔ سیوطی۔

جمعہ اور عیدین میں ابتک فصحا اپنی تیغ زبان کا جوہر دکھاتے تھے۔ لیکن آجکل کی طرح لکھ کر آموختہ نہیں سناتے تھے۔ بلکہ جو کچھ کہتے تھے زبانی اور برمحل کہتے تھے۔ اس قسم کے خطبے جو مامون نے مختلف وقتوں میں پڑھے کتاب العقد لابن عبد ربہ میں بالفاظہا سب مذکور ہیں مگر افسوس ہے کہ انکا نقل کرنا یہاں موزوں نہ ہوگا۔ ناظرین میں سے عربی دان کتنے ہیں اور ترجمہ کیا جاوے تو وہ بات نہیں رہتی سخنوری کے لحاظ سے مامون ایک بلند رتبہ شاعر تھا۔ اسکے چند شعر جن کی نازک خیالی اور مضامین کی خوبی کا اندازہ کسی قدر ترجمے سے ہو سکتا ہے۔ ہم اس موقع پر نقل کرتے ہیں۔

لسانی کتوم لاسرارکم

میری زبان تمہارے رازوں کو چھپاتی ہے۔

ودمعی نموم لسری مذیع

لیکن آنسو غماز ہیں اور میرے راز کو فاش کر دیتے ہیں

فلولا دموعی کتمت الھوی

اگر آنسو نہ ہوتے تو میں عشق کو چھپا سکتا۔

ولولا الھوی لم یکن لی دموع

اور اگر عشق نہ ہوتا تو آنسو ہی کیوں ہوتے۔

انا المامون والملک الھمام

میں مامون ہوں اور عظیم الشان بادشاہ ہوں

؎ یہ اشعار فوات الوفیات و تاریخ الخلفاء و کامل ابن الاثیر و عقد الفرید سے جمع کیے گئے ہیں۔ ۱۲

Marfat.com

ولکنی بحبك مستهام
لیکن تیرے عشق میں سرگشتہ ہوں۔

اترضی ان اموت علیك وجداً
کیا تجھ کو یہ پسند ہے کہ میں تیرے عشق میں مرجاؤں

ویبقی الناس لیس لھم امام
اور دنیا بے امام کے رہجائے۔

بعثتك مائداً فقرت بنظرة
میں نے تجھ کو محبوب کی تلاش میں بھیجا تو اسکے دیدار سے کامیاب ہوا

واغفلتنی حتیٰ اساءت بك الظنّا
اور مجھے بھول گیا جس سے مجھکو تیری نسبت بدگمانی ہوئی

فناجیت من اھوی وکنت مبلعداً
میرے محبوب سے تونے سرگوشی کی۔ اور میں دور تھا۔

فیالیت شعری عن دنوك ما اغنیٰ
ہائے تیرا قرب (محبوب سے) میرے کس کام آیا۔

فیالیتنی کنت الرسول وکنتنی
کاش میں ہی قاصد ہوتا۔ اور تو بجائے میرے ہوتا۔

فکنت الذی تقصی وکنت الذی ادنیٰ
میں تو محبوب سے دور رہتا اور میں قریب ہوتا۔

اریٰ اثر امنه بعینك بینا۔

Marfat.com

میں تیری آنکھوں میں علانیہ محبوب کا اثر دیکھتا ہوں

لقد اخذت عیناک من عینیہ حسنا

بے شبہ تیری آنکھوں نے اسکی آنکھوں سے حسن لے لیا ہے

قاصد پر رشک کرنا شعراء کا ایک وسیع مضمون ہے اور بہت سے نازک خیالوں نے اسکے مختلف پہلو نکالے ہیں۔ عرفی نے قاصد سے گذر کر خود پیغام پر رشک کیا ہے اس کا شعر یہ ہے۔ شعر

بسوئے او نفرستم پیام ازاں ترسم ۔۔۔ کہ بر حکایت من مطلع شود پیغام

مگر نقطہ سنج سمجھ سکتا ہے کہ مامون نے اس مضمون کو کس طرح پلٹا ہے اور ہر بندش میں جدت کے ساتھ بات میں بات نکالی ہے۔

ایکبار عید کے دن مامون کے خوان کرم پر بہت سے معزز مہمان جمع تھے۔ تین سو سے زائد مختلف اقسام کے کھانے دسترخوان پر چنے گئے۔ مامون ہر ایک کا خاصہ اور اثر بتاتا جاتا تھا کہ "بلغمی مزاج کو یہ مفید ہے۔ سوداوی کو وہ نافع ہے۔ جسکو صفرا کا زور ہو۔ وہ اس خاص قسم سے پرہیز کرے۔ جو تقلیل غذا کا عادی ہے وہ یہ کھائے۔ مامون کی ہمہ دانی پر تمام حاضرین محو حیرت تھے۔ قاضی یحییٰ بن اکثم سے نہ رہا گیا۔ بے ساختہ بول اٹھے کہ" امیر المومنین آپکی کس کس بات کی تعریف کی جائے۔ طب کا ذکر ہو تو آپ جالینوس وقت ہیں۔ نجوم کی بات چھڑے تو ہرمس فقہ کی بحث ہو تو علی مرتضےٰ۔ سخاوت میں حاتم۔ راست بیانی میں ابو ذر۔ وفا میں سموئل" اس سچی خوشامد سے مامون بھی پھڑک اٹھا اور کہا کہ ہاں "آدمی کو جو شرف ہے عقل سے ہے۔ ورنہ

لے قاصد سے خطاب ہے۔ ۱۲

Marfat.com

خون اور گوشت میں کیا رکھا ہے۔

مامون کے بعض دل آویز اقوال اس موقع پر نقل کرنا ناموزوں ہوگا۔ جن سے اسکے لطیف اور اعلیٰ و فیاضانہ خیالات کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسکا قول تھا کہ" شریف وہ ہے جو بڑوں کو دبالے اور چھوٹوں سے خود دبے"۔ "عقلوں کی لڑائی دیکھنے سے دنیا میں کوئی تماشا عمدہ نہیں"۔ "دلیل سے غالب ہونا میں بہ نسبت زور سے غالب ہونے کے زیادہ پسند کرتا ہوں"۔ "آدمی تین قسم کے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جنکی ہر وقت ضرورت ہے۔ بعض بمنزلہ دوا کے ہیں کہ خاص وقتوں میں انکی ضرورت پڑتی ہے اور بعض تو ایسے ہیں کہ بیماری کیطرح کسی حال میں پسندیدہ نہیں۔ بادشاہ کو لجاجت نہایت نازیبا ہے اور اس سے زیادہ یہ نازیبا ہے کہ قاضی فریقین کی تسکین نہ کرسکے اور گھبرا جائے اور ان سب سے زیادہ ناموزوں بوڑھوں کی ظرافت۔ جوانوں کی کاہلی سپاہی کی بزدلی ہے"۔ "سب سے عمدہ مجلس وہ ہے جس میں لوگوں کے حالات سے واقفیت ہو"۔

لطیفہ مامون شطرنج کا بڑا شائق تھا مگر اچھی نہیں کھیلتا تھا۔ اکثر کہا کرتا تھا کہ "عرصہ عالم کا بندوبست کرتا ہوں مگر دو بالشت کا انتظام نہیں کرسکتا۔

مامون کا ایک مشہور مناظرہ جس میں اسکا یہ دعویٰ تھا کہ تمام صحابہ میں حضرت علی افضل تر ہیں"، ایک بڑے معرکے کا مناظرہ ہے۔ قاضی یحییٰ بن اکثم اور چالیس بڑے بڑے فقیہ اس دعوے کے مخالف تھے۔ ادھر مامون تنہا سب کا طرفدار مقابل تھا۔ مناظرہ کے وقت حاکمی اور محکومی کا پردہ اٹھا دیا گیا تھا اور ہر شخص کو گفتگو میں پوری آزادی تھی۔ صبح سے قریباً دوپہر تک دونوں فریق نے داد سخن دی مگر انصاف یہ کہ میدان مامون کے ہاتھ میں رہا۔ یہ پورا مناظرہ کتاب العقد میں مذکور ہے

Marfat.com

اور حق یہ ہے کہ مامون کی وسعت نظر جودت ذہن کثرت معلومات حسن بیان۔ زور تقریر کا ایک حیرت انگیز مرقع ہے۔ یوں تو مامون کی عام مجلسیں بھی علمی تذکروں سے خالی نہیں ہوتی تھیں لیکن سہ شنبہ کا دن مناظرہ کا مخصوص دن تھا جسکا طریقہ یہ تھا کہ صبح کچھ دن چڑھے ہر مذہب و ملت کے علماء اور ماہرین فن دربار میں حاضر ہوئے۔ ایک پر تکلف ایوان پہلے سے مرتب رہتا تھا۔ سب لوگ نہایت بے تکلفی سے وہاں بیٹھ گئے۔ خادم نے ہر شخص کے سامنے آکر عرض کیا کہ بے تکلفی سے تشریف رکھیے اور چاہیے تو پاؤں سے موزے بھی اتار ڈالیے۔ پھر دستر خوان جو مختلف اقسام کے کھانے دانشربہ سے مزین ہوتا تھا بچھایا گیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر سب نے وضو کیا عود لوبان کی انگیٹھیاں آئیں۔ کپڑے بسائے۔ خوشبو ملی۔ خوب مطیب و معطر ہو کر دارالمناظرہ میں حاضر ہوئے اور مامون کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھے۔ مناظرہ شروع ہوا مامون خود ایک فریق بنتا تھا لیکن اس آزادی سے گفتگو ئیں ہوتی تھیں کہ گویا کسی شخص کو یہ معلوم ہی نہیں کہ مجلس میں خلیفہ وقت بھی موجود ہے۔ دوپہر تک یہ انجمن قائم رہتی تھی۔ زوال آفتاب کے بعد خاصہ کھانا حاضر ہوتا تھا اور لوگ کھا پی کر رخصت ہوتے تھے۔¹ ان مجلسوں میں بعض وقت اہل مناظرہ اعتدال کی حد سے تجاوز کر جاتے تھے مگر مامون بڑے حلم و متانت سے برداشت کرتا تھا۔ ایکبار محمد صولی و علی بن الشیم بحث کے دو فریق تھے۔ گفتگو جسقدر بڑھی بدمزہ ہوتے گئے یہاں تک کہ محمد صولی نے علی کو سخت کہدیا علی نے برافروختہ ہو کر کہا "اسوقت تم کسی دوسرے کی زبان سے بول رہے ہو۔ ورنہ اس مجلس سے باہر تم ایک کہتے تو دو سنتے"۔ اس بیباکانہ گستاخی سے دفعتاً

---

¹ مروج المذہب مسعودی خلافۃ المامون

مامون کا چہرہ متغیر ہو گیا تاہم اسنے ضبط کیا اور اٹھ کر زنان خانہ میں چلا گیا کہ بات کو ٹال جائے۔ جب غصہ فرو ہوا تو دربار میں آیا[1]

ایک دن ایک ثنوی المذہب[2] سے نہایت لطیف بحث ہوئی مامون نے اس سے پوچھا کہ انسان برا کام کرنے کے بعد کبھی شرمندہ ہو سکتا ہے (ثنوی) ہاں کیوں نہیں (مامون) گناہ پر نادم ہونا اچھا ہے یا برا (ثنوی) اچھا ہے (مامون) جو شخص نادم ہوا گناہ اس سے سرزد ہوا تھا یا کسی دوسرے شخص سے (ثنوی) اسی سے (مامون) بس تو ایک ہی شخص سے گناہ بھی ہوا اور ثواب بھی (ثنوی گھبرا کر۔ نہیں میں یہ کہوں گا کہ جو نادم ہوا اسنے گناہ نہیں کیا تھا (مامون) تو اسکو اپنے گناہ پر ندامت ہے یا دوسرے کو (ثنوی) آخر لاجواب ہو کر ساکت ہو گیا۔[3] ایک اور دن مجلس مناظرہ قائم تھی۔ چوبدار نے اطلاع کی کہ ایک اجنبی شخص دروازہ پر کھڑا ہے اور حضور سے بحث کرنے کی اجازت چاہتا ہے۔ مامون نے حکم دیا کہ "بلالو" آیا تو اس ہیئت سے آیا کہ جوتا ہاتھ میں اور پائنچے چڑھے ہوئے صف نعال میں کھڑا ہوا اور وہیں سے چلا کر کہا "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" مامون نے سلام کا جواب دیا اور اجازت دی کہ قریب آکر بیٹھے۔ مامون سے اسنے پوچھا کہ "خلافت آپ نے بزور حاصل کی ہے یا دنیا کے تمام مسلمانوں نے اتفاق رائے سے آپکو منتخب کیا ہے۔" مامون نے کہا "نہ زور سے نہ اتفاق رائے سے۔ بات یہ ہے کہ مجھ سے پہلے جماعت اسلام پر جو حکمران تھا اور عامہ مسلمان جبراً یا طوعاً اسکے حلقہ بگوش اطاعت تھے اسنے میری ولیعہدی کے لیے عام بیعت لی اور اسوقت جو لوگ اسلامی اطاعت کے ارکان مانے جانتے تھے سب نے معاہدہ بیعت پر

---

[1] آغانی جزء ۱۴ صفحہ ۳۶ مطبوعہ مصر ۱۳۱۶ھ [2] ایک فرقہ ہے جو نیکی اور بدی کا الگ الگ خالق مانتا ہے [3] عقد الفرید ۱۲

Marfat.com

دستخط کیے۔ اسکے انتقال کے بعد میں نے خیال کیا کہ جبتک دنیا کے تمام مسلمانوں کا اتفاق ہو وہ تخت نشین ہو لیکن ایسا شخص نہ مل سکا۔ ادھر ملک کے نظم و نسق کیلئے ایک قوی انتظام کی ضرورت تھی ورنہ امن و امان میں خلل آتا اور عظمت اسلامی کے تمام اجزا متفرق ہو جاتے۔ مجبوراً سررشتہ یہ بار میں نے اپنے سر لیا اور منتظر بیٹھا ہوں کہ جب دنیا کے تمام مسلمان اتفاق رائے سے ایک شخص کو انتخاب کرلیں تو میں عنان حکومت اسکے ہاتھ میں دیکر الگ ہو جاؤں۔ میں تم کو اپنا وکیل کرتا ہوں ایسا موقع ہو تو فوراً مجھکو خبر کرنا۔[1]

ایک دن مامون نے یحییٰ بن اکثم سے جو قاضی القضاۃ تھے کہا کہ میری خواہش ہے کہ آج محدثانہ حدیث کی روایت کروں۔ قاضی صاحب نے عرض کیا کہ حضور سے زیادہ کس کو یہ حق حاصل ہے۔ معمول کے موافق ممبر رکھا گیا اور مامون نے ممبر پر بیٹھکر بڑی قابلیت کے ساتھ درس دیا۔ قریباً تیس حدیثیں تحقیق و تنقید کیساتھ روایت کیں لیکن حاضرین کے رخ سے اسنے جان لیا کہ لوگ محظوظ نہیں ہوئے۔ ممبر پر سے اترا تو قاضی یحییٰ سے کہا کہ سچ یہ ہے کہ تم لوگوں کو کچھ مزا نہ آیا۔ حقیقت میں اس منصب کے وہی لوگ مستحق ہیں جو اس ذوق میں تن بدن کا خیال نہیں رکھتے اور ممبر پر بھی بیٹھتے ہیں تو انکے کپڑے بوسیدہ ہوتے ہیں۔[2] مامون کی راست پسندی کا اکبر شاہ کی خود رائی اور جہل مرکب سے مقابلہ کیا جائے تو ایک عجیب حیرت انگیز تفاوت معلوم ہوتا ہے۔

ایک دن دربار میں ایک شخص جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، حاضر کیا گیا۔ حسب معمول بہت سے منجم اور ہیئت داں علماء بھی حاضر تھے مگر کسی کو اسکے ادعائے نبوت کا حال معلوم نہ تھا۔ مامون نے ستارہ شناسوں کو حکم دیا کہ زائچہ دیکھ کر بتائیں کہ یہ شخص

---

[1] مروج الذہب مسعودی۔ [2] تاریخ خلافت مامون سے تاریخ الخلفاء سیوطی۔

Marfat.com

سچا ہے یا جھوٹا ہے۔ سب نے صحن میں جاکر طالع کو دیکھا تو یہ صورت تھی کہ شمس و قمر ایک دقیقہ میں تھے مشتری سنبلہ میں تھا اور اسی طرف ناظر تھا۔ زہرہ و عطارد عقرب میں تھے اور عقرب کیطرف ناظر تھے اس بنا پر سب نے حکم لگایا کہ مدعی نے جو دعویٰ کیا ہے صحیح ہوگا لیکن یحییٰ بن منصور نے ان لوگوں کی رائے سے اختلاف کیا اور کہا کہ مشتری حبط میں ہے اور جس برج میں ہے اس سے کارہ ہے۔ اس بات نے طالع کی سعادت بالکل زائل کردی ہے۔ دونوں فریق قیاسات لگا چکے تو مامون نے کہا "یہ بھی جانتے ہو کہ اس شخص نے کس بات کا دعویٰ کیا ہے۔ یہ نبوت کا مدعی ہے" حاضرین دربار اس سے یہ سنکر معجزہ کے طالب ہوئے۔ اسنے ایک انگوٹھی پیش کی کہ میرے سوا جو اسکو پہنے گا بے اختیار ہنسنا شروع کردے گا اور جبتک اتار نہ ڈالے یہی حالت رہے گی لیکن اگر میں پہن لوں تو کچھ اثر نہ ہوگا۔ اسی طرح اسنے ایک قلم دکھلایا جس سے صرف وہ لکھ سکتا تھا اور دوسرا شخص اس سے لکھنا چاہتا تو مطلق نہیں چلتا تھا۔ تجربے سے دونوں باتیں صحیح نکلیں۔ مامون نے سمجھ لیا کہ یہ کوئی نادر اور علمی شعبدہ ہے اور اگر نبوت کے ادعائے باطل سے وہ باز آجائے تو کام کا آدمی ہوگا۔

مامون نے اسکو اپنا ندیم بنا لیا اور اسقدر استمالت اور مراعات کی کہ آخر اسنے اپنا راز بتا دیا اور انگوٹھی اور قلم میں جو صنعت تھی ظاہر کردی۔ مامون نے ہزار دینار انعام میں دیے اور مقربین میں داخل کرلیا۔ یہ شخص ریاضی اور ہیئت کا بڑا عالم تھا۔ طلسم الخناص اسی کی ایجاد ہے جو بغداد کے اکثر گھروں میں موجود تھا۔[1]

ایک بار نضر بن شمیل المتوفی ۲۰۳ھ جو خلیل بصری کے شاگرد اور حدیث، فقہ، نحو، غریب، شعر، ایام العرب میں استاد وقت تھے مامون کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

---

[1] مختصر الدول۔ حکمائے عہد مامون۔

Marfat.com

اور چونکہ مامون کی سادہ مزاجی اور بے تکلفی سے واقف تھے کپڑے تک نہیں بدلے اور وہی مدت کا بوسیدہ قمیص و عبا زیب بدن کیے ہوئے ایوان شاہی میں چلے آئے (مامون) کیوں نضر۔ امیر المومنین سے اس لباس میں ملنے آئے ہو (نضر) مرد کی سخت گرمی کی حفاظت انہیں کپڑوں سے ہوتی ہے (مامون) یہ تو بہانے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ تم کفایت شعاری پر مرتے ہو۔" اسکے بعد علم حدیث کا تذکرہ شروع ہوا۔

مامون نے اپنی سند سے ایک حدیث روایت کی مگر "سداد" کے لفظ کو جو اس حدیث میں تھا فتحہ سے پڑھ گیا۔ نضر نے اس غلطی پر اسے متنبہ کرنا چاہا تو اسی حدیث کو اپنی روایت سے بیان کیا اور سداد کو بکسر پڑھا۔ مامون تکیہ لگائے بیٹھا تھا۔ دفعتاً سنبھل بیٹھا اور کہا "کیوں کیا سداد بفتحہ غلط ہے"، نضر، ہاں ہشیم آپ کے استاد نے آپکو غلط بتایا (مامون) کیا دونوں کے معنی مختلف ہیں (نضر) سداد بالفتح کے معنی راست روی کے ہیں۔ سداد بالکسر اسکو کہتے ہیں جس سے کوئی چیز روکی جائے (مامون) کوئی سند بتا سکتے ہو (نضر) عرب کا یہ شعر موجود ہے

اضاعونی وای فتی اضاعوا لیوم کریھۃ وسداد ثغر

مامون نے سر نیچے کر لیا اور کہا کہ خدا اسکا برا کرے جسکو فن ادب نہیں آتا" پھر نضر نے مختلف مضامین کے اشعار سنے اور رخصت ہونے کے وقت وزیر اعظم فضل کے پاس رقعہ لکھدیا کہ پچاس ہزار درہم نضر کو عطا کیے جائیں۔ نضر یہ رقعہ خود لے کر وزیر اعظم کے پاس گیا۔ فضل نے یہ رقعہ پڑھ کر کہا تم نے امیر المومنین کی غلطی ثابت کی۔ نضر نے کہا نہیں غلطی تو ہشیم نے کی۔ امیر المومنین پر کیا الزام ہے۔ فضل نے پچاس ہزار پر تیس ہزار اور اپنی طرف سے مزید کیے اسطرح ایک غلطی بتانے کے صلہ میں نضر نے اسی ہزار

Marfat.com

حاصل کیے۔ تاریخ الخلفاء۔

کلثوم عتابی جسکو اپنے علم وفضل پر بڑا ناز تھا اور بجا بھی تھا۔ مامون کی پایہ شناسی کا شہرہ سنکر بغداد پہنچا۔ اور دربار میں حاضر ہوا۔ مامون نے مزاج پرسی کی اور حالات پوچھے۔ کلثوم نے اس فصاحت اور برجستگی سے گفتگو کی کہ مامون بھی حیرت میں رہ گیا اور حکم دیا کہ ہزار دینار اسکے سامنے لاکر رکھیں۔ لیکن چونکہ حاضر جوابی اور نکتہ سنجی کا امتحان ہنوز باقی تھا۔ مامون نے اسحٰق موصلی کیطرف اشارہ کیا کہ کلثوم کو اس فن میں آزمائے۔ اسحٰق نے اسکے سامنے آکر مناظرانہ گفتگو کی اور اسنے اعتراضات کا تار باندھ دیا۔ کلثوم بالکل حیرت زدہ گیا کہ اس بلا کا ذہین کون شخص ہو سکتا ہے۔ دربار کے قاعدے کے موافق پہلے اسنے مامون سے اجازت طلب کی پھر اسحٰق کیطرف متوجہ ہوا کہ "آپکا نام ونسب کیا ہے" (اسحٰق) نسباً آدمی ہوں اور میرا نام کل بصل ہے۔" (کلثوم) "نسب تو ظاہر ہے۔ مگر نام نئے ڈھنگ کا ہے۔ (اسحٰق) "کل بصل" "کلثوم" سے زیادہ تعجب انگیز نہیں ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ لہسن سے پیاز بہرحال اچھی ہے[1]۔ اس لطیفہ پر کلثوم بھی پھڑک گیا اور مامون سے درخواست کی کہ ہزار دینار جو مجھکو عطا ہوئے۔ اسی کو دلائے جائیں مگر مامون نے کلثوم کا انعام مضاعف کر دیا اور حکم دیا کہ اسحٰق کو بھی اسقدر صلہ عطا کیا جائے۔

مامون کا دربار اگرچہ نامور شعرا سے معمور تھا جو وقتاً فوقتاً قصیدے اور قطعے لکھکر انعام وصلے حاصل کرتے تھے لیکن عام ایشیائی فرمانرداؤں کیطرح وہ اپنی مدح کی دلآویز صداؤں سے جی خوش کرنا نہیں چاہتا تھا بلکہ اس فیاضی سے اسکو زیادہ

[1] عربی میں لہسن کو ثوم اور پیاز کو بصل کہتے ہیں[2]۔ [2] مروج الذہب مسعودی خلافت مامون۔

Marfat.com

نہ علم اور ادب کی ترقی مقصود تھی۔ تشبیب اور عام مضامین کے متعلق جو اشعار ہوتے تھے انکو نہایت ذوق سے سنتا تھا لیکن خاص مدحیہ اشعار دو تین سے زیادہ سننا نہیں پسند کرتا تھا اور یہ کہکر شاعر کو روک دیتا تھا کہ "بس میری قدر افزائی کیلئے کافی ہے"۔

اہلِ علم کے ساتھ مامون کی معاشرت بالکل دوستانہ تھی۔ اہلِ کمال کا عموماً وہ نہایت ادب کرتا تھا اور اسکی شاہانہ فیاضیاں اور لوگوں کیلیے بے روک تھیں۔

علامہ واقدی نے جو فن سیر کے امام ہیں ایکبار مامون کو خط لکھا جس میں ناداری کی شکایت اور لوگوں کا جس قدر قرضہ چڑھ گیا تھا اسکی تعداد لکھی تھی۔ مامون نے جواب میں یہ الفاظ لکھے "آپ میں دو عادتیں ہیں۔ حیا و سخاوت۔ سخاوت نے آپکے ہاتھ کھولدیئے ہیں کہ جو کچھ تھا آپ نے سب اُڑا ڈالا۔ حیا کا یہ اثر ہے کہ آپ نے اپنی پوری حاجت نہیں ظاہر کی۔ میں نے حکم دیدیا ہے۔ تعداد مطلوبہ کا مضاعف آپ کی خدمت میں پہنچ جائے گا۔ اگر آپکی اصلی ضرورت کیلیے یہ تعداد پوری نہ اترے تو خود آپ کی کوتاہ قلمی کا قصور ہے۔ اور اگر کافی ہو جائے تو آئندہ بھی آپ جسقدر چاہیں فراخدستی سے صرف کریں۔ خدا کے خزانہ میں کچھ کمی نہیں ہے۔ آپ نے خود مجھ سے حدیث روایت کی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر سے فرمایا تھا کہ رزق کی کنجیاں عرش پر ہیں۔ خدا بندوں کے لیے ان کے خرچ سے رزق دیتا ہے۔ زیادہ ہو تو زیادہ کم ہو تو کم۔ علامہ واقدی کو یہ حدیث یاد نہیں رہی تھی وہ صلہ سے زیادہ اس بات پر خوش ہوئے کہ مامون کے یاد دلانے سے انکو ایک بھولی ہوئی حدیث یاد آگئی۔[۲]

مامون کے دو فرزند فراخی سے تعلیم پاتے تھے۔ ایکبار وہ کسی کام کیلئے مسند

---

[۱] اغانی۔ ترجمہ اولاد ابو محمد یزیدی [۲] ترجمہ واقدی ابن خلقان۔ ۱۲

درس سے اٹھا۔ دونوں شہزادے اٹھے کر جوتیاں سیدھی کر کے آگے رکھدیں مگر چونکہ دونوں ساتھ پہنچے اسپر نزاع ہوئی کر اس شرف کے ساتھ اختصاص کس کو ہو آخر دونوں نے فیصلہ کر لیا اور ہر ایک نے ایک جوتی سامنے لا رکھی۔

مامون نے ایک ایک چیز پر پرچہ نویس مقرر کر رکھے تھے۔ فوراً اطلاع ہوئی اور فرا طلب کیا گیا۔ مامون نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔ آج دنیا میں سب سے زیادہ معزز کون ہے (فرا) امیرالمومنین سے زیادہ معزز کون ہو سکتا ہے (مامون) وہ جس کی جوتیاں سیدھی کرنے پر امیرالمومنین کے لخت جگر آپس میں جھگڑا کریں۔ (فرا) میں خود شہزادوں کو روکنا چاہتا تھا، مگر پھر خیال ہوا کہ انکو اس شرف سے کیونکر باز رکھوں، عبداللہ بن عباس نے بھی حسینؓ کی رکاب تھامی تھی اور جب حاضرین میں سے کسی نے اعتراض کیا کہ آپ تو عمر میں ان سے بہت زیادہ ہیں تو انہوں نے ڈانٹا کہ "اے جاہل چپ رہ تو انکی قدر کیا جان سکتا ہے۔" (مامون) اگر تم انکو روکتے تو میں تم سے نہایت آزردہ ہوتا۔ اس بات نے انکی عزت کچھ کم نہیں کی بلکہ اصالت کے جوہر دکھائے۔ بادشاہ۔ باپ۔ استاد کی اطاعت ذلت میں داخل نہیں ہے۔ یہ کہہ کر لڑکوں کو سعادت مندی اور فرا کو حسن تعلیم کے صلے میں دس دس ہزار درہم عطا کیے[1]۔

مامون کے عام اخلاق و عادات شاہانہ شان و شوکت عیش و طرب کے جلسے

مامون کی نسبت مؤرخین کے منقولہ الفاظ یہ ہیں۔ تمام خلفائے بنی العباس میں

[1] ابن خلکان۔ ترجمہ فرا نحوی۔

Marfat.com

کوئی تخت نشین دالی عزم۔ بردباری۔ علم۔ رائے۔ تدبیر۔ ہیبت۔ شجاعت۔ عالی حوصلگی۔ فیاضی میں اس سے افضل کوئی نہیں گذرا۔ مامون کا یہ ادعا کچھ بے جا نہیں تھا کہ "معاویہ کو عمرو بن العاص کا سہارا تھا۔ عبدالملک کو حجاج کا اور مجھکو خود اپنا" ہارون الرشید اکثر کہا کرتا تھا کہ "میں مامون میں منصور کا عزم۔ مہدی کی خدا پرستی ہادی کی شان و شوکت پاتا ہوں۔ ان باتوں پر اگر اسکے عفو و انکسار۔ بے تکلفی۔ سادہ مزاجی۔ کی صفتیں بڑھائی جائیں تو افضلیت کا دائرہ، جسکو مؤرخین نے بنی العباس تک محدود کیا تھا۔ تمام سلاطین اسلام کو محیط ہو جاتا ہے۔

مامون کا قول تھا کہ مجھکو عفو میں ایسا مزا آتا ہے کہ اس پر ثواب ملنے کی توقع نہیں" عبداللہ بن طاہر کا بیان ہے کہ ایک بار مامون کی خدمت میں حاضر تھا۔ اسنے غلام کو آواز دی۔ مگر صدائے برنخاست۔ پھر پکارا تو ایک غلام ترکی حاضر ہوا اور آتے ہی بڑبڑانے لگا۔ کہ "کیا غلام کھانے پینے نہیں جب ذرا کسی کام کیلئے باہر گئے تو آپ "یا غلام یا غلام" چلانے لگتے ہیں۔ آخر یا غلام کی کوئی حد بھی ہے" مامون نے سر جھکا لیا اور دیر تک سر بگریباں رہا میں نے سمجھا کہ بس اب غلام کی خیر نہیں۔ مامون میری طرف مخاطب ہوا۔ اور کہا کہ "نیک مزاجی میں یہ بڑی آفت ہے" کہ نوکر اور غلام شریر ہو جاتے ہیں اور بدخو ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ان کے نیک خو کرنے کے لیے میں بدمزاج بنوں[لے]"

ایک دن دجلہ کے کنارے بیٹھا تھا۔ ارکان دولت دست بستہ کھڑے تھے سامنے پردہ پڑا ہوا تھا۔ ایک ملاح یہ کہتا ہوا جاتا تھا کہ "مامون جسنے اپنے بھائی کو

لے مستطرف فی کل فن مستظرف۔ ۱۲۔

Marfat.com

قتل کر دیا گیا ہماری آنکھ میں عزت حاصل کر سکتا ہے؟" مامون یہ سنکر مسکرا دیا۔ اور ارکان دولت کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ "کیوں صاحبو! آپ ایسی بھی کوئی تدبیر بتا سکتے ہیں کہ میں اس جلیل القدر آدمی کی نظروں میں متنفر ہو سکوں۔

ناظرین کو غالباً اس بات سے تعجب ہو گا کہ اس غیر معتدل رحم پر جو بظاہر شانِ خلافت کے شایاں نہ تھا۔ مامون کو ناز تھا۔ وہ فخر سے کہتا تھا کہ "خواص و خدام اکثر اپنے جلسوں میں بیٹھکر مجھکو گالیاں دیتے ہیں۔ اور میں خود اپنے کانوں سے سنکر دانستہ اغماض کرتا ہوں"[1]

حسین بن ضحاک ایک شاعر نے جو امین کا ندیم تھا۔ امین کے قتل کا نہایت جانگداز مرثیہ لکھا جس میں مامون کو بہت کچھ برا بھلا کہہ کر دل کے پھپھولے توڑے تھے مامون کے یہ اشعار سنے تو صرف یہ حکم دیا کہ شاعروں کے ساتھ دربار میں نہ آئے چند دنوں کے بعد پھر بلایا اور کہا۔ "سچ کہنا بھائی امین کے قتل اور بغداد کی فتح کیدن تو نے کسی ہاشمی عورت کو مارے جانے اور ذلیل ہوتے دیکھا تھا۔ حسین نے کہا کسی کو نہیں۔ مامون نے اسکے الزام دینے کو اس کے چند اشعار پڑھ کر سنائے۔ جس میں اس نے نہایت درد انگیز لفظوں میں یہ سماں کھینچا تھا کہ بغداد تباہ کیا جا رہا ہے اور آل ہاشم کی نازک اور گل اندام عورتیں غارت گردوں کے بے رحم ہاتھ سے اپنے ناموس کو نہیں بچا سکتیں"۔ حسین نے کہا۔ "اے امیر المومنین یہ ایک جوشش تھا جسکو میں دبا نہ سکا۔ امین کے غم میں صحیح اور غلط کی کسکو تمیز تھی۔ خلیفہ مرحوم کا ماتم جن لفظوں میں ہو سکا ادا ہوا۔ اگر تو مواخذہ کرے تو تجھکو حق ہے

[1] تاریخ الخلفائے سیوطی۔ [2] تاریخ الخلفائے سیوطی۔

Marfat.com

اور بخشندے تو تیری فیاضی ہے۔" مامون کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور حکم دیا کہ اس کی تنخواہ بحال کر دیجائے ایک بار اسی حسین نے ایک قصیدہ لکھکر حاجب کو دیا کہ مامون کیخدمت میں پیش کرے۔ قصیدہ شاعری کے لحاظ سے بہت عمدہ تھا۔ مامون نے سخنوری کی داد دی مگر حاجب سے کہا کہ اسی حسین کا یہ بھی شعر ہے۔ شعر

فلا فرح المامون بالملک بعدہ ولا زال فی الدنیا طرید اً مطرداً

ترجمہ:۔ خدا کرے مامون اسکے بعد کبھی سلطنت سے لذت نہ اٹھائے اور ہمیشہ دنیا میں خوار اور مردود رہے،، مامون نے یہ شعر پڑھ کر حاجب سے کہا کہ "مدح وذم ملکر برابر ہوگئے۔ اب شاعر کو صلہ کا کوئی حق نہیں۔" حاجب نے عرض کیا پھر حضور کی وہ عفو کی عادت کیا ہوئی۔ مامون نے کہا۔ ہاں یہ صحیح۔ اچھا مناسب انعام دیا جائے[1]

جس زمانہ میں امین بغداد میں محصور تھا کو تراسکا پیارا غلام ایکدن لڑائی کی سیر دیکھنے کو نکلا۔ اتفاق سے ایک پتھر چہرہ پر آکر لگا اور خون جاری ہوا۔ امین اپنے ہاتھ سے خون پونچھتا جاتا تھا اور یہ اشعار جو اسوقت اسکی زبان سے بے اختیار نکلے تھے پڑھتا جاتا تھا۔

ضربوا قرۃ عینی — لوگوں نے میرے قرۃ العین کو مارا
ومن اجلی ضربوہ — اور میری ضد کی وجہ سے مارا
اخذ اللہ یقینی من — جن لوگوں نے میرے دل کا جلایا
اناس احرقوہ — خدا ان لوگوں سے میرے دل کو بدلہ دے۔

چونکہ غمزدہ دل نے یاری نہ دی اس سے زیادہ وہ نہ کہہ سکا۔ اور عبداللہ

[1] کامل بن الاثیر۔ فتح بغداد [2] تاریخ الخلفاء سیوطی۔

Marfat.com

ایک شاعر کو حکم دیا کہ ان اشعار کو پورا کردے۔ عبداللہ نے چند شعر لکھے جسکے آخیر شعر یہ ہیں

من ما ای الناس لہ افضل — لوگ جسکو صاحب فضل دیکھتے ہیں

علیھم حسدوہ، — اس پر حسد کرتے ہیں۔

مثل ماحسد القائم — جس طرح خلیفۂ وقت پر اُسکے بھائی

بالملک اخوہ، — (مامون) نے حسد کیا۔

امین کے قتل کے بعد یہی شاعر مامون کے دربار میں حاضر ہوا کہ مدح سنا کر انعام لے (مامون) نے اسکی طرف دیکھ کر کہا کہ ہاں وہ کیا شعر ہے مثل ماحسد القائم بالملک اخوہ شاعر نے اسکی معذرت میں چند اشعار برجستہ پڑھے مامون نے پچھلے جرم کا کچھ خیال نہ کیا اور دس ہزار درہم انعام دلائے[۱]

مامون کو دعویٰ تھا کہ بڑے سے بڑا جرم بھی میرے علم کو متزلزل نہیں کرسکتا۔ ایک شخص جو متعدد بار نافرمانیاں کرچکا تھا اسنے کہا کہ "تو جسقدر گناہ کرتا جائیگا میں بخشتا جاؤں گا۔ یہانتک کہ آخر عفو تجھکو تھکا کر درست کردیگا[۲]۔ مامون کی اس رحمدلی پر لوگوں کو اسقدر بھروسہ ہوگیا تھا کہ بے تکلف اسکے سامنے اپنی خطاؤں کا اعتراف کردیتے تھے۔ عبدالملک جسکی شکایت کی بہت سی عرضیاں گذرچکی تھیں مامون نے اسکو بلا کر پوچھا کہ اصل بات کیا ہے۔ عبدالملک نے مطلقاً انکار کیا۔ مامون نے کہا مگر مجھکو تو اس کیخلاف خبریں پہنچتی ہیں۔ عبدالملک نے عرض کیا۔ امیرالمومنین اگر کوئی بات ہوتی تو میں خود اقرار کردیتا۔ حضور کا عفو ہر حالت میں میری حمایت کیلیے سپر بن سکتا تھا۔ پھر میں سچائی کی دولت کو دانستہ کیوں کھوتا[۳]۔ مامون

---

[۱] تاریخ الخلفاء [۲] تاریخ الخلفاء [۳] عقد الفرید۔۱۲

Marfat.com

اگرچہ ملک کے ایک جزجزیات سے خبر رکھتا تھا۔ اور اس شوق میں ہزاروں لاکھوں روپے صرف کر دیتا تھا مگر غمازوں کا جانی دشمن تھا۔ اس باب میں اس کے مقولے آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں اس کے سامنے جب غمازوں کا ذکر آتا تھا تو اکثر کہا کرتا تھا کہ " ان لوگوں کی نسبت تم کیا خیال کر سکتے ہو جنکو خدا نے سچ کہنے پر بھی لعنت کی ہے۔" اسکا قول تھا کہ " جس شخص نے کسی کی شکایت کر کے اپنی عزت میری آنکھوں میں گھٹا دی پھر کسی طرح اسکی تلافی نہیں کر سکتا۔"

مامون اگرچہ بڑی عظمت و شان کا بادشاہ تھا اور مامون کے دفتر میں عام مورخین نے اسکے جاہ وجلال کی داستانیں جلی خط سے لکھی ہیں۔ مگر ہمارے خیال میں جو چیزیں اسکی تاریخ زندگی کو نہایت مزین اور پراثر بنا دیتی ہیں وہ اس کی سادہ مزاجی اور بے تکلفی ہے۔ ایک ایسا بادشاہ جو تخت حکومت پر بیٹھ کر کل اسلامی دنیا کا ذمہ دار بن جاتا ہے کسقدر عجیب بات ہے کہ عام دوستوں سے ملنے میں شان سلطنت کا لحاظ رکھنا پسند نہیں کرتا۔ اکثر اہل علم و ارباب کمال راتوں کو اس کے مہمان ہوتے تھے اور اسکے بستر لگا کر سوتے تھے مگر اسکا عام برتاؤ ایسا ہی ہوتا تھا جیسا کہ کہ ایک سادہ خالص دوست کا دوست کے ساتھ ہوتا ہے۔ قاضی یحییٰ ایک رات اسکے مہمان تھے۔ اتفاقاً آدھی رات کے بعد انکی آنکھ کھل گئی اور پیاس معلوم ہوئی چونکہ چہرہ سے بیتابی کا اثر ظاہر ہوتا تھا۔ مامون نے پوچھا خیر ہے۔ قاضی صاحب نے پیاس کی شکایت ظاہر کی۔ مامون خود چلا گیا اور دوسرے کمرے سے پانی کی صراحی اٹھا لایا قاضی صاحب نے گھبرا کر کہا حضور نے خدام کو ارشاد کیا ہوتا۔ مامون نے کہا نہیں۔

لے عقد الفرید

تھان پچاس پچاس ہزار انشرفی کی قیمت کا تیار ہوا۔[1]

مامون کی ایک شادی کی تقریب جس شوکت سے ادا ہوئی وہ اس عہد کی مسرفانہ فیاضی اور حشمت و دولت کا سب سے بڑھا ہوا نمونہ ہے۔

عربی مؤرخوں کا دعوےٰ ہے کہ "گذشتہ اور موجودہ زمانہ کوئی اسکی نظیر نہیں لا سکتا۔ ہماری محدود واقفیت میں اب تک کسی نے انکے اس فخریہ ادعا پر اعتراض کرنے کی جرأت نہیں کی ہے۔ یہ خوش قسمت لڑکی جس سے مامون کا نکاح ہوا۔ حسن بن سہل کی بیٹی تھی جو فضل کے مرنے پر وزیر اعظم مقرر ہوا تھا۔ اس لڑکی کا نام بوران تھا اور نہایت قابلہ اور تعلیمیافتہ تھی۔ مامون مع خاندان شاہی اور ارکان دولت و کل فوج وافسران ملکی و خدام حسن کا مہمان ہوا اور برابر ۱۹ دن تک اس عظیم الشان بارات کی ایسے فیاضانہ حوصلے سے مہمانداری کی کہ ادنےٰ سے ادنےٰ آدمی نے بھی چند دنوں کیلیے امیرانہ زندگی بسر کرلی۔ خاندان ہاشم وافسران فوج اور تمام عہدہ داران سلطنت پر مشک و عنبر کی ہزاروں گولیاں نثار کی گئیں جن پر کاغذ لپٹے ہوئے تھے اور ہر کاغذ پر نقد۔ لونڈی۔ غلام۔ املاک خلعت۔ اسپ۔ خاصہ جاگیر وغیرہ کی ایک خاص تعداد لکھی ہوئی تھی۔ نثار کی عام لوٹ میں یہ فیاضانہ حکم تھا۔ کہ جس کے حصہ میں جو گولی آئے اس میں جو کچھ لکھا ہو اسی وقت وکیل المخزن سے دلایا جائے۔ عام آدمیوں پر مشک و عنبر کی گولیاں اور درہم و دینار نثار کیے گئے۔ مامون کے لیے ایک نہایت مکلف فرش بچھایا گیا جو سونے کے تاروں سے

---

[1] مروج الذہب مسعودی ذکر خلافت قاہر باللہ عہ تاریخ میں بوران کا ترجمہ تفصیلاً مذکور ہے تذکرۃ الخواتین میں جو زمانہ حال کی ایک معمولی تالیف ہے۔ لکھا ہے کہ بورانی اسی بوران کی طرف منسوب ہے۔

Marfat.com

بنایا گیا تھا۔ اور گوہر و یاقوت سے مرصع تھا۔ مامون جب اس پر جلوہ فرما ہوا تو بیش قیمت موتی اس کے قدم پر نثار کئے گئے۔ جو زرین فرش پر بکھر کر نہایت دلآویز سماں دکھاتے تھے۔ مامون نے ابونواس کا یہ مشہور شعر پڑھا۔ اور کہا کہ " ابونواس نے جو لکھا گویا یہ سماں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر لکھا۔

کان صغری وکبری من فواقعها
حصباء در علی ارض من الذهب

جام شراب سے چھوٹے بڑے بلبلے ایسے معلوم ہوتے ہیں
کہ گویا سونے کی زمین پر موتیوں کے دانے ہیں۔

زفاف کی شب جب نوشہ اور دولہن ساتھ بیٹھے تو بوران کی دادی نے ہزار بیش بہا موتی دونوں پر نچھاور کئے۔ اس تقریب کے تمام مصارف کا تخمینہ پانچ کروڑ درہم کیا گیا ہے[1]

عرب کے مؤرخوں نے مامون کی سخاوت و دریا دلی کا ذکر۔ فخر اور جوش کے ساتھ کیا ہے۔ اور چونکہ مامون کے اصلی و عملی کارنامے اس قسم کی حیرت انگیز فیاضیوں سے معمور ہیں۔ ان کو ایشیائی عبارت آرائی کی ضرورت نہیں پڑی۔ ان صفات کے متعلق جسقدر مبالغہ کیا جا سکتا ہے۔ خوش قسمتی سے وہ مامون کے اصلی واقعات ہیں گبن صاحب لکھتے ہیں۔

مامون کی فیاضی کی تعریف اسکے ارکان دولت نے ضرور کی ہوگی جسنے

---

[1] اس شادی کا ذکر پوری تفصیل سے علامہ ابن خلدون نے مقدمۂ تاریخ میں کیا ہے۔ ابوالفداء ابن الاثیر ابن خلکان (ترجمہ بوران میں) اور دوسرے مورخوں نے بھی یہ حالات اجمالاً و تفصیلاً لکھے ہیں۔

Marfat.com

رکاب سے پاؤں نکالنے سے پیشتر ایک ضلع کی آمدنی کے چار خمس چوبیس لاکھ چار ہزار دینار تھے[1] دیدئے یہ ایک جزئی مثال ہے شعراء اور اہل فن کو ہزار دں لاکھوں درہم و دینار عطا کردینا مامون کا ایک معمولی کام تھا۔ محمد بن وہب کے ایک مدحیہ قصیدہ کے صلے میں حکم دیا کہ فی شعر ایکہزار دلائے جائیں۔ یہ کل پچاس شعر تھے۔ اور پچاس ہزار اسی وقت اسکو دلا دیئے گئے[2]

بوران کے نکاح میں ایک مفلس آدمی نے نمک اور اشنان کی دو تھیلیاں نذر بھیجیں اور خط لکھا کہ اگرچہ "ناداری ہمت کو دبا دیتی ہے۔ مگر میں نے یہ پسند نہ کیا کہ اہلِ کرم کی فہرست بند کردیجائے اور میرا نام اس میں نہ ہو۔ نمک کی برکت اور اشنان کی لطافت اسبات کیلئے کافی ہے کہ میں اسکو حضور کی نظر کیلیے انتخاب کروں" مامون نے حکم دیا کہ دونوں تھیلیاں اشرفیوں سے بھر کر اسکو واپس دیدی جائیں۔[3] اس قسم کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں اور ہم کو نئے تعلیمیافتہ نوجوانوں کیطرح جو ایشائی روایتوں کو عموماً بے اعتباری کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ -

واقعات سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ یہ ایک بڑی غلطی ہے کہ ہم آج موجودہ طرز سلطنت کو پچھلی ایشیائی حکومتوں کے اندازہ کرنے کا پیمانہ بنائیں۔

آجکل کے تعلیمیافتہ اس قسم کی روایتوں کو جو تاریخوں میں مذکور ہیں عموماً مبالغہ پر محمول کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ملکی اور فوجی مصارف سے بچکر اتنا روپیہ کہاں سے آسکتا ہے کہ ان میں بے انتہا فیاضیوں کے لیے کافی ہو لیکن یہی ان کے

[1] آجکل کے حساب سے ایک کروڑ صرف بیس ہزار روپے ہوئے [2] اغانی ترجمہ محمد بن وہب ۱۲
[3] تاریخ الخلفاء سیوطی۔ ۱۲

غلطی ہے کہ پچھلی ایشیائی سلطنتوں کے ملکی اور فوجی مصارف کو وہ آج پر قیاس کرتے ہیں حالانکہ اس وقت نہ اتنے مختلف صیغے اور عہدے تھے۔ نہ اتنی کثیر تنخواہیں۔ اسلیے خزانہ عامرہ کا بڑا حصہ ان فیاضیوں میں صرف ہوتا تھا جسکو آج ہم فضول اور لغو بتاتے ہیں۔ یہ باتیں ہمکو بعض عمدہ تاریخی نتائج کیطرف رہبری کرتی ہیں۔ ہم اس عبرت انگیز انقلاب کو حیرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ جو دوسری صدی میں اسلامی جانشینوں کے طریق حکومت میں ہوگیا۔ حضرت عمرؓ ایک بار ممبر پر کھڑے ہوئے اور لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ "سنو اور مانو" یہ صدا ابھی پوری رفتار طے نہیں کرچکی تھی کہ حاضرین میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور بلند لہجہ میں کہا۔ "لا سمع ولا طاعۃ" یعنی نہ سنیں گے اور نہ مانیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "آخر کیوں" اسنے کہا "ہمیں چادریں جو تمام مسلمانوں کو تقسیم کی گئی ہیں اس میں تمہارا حصہ ایک سے زیادہ نہ تھا مگر تمہارے جسم پر جو پیرہن ہے اور اسی چادر کو کاٹ کر بنایا گیا ہے یہ یقیناً ایک چادر سے زیادہ میں بنا ہوگا۔ تم کو اس ترجیح کا حق تھا" حضرت عمرؓ نے اپنے فرزند عبداللہؓ کے ذریعے سے اس اعتراض کا جواب دیا جنھوں نے کھڑے ہوکر یہ شہادت دی کہ "جسقدر کپڑا گھٹ گیا تھا وہ میں نے اپنے حصے کی چادر سے پورا کردیا" وہ شخص یہ کہہ کر بیٹھ گیا کہ "ہاں اب سنیں گے اور مانیں گے"۔[1]

اس کے ساتھ اب مامون کے عہد کا مقابلہ کرو کہ اسکے غیر معتدل اسرافات پر کروڑوں مسلمانوں میں سے ایک بھی نکتہ چینی کی جرأت نہیں کرسکتا۔ کل بیت المال (پبلک فنڈ) ایک شخص کے ہاتھ میں دیدیا گیا ہے اور وہ جسطرح چاہے اسپر آزادانہ تصرف کرسکتا ہے۔ اس قسم کے بے قاعدہ مصارف سے ہم یہ بات بآسانی سمجھ سکتے ہیں

[1] آثار الدول۔ امام رازی۔ ۱۲۰

کہ ملکی عہدے کم بھتے اور جس قدر بھتے ان کی تنخواہیں بیش قرار نہ تھیں۔

ہمارے ناظرین جنہوں نے مامون کو کبھی فقہ و حدیث کا تذکرہ کرتے دیکھا ہے کبھی اہل کمال کیساتھ اسکی عالمانہ بحثیں سنی ہیں نہایت تعجب سے دیکھیں گے کہ بزم عیش میں وہ رندانہ وضع سے بھی آتا ہے۔ بے تکلف اور رنگین طبع احباب جمع ہیں۔ پری پیکر نازنینوں کا جھرمٹ ہے دور شراب چل رہا ہے۔ ساز چھڑا جا رہا ہے۔ گل اندام کنیزیں نغمہ سرا ہیں یاران باصفا بدمست ہوتے جاتے ہیں۔[1] آغاز خلافت میں بیس برس تک مامون نغمہ و سرود سے بالکل محترز رہا۔ چند دنوں کے بعد شوق پیدا ہوا مگر اتنا ہی کہ احتیاط سے کبھی کبھی سن لیتا تھا۔ یہ حالت بھی چار برس تک قائم رہی۔ پھر تو الیسی چاٹ پڑ گئی کہ ایک دن ان صحبتوں کے بغیر بسر نہیں کر سکتا تھا لیکن اگر انصاف سے دیکھیے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ آزادی حوصلہ مندی۔ لطافت طبع جوش شباب۔ ہمیشہ زہد کی حکومت سے باغی رہتے آئے ہیں۔ مامون کی تخصیص نہیں اسوقت اسلامی سوسائٹیاں عموماً اس رنگ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ مسلمانوں کو اس عہد میں۔ امن۔ فراغ اطمینان زر و مال۔ سب کچھ میسر تھا۔ پھر کیا چیز تھی جو ان کو زندگی کے پرخطر مقاصد سے روک سکتی۔ ایک مذہب البتہ دراندازہو سکتا تھا۔ لیکن جدت پسند طبیعتیں اسکو بھی کھینچ تان کے اپنے ڈھب کا بنا لیتی تھیں۔ شراب کی جگہ نبیذ (کھجور کی تاڑی) موجود تھی جسکو عموماً عراق کے مذہبی پیشواؤں سے حلت کی سند مل چکی تھی۔

---

[1] علامہ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ میں نہایت سختی کے ساتھ مامون وغیرہ کی بادہ نوشی سے انکار کیا ہے لیکن تاریخی سند کوئی پیش نہ کر سکے۔ صرف حسن ظن پر تقریر کو طول دیا ہے۔ تاہم نبیذ کا پینا تسلیم کرتے ہیں۔ ابن خلدون کے تسلیم کرنیوالے مجاز ہیں کہ ہماری کتاب میں مامون کی نسبت جہاں شراب کا ذکر آئے وہاں بجائے شراب کے نبیذ پڑھیں۔

لونڈیوں کی عام اجازت نے عیاشی کے سب حوصلے پورے کر دیے تھے۔ نغمہ و سرود تو قابلیت علمی کے بڑے جزو سمجھے جاتے تھے۔

بنو امیہ اور عباسیہ میں ایک بھی خلیفہ ایسا نہیں گزرا جو اس فن شریف میں مناسب دستگاہ نہ رکھتا ہو۔ بڑے بڑے مذہبی علماء بھی اس چاٹ سے خالی نہ تھے حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز سے زاہد خشک بھی تو فن نغمہ میں بہت سے سروں کے موجد ہیں[1] مامون کے دربار میں مغنیوں کا ایک بڑا گروہ موجود تھا جنھوں نے علمی اصول و قواعد کے موافق موسیقی کو معراج کمال تک پہنچایا۔ اور جن میں سے مخارق۔ علویہ عمر بن بانہ عقید یحییٰ مکی۔ سوسن زلزل۔ زرزود۔ اس فن کے ارکان تسلیم کئے گئے ہیں لیکن اسحٰق موصلی کی شہرت مقبول کے آگے کسی کو فروغ نہ ہو سکا۔ اسحٰق کا باپ ابراہیم موسیقی کا ایک مشہور استاد تھا۔ اور ہارون الرشید نے دربار میں اپنی خدمت پر دس ہزار درہم ماہوار کا نوکر تھا۔ اسحٰق نے فن ادب۔ انساب۔ روایات۔ فقہ۔ نحو میں مجتہدانہ کمال پیدا کیا تھا۔ یہ عبرت کی جگہ ہے کہ موسیقی کے انتساب نے تمام معزز خطابوں سے محروم کر کے اسکو مغنی کا حقیر لقب دلایا جس کی شہرت کو وہ کسی طرح دبا نہ سکا۔ وہ اس لقب سے نہایت نفرت کرتا تھا۔ مگر قبول عام پر کس کا زور ہے۔ مامون کو بھی اس بات کا افسوس رہا کہ اسحٰق منصب قضا کے قابل تھا لیکن قوالی کی بدنامی نے اس بلند درجے پر پہنچنے نہ دیا۔ تاہم اسکی عظمت کا اتنا پاس تھا کہ دربار میں اسکو ندیموں کے زمرے میں جگہ ملتی تھی۔ اس سے زیادہ یہ امتیاز حاصل تھا کہ اس کو دربار میں فقہا

[1] صاحب آغانی نے جہاں خلفاء کی ایجادات موسیقی کا ذکر کیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا نام بھی لیا ہے۔

Marfat.com

کالباس پہن کر آنے کی اجازت تھی۔ اس پر بھی مانع نہ ہوا۔ اور مامون سے درخواست کی کہ دراعۂ اور سیاہ طیلسان پہن کر جمعہ کے دن مقصورہ[1] میں داخل ہو سکے۔ مامون نے مسکرا کر کہا کہ "اسحٰق" یہ نہیں۔ لیکن میں تمہاری درخواست لاکھ درہم پر خرید لیتا ہوں"۔ کہہ کر حکم دیا لاکھ درہم اس کے گھر پہنچا دیے جائیں۔

اسحٰق کا بیان ہے کہ تحصیل کے زمانہ میں مدتوں میرا یہ روزانہ معمول رہا کہ صبح تڑکے ہشیم کی خدمت میں پہنچکر حدیثیں سنیں۔ پھر کسائیؒ۔ یا فرا کے پاس جا کر قرآن کا سبق پڑھا۔ اس سے فارغ ہو کر زلزل سے عود۔ بجانے کی منشق کی پھر شہیدہ سے دو تین راگ سیکھے۔ سب سے آخر اصمعی اور ابو عبیدہ کی خدمت میں حاضر ہوا کچھ اشعار سنائے۔ کچھ ادب کے مسائل تحقیق کیے۔ شام کو گھر واپس آیا تو جو کچھ دن بھر سیکھا تھا سب پدر بزرگوار کو سنا دیا۔ اسی کا بیان ہے کہ میں نے ایک لاکھ درہم مختلف وقتوں میں زلزل کی نذر کیے۔ تب عود بجانا آیا۔ خلیفہ معتصم باللہ اکثر کہا کرتا تھا "اسحٰق جب گاتا ہے تو مجھے جوش مسرت میں یہ خیال آتا ہے کہ میری سلطنت میں کوئی نیک اضافہ ہو گیا"۔

اسحٰق نے موسیقی کے جو اصول و قواعد اپنی تصنیف میں لکھے ہیں وہ یونانی حکماء تحقیقات سے عموماً مطابق ہیں۔ حالانکہ یہ بات تاریخی شہادتوں سے ثابت ہو گئی ہے کہ اسکو نہ یونانی زبان آتی تھی اور نہ ان کتابوں کے ترجمے اس کی نگاہ سے گزرے تھے۔ اس بات پر تمام اہلِ فن کو حیرت ہے اور حق یہ ہے کہ فن کی

---

[1] جامع مسجد میں جہاں بادشاہ نماز ادا کرتا تھا۔ وہ ایک کٹگرہ ہوتا تھا۔ اس کو عربی میں مقصورہ کہتے ہیں۔ ۱۲۔

تدوین اور ترتیب میں اسنے فیثا غورث سے کچھ کم کام نہیں کیا۔[1]

ان مغنیوں کے سوا ایک طائفہ تھا جس سے مامون کے جلسوں کی زیب و زینت تھی۔ روم۔ ایشیائے کوچک کی گل اندام نازنین جو لڑائی کی لوٹ میں پکڑ آتی دلال ان کو سستے داموں خرید لیتے تھے اور موسیقی۔ شاعری۔ ایام العرب۔ ادب خوشنویسی۔ ظرافت۔ حاضر جوابی کی تعلیم دیجاتی تھی۔ ان فنون میں کامل ہو کر وہ نہایت گراں قیمتوں میں بازار میں بکتی تھیں۔ مامون کے شبستان عیش میں ان ... حوروشوں کا ایک بڑا جھرمٹ رہتا تھا جن کی خریداری اور تربیت نے خزانہ عامرہ کو اکثر زیر بار کر دیا تھا۔ ایک بار ایک لونڈی بکنے آئی جس کے فضل و کمال۔ فصاحت ادبیت۔ سخن سنجی کی قیمت بیچنے والے نے دو ہزار دینار طلب کی۔ مامون نے کہا میں ایک شعر پڑھتا ہوں۔ اگر یہ فی البدیہ اس کے جواب میں دوسرا شعر کہے تو اصل قیمت سے کچھ زیادہ دیتا ہوں۔ شعر یہ ہے۔

ماذا تقولین فیمن شفہ ارق،
من جهد حبك حتى صار حيرانا

کنیز نے برجستہ پڑھا۔

اذا وجدنا محبا قد اضربہ
داء الصبابة اولناہ احسانا

عریب ایک کنیز جو ہر علم و فن میں یکتائے روزگار تھی اور لاکھ درہم اسکی خریداری میں صرف کیے گئے تھے۔ مامون کی محبوبہ خاص تھی۔ اس نے ہزار راگ ایجاد کیے

---

[1] اسحٰق وابراہیم کا نہایت مفصل تذکرہ اغانی میں ملے گا۔

Marfat.com

تھے۔ جن میں سے بعض کا تتبع اسحاق بھی بمشکل کر سکتا تھا۔ عریب کی قابلیت اور کمالات کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ خلیفہ المعتز باللہ عباسی نے جو فن بدیع کا موجد اور عرب کے شعرا کا خاتم ہے، عریب کے حالات میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ ایک بار عریب نے مامون سے رنجیدہ ہو کر ملنا چھوڑ دیا۔ قاضی احمد بن ابی داؤد سے مامون نے التجا کی کہ آپ بیچ میں پڑ کر صلح کرا دیجئے۔ عریب نے سنا تو وہ پردہ سے بول اٹھی کہ

تخلط الھجر بالوصال ولا یدخل فی الصلح بیننا احد

یعنی "وصال میں ہم ہجر کو ملا دیتے ہیں لیکن صلح کرانے کے لیے ہمارے بیچ میں کوئی غیر شخص نہیں پڑ سکتا"۔ مامون کی ایک دوسری کنیز جس کا نام بذل تھا فن موسیقی کے مشہور استادوں میں تسلیم کی گئی ہے۔ علی بن ہشیم نے اس کی ایک تصنیف کا جو سات ہزار راگوں پر مشتمل ہے دس ہزار درہم صلہ دیا۔ علامہ ابوالفرج اصفہانی نے عریب و بذل کے دلآویز حالات کیلئے اپنی بے نظیر کتاب الاغانی کے بیسیوں صفحے نذر کیے ہیں۔ رنگین طبع ناظرین کو اگر زیادہ دلچسپی ہو تو اسکے صفحے پیش نظر رکھیں۔ اس عہد میں تعلیم یافتہ کنیزیں عموماً امراء و خوشحال لوگوں کے حرم میں داخل تھیں اور چونکہ ان کے حقوق اور معاشرت عملی طور سے ہر خاندان میں اصلی ازواج کے برابر بلکہ بڑھ کر تھے۔ اسلئے عورتوں کی تعلیم اور آزادی کا مسئلہ بہت کچھ ان کی بدولت حل ہو گیا تھا۔

مامون کے عیش و طرب کے جلسوں میں گو عیاشانہ رنگینی پائی جاتی ہے مگر انصاف یہ ہے کہ یہ جلسے علمی مذاق سے بالکل خالی بھی نہ تھے۔ اس قسم کے جلسے جو شاعرانہ جذبات کو پورے جوش کے ساتھ ابھار دیتے ہیں اگر متانت و تہذیب

کے ساتھ ہوں تو لٹریچر پر نہایت وسیع اور عمدہ اثر پیدا کرتے ہیں۔ اگر مامون خود سخن سنج اور موسیقی کا بڑا ماہر تھا تو یاران مجلس بھی عموماً نازک خیال اور نکتہ شناس تھے۔ بات بات پر شاعرانہ لطیفے ایجاد ہوتے۔ کبھی موسیقی کی بحث چھڑ جاتی۔ کسی وقت مامون کے فی البدیہ مصرعوں۔ یا شعروں پر شعراء کی طبع آزمائیوں کا امتحان ہوتا۔ ایک دن بزم عیش آراستہ تھی۔ بادہ وجام کا دور تھا۔ بیس عیسائی کنیزیں دیبائے رومی کے لباس پہنے۔ گردنوں میں سونے کی صلیبیں۔ کمر میں زریں زنار ہاتھوں میں گلدستے لئے ہوئے بزم میں جلوہ آرا تھیں یہ سماں ایسا نہ تھا۔ کہ مامون دل پر قابو رکھ سکتا بیساختہ چند اشعار زبان سے نکلے اور احمد بن صدقہ ایک مغنی کو بلا کر ان شعروں کے گانے کی فرمائش کی۔ احمد کی نغمہ سرائی کیسا تھ کنیزیں ناچنے کھڑی ہوگئیں۔ انکی مخمور آنکھیں اور جام شراب مامون کے بدمست کرنے میں یکساں کام دے رہے تھے۔ وہ بالکل سرشار ہوگیا اور حکم دیا کہ ان نازنینوں کے قدم پر تیس ہزار اشرفیاں نثار کیجاویں۔ مامون کا چچا ابراہیم جسکے ادعائے خلافت کا حال پہلے گذر چکا ہے اور جو موسیقی کا بڑا استاد اور اس فن میں اسحٰق موصلی کی ہمسری کا دعویٰ رکھتا تھا ایک دن بزم عیش میں حاضر تھا مامون کے دائیں بائیں بیس حور وش کنیزیں ایک سر میں عود چھیڑ رہی تھیں اسحٰق بھی حاضر ہوا۔ اور آنے کے ساتھ ٹھٹک سا گیا (مامون) کیوں اسحٰق! کوئی بے اصول آواز کان میں آرہی ہے؟ (اسحٰق) حضور ہاں (مامون ابراہیم کی طرف مخاطب ہوکر) تم اس سوال کا جواب کیا دیتے ہو۔ (ابراہیم) نہیں۔ مامون نے اسحٰق کیطرف دیکھا۔ اسنے کہا۔ اب میں یہ تعین بتا دیتا ہوں کہ اس صف میں کسی تار پر غلط مضراب پڑ رہا ہے"۔ ابراہیم نے اسطرف کان لگا کر سنا مگر کچھ تمیز نہ ہوئی اسحٰق نے ایک خاص کنیز کی طرف اشارہ کیا کہ وہ تنہا بجائے اور سب ہاتھ روک لیں ابراہیم سمجھ گیا اور اپنی

Marfat.com

ناواقفیت پر نادم ہوا۔ مامون نے کہا۔" ابراہیم۔ اسی نادروں کی یکساں اور مشتبہ گونج میں ایک غلط صدا جس کے کان میں کھٹک جائے اور اسکو یہ تعین بتادے تم اس ہمسری کا کیونکر دعویٰ کر سکتے ہو" شاید یہ پہلا دن تھا کہ ابراہیم نے صریح لفظوں میں اسحٰق کی فضیلت کو تسلیم کرلیا۔ ایک دن تھا کہ ابراہیم نے مامون کی دعوت کی۔ مکان جو دعوت کے لیے سجایا گیا تھا اسکی چھت میں جابجا روشندانوں میں شیشے لگے تھے۔ مجلس میں احمد یزیدی اور سیما ترکی بھی موجود تھا یہ معتصم کا پیارا غلام اور حسن و جمال میں یگانۂ روزگار تھا۔ آفتاب کا عکس شیشوں سے ہوکر سیما کے چہرے پر پڑا تو عجیب کیفیت پیدا ہوئی۔ مامون بے ساختہ پکار اٹھا کہ" دیکھنا آفتاب کا عکس سیما کے چہرے پر پڑ کر کیا سماں دکھلا رہا ہے۔ پھر ایک شعر پڑھا کہ اسی وقت موزوں ہوا تھا۔ پہلا مصرعہ یہ ہے۔ قد طلعت شمس علی شمسٍ" یعنی آفتاب پر آفتاب چمک رہا ہے" اگرچہ یہ ایک برجستہ لطیفہ تھا تاہم معتصم کو رشک ہوا۔ مامون نے تسکین کر دی کہ رقابت مقصود نہیں۔ صرف یہ ایک فوری اثر کا اظہار تھا۔

مامون کا مذہب

مامون مذہب کے لحاظ سے اس شعر کا مصداق ہے ؎

کس کی ملت میں گنوں آپ کو بتلا اے شیخ
تو کہے گبر مجھے گبر مسلمان مجھکو !

سنی مؤرخ اس کے محاسن و فضائل کا علانیہ اعتراف کرکے بڑی حسرت سے لکھتے ہیں کہ" افسوس شیعی تھا" شیعہ سخت ناراض ہیں کہ اسکا تشیع بالکل فریب

Marfat.com

تھا جسکے ذریعہ سے اسنے حضرت علی رضا علیہ السلام پر قابو حاصل کیا اور پھر زہر دلوا دیا معتزلہ کی تاریخیں موجود نہیں ورنہ دیکھنا یہ تھا کہ اس مقدس فرقہ نے اس کو کس لقب سے یاد کیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ مامون کے زمانہ تک ان فرقوں میں وہ حد فاصل نہیں قائم ہوئی تھی۔ جواب ہے۔ سنی ۔ شیعہ۔ معتزلہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ سنیوں کے بڑے بڑے پیشوائے مذہبی (امام بخاری وغیرہ) شیعوں سے حدیثیں روایت کرتے تھے۔

بزرگان سلف میں بیشتر ایسے گذرے ہیں کہ اگر ان کے مجموعہ عقائد کا شیرازہ کھولدیا جائے تو شیعہ۔ سنی ۔ معتزلی ۔ مذہب ہر ایک کے ہاتھ میں اس کا کچھ حصہ آئے گا۔ عقائد کے لحاظ سے مامون معجون مرکب تھا۔ قرآن کے حادث ہونے کا قائل تھا۔ عام منادی کرادی تھی کہ جو شخص امیر معاویہ کو اچھا کہے وہ دائرہ اطاعت سے باہر ہے۔ حضرت علیؓ کو تمام صحابہ سے افضل سمجھتا تھا۔ لیکن اور خلفاء سے بھی بد اعتقاد نہ تھا۔ اس نے ایک نظم میں حضرت عثمانؓ اور حضرت عائشہؓ کی نسبت بھی اپنا رخ اعتقاد ظاہر کیا ہے۔ اس کے یہ خیالات جن کو اب مذہبی اعتقادات کا لقب دیا جاتا ہے۔ مختلف زبانوں کی تعلیم و معاشرت کے نتائج تھے۔ خاندان برامکہ کی صحبت نے جو اسکی ابتدائی تعلیم و تربیت کے راہنما تھے۔ اس کو شیعہ پن کے خیالات سکھائے ۔ بڑا ہوا تو بھی یہی صورت رہی ۔ فضل بن سہل جو پایۂ تخت کے وزیر اور حکومت کے ارکان اعظم تھے۔ مامون پر ایسے محیط تھے کہ وہ انھیں کی آنکھوں سے دیکھتا تھا اور انہیں کے کانوں سے سنتا تھا۔ یہ دونوں شیعے تھے اور ان کے اقتدار نے کل دربار پر اپنا

Marfat.com

رنگ جمایا تھا۔ آخیر میں معتزلی اپنے فضل و کمال کی وجہ سے باریاب ہوئے۔ مامون کی قابل طبیعت نے ان کے عقائد کو بھی خیر مقدم کہا۔ اس دو طرفہ کشمکش میں سنیت کا جسقدر حصتہ باقی رہ گیا وہ صرف خاندان کا قدرتی اثر تھا۔ مامون کے دربار میں ہندو۔ عیسائی۔ یہودی۔ مجوسی۔ ہر ایک مذہب کے عالم اور فاضل تھے۔ وہ سب سے نہایت فیاضانہ مراعات رکھتا تھا اور کسی کے عقائد اور مذہبی خیالات سے اس کو بحث نہ تھی۔ لیکن تعجب اور افسوس ہے کہ اسکے ہم مذہبوں کو ہمیشہ اس کے تعصبات سے گزند پہنچا تھا۔ شیعہ پن کے جوش میں ایک بار منادی کرادی کہ متعہ عموماً جائز سمجھا جاوے۔ اگر یہ حکم دافعی رائے کی صورت میں ہوتا تو شاید کسی کو خیال بھی نہ ہوتا۔ لیکن ایک عام منادی فرمان شاہی کے ہمزبان تھی اور اگر قاضی یحیٰی کے منطقی استدلال سے مامون عاجز نہ آجاتا تو شاید سنیوں کی قسمت بدل گئی ہوتی۔ مامون اسوقت دمشق میں تھا۔ دربار کے تمام علماء بھی ساتھ تھے۔ اس وحشت انگیز منادی نے گو تمام شہر کو برہم کر دیا۔ لیکن حکومت کی آواز کو کون دبا سکتا تھا۔ جو لوگ مامون کے مزاجدان تھے۔ سمجھ چکے تھے کہ اس پر خطر موقع پر اگر کوئی شخص اپنی جرأت کا امتحان لے سکتا ہے تو وہ صرف قاضی یحیٰی ہیں۔ درباریوں میں سے دو شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ پہلے سے تیار بیٹھے تھے۔ ان لوگوں سے کہا کہ دربار میں چلیے۔ میں بھی ذرا دیر میں آتا ہوں۔ یہ عام لوگ پہنچے تو مامون حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول پڑھ رہا تھا۔ دونوں متعے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں تھے۔ میں ان کو

Marfat.com

حرام کرتا ہوں۔" ہر لفظ پر اس کا چہرہ غصّہ سے متغیر ہو جاتا تھا۔ اور جب ایک پر غیظ لہجہ میں یہ روایت ختم کر چکا تو نہایت طیش میں آکر کہا اے جعل۔ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جائز تھی۔ تو کون ہے کہ اس کو حرام کرے۔" مامون کو اسطرح برافروختہ دیکھ کر سب سہم گئے۔ اتنے میں قاضی یحییٰ پہنچے اور گو خود کچھ نہیں کہا لیکن ان کا مغموم چہرہ۔ ان کے دلی خیالات کو صاف ادا کر رہا تھا۔ مامون نے ان کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ کیوں آپ کا چہرہ کیوں متغیر ہے۔؟

(قاضی یحییٰ) اسلام میں ایک نیا رخنہ پڑا۔

(مامون) وہ کیا؟

(قاضی یحییٰ) زنا حلال کر دیا گیا۔

(مامون) یہ کیونکر؟

(قاضی یحییٰ) متعہ زنا ہی تو ہے۔

(مامون) کس دلیل سے؟

(قاضی یحییٰ) قرآن مجید کی اس آیت میں اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِھِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ۔ صرف دو قسم کی عورتوں سے متع جائز کیا گیا ہے۔ جورو۔ لونڈی۔ کیا۔ ممتوعہ عورت لونڈی ہے۔؟

(مامون) نہیں۔

(قاضی یحییٰ) پھر کیا زوجہ شرعی ہے! کیا اس کو میراث مل سکتی ہے؟"

قاضی یحییٰ نے ایک حدیث بھی متعہ کی حرمت میں پڑھی۔ مامون کو اپنی

خودرائی پر نہایت افسوس ہوا اور اسی وقت حکم دیا کہ پہلا حکم منسوخ کر دیا گیا۔[لہ]
مامون اس بات میں بے شبہ نہایت تعریف کا مستحق ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کی فلسفیانہ تعلیم و خیالات کے ساتھ مذہبی عقائد میں نہایت راسخ الاعتقاد تھا۔ فرائض اور اعمال کا سخت پابند تھا پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ اسکو جو سچی ارادت تھی عاشقانہ وارفتگی کی حد میں پہنچ گئی تھی۔ شام کے سفر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک ملا تو آنکھوں سے لگایا اور جوش محبت کی ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی بار بار آنکھوں سے لگاتا تھا اور روتا جاتا تھا۔ مذہبی جوش ایک بڑی طاقت ہے اور ہمیشہ دنیا میں اس سے عجیب عجیب اثر ظاہر ہوئے ہیں مگر افسوس ہے کہ مامون نے اس قوت سے کوئی عمدہ کام نہیں لیا بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ جس چیز نے اسکی تمام خوبیاں غارت کر دیں وہ یہی مذہبی جنون تھا۔ فلسفہ کے اثر نے اسکو چند عقائد میں معتزل المذہب بنا دیا تھا جس میں سے قرآن کے حادث ہونے کا مسئلہ اس رسوخ کے ساتھ اسکے دل میں بیٹھ گیا کہ اس کے نزدیک اس مسئلہ سے انکار کرنا گویا اصل توحید سے انکار کرنا تھا۔
۲۱۸ھ کو جب وہ شام کے اضلاع میں مقیم تھا تو اسحٰق خزاعی گورنر بغداد کو ایک فرمان بھیجا جس کا مختصراً مضمون یہ تھا۔
"امیر المومنین کو معلوم ہوا ہے کہ عموماً تمام مسلمان جو شریعت کی باریکیوں کو نہیں سمجھ سکتے قرآن کے قدم کے قائل ہیں۔ حالانکہ خود قرآن

لہ دیکھو تاریخ ابن خلکان۔ حالات قاضی یحییٰ ابن اکثم۔

Marfat.com

کی متعدد آیتوں سے اس کے خلاف ثابت ہے۔ یہ لوگ بدترین امم اور ابلیس کی زبان ہیں۔ بغداد کے تمام قاضیوں کو جمع کر کے یہ فرمان سنا دیا جائے اور جس کو انکار ہو وہ ساقط العدالت مشہور کر دیا جائے۔"

مامون کو اس پر بھی تسلی نہیں ہوئی۔ سات بڑے بڑے عالموں کو جو مذہباً بہت بڑا اقتدار رکھتے تھے اپنے پاس طلب کیا اور روبرو گفتگو کی۔ یہ سب لوگ اس مسئلہ میں مامون کے خلاف تھے مگر تلوار کے ڈر سے وہ کہہ آئے جو ان کا دل نہیں کہتا تھا۔ جب یہ لوگ بھی مامون کے ہمزبان بن گئے تو اس نے اسحٰق کے نام ایک دوسرا فرمان بھیجا کہ ممالک اسلامیہ کے تمام علماء اور مذہبی پیشواؤں کا اظہار لیا جائے۔ اس حکم کی پوری پوری تعمیل ہوئی اور سب کے اظہار ان کے خاص الفاظ میں قلمبند ہو کر مامون کے پاس بھیج دیئے گئے۔ اس کے جواب میں مامون نے جو کچھ لکھا وہ اس کے جنون مذہبی کا ہذیان تھا۔ تمام محدثین اور فقہا میں سے ایک بھی نہیں بچا جس پر رشوت۔ چوری۔ دروغ گوئی۔ بے علمی۔ حماقت شعاری کا الزام نہیں لگایا تھا۔ فرمان میں یہ چنگیزی حکم بھی تھا کہ جو لوگ اس عقیدے سے باز نہ آئیں پابزنجیر روانہ کیے جائیں۔ تاکہ میں خود اپنے سامنے اتمام حجت کر کے ان کی موت و حیات کا فیصلہ کر دوں۔"

اسحٰق نے یہ فرمان مجمع عام میں پڑھ کر سنایا جس کی ہیبت نے بڑے بڑے ثابت قدموں کے عزم کو متزلزل کر دیا اور سب کے سب سچائی اور آزادی کو خیر باد کہہ کر مامون کے ہمزبان ہو گئے۔ علامہ قواریری

Marfat.com

وسجادۃ البتہ کسی قدر مستقل رہے۔ مگر جب پاؤں میں بیڑیاں ڈالدی گئیں اور ایک رات اسی سختی میں گذری تو ثابت ہو گیا کہ ان لوگوں کو اپنے عزم و استقلال کی نسبت جو حسن ظن تھا وہ صحیح نہ تھا۔ صرف امام حنبل و محمد بن نوح۔ اس معرکہ میں ثابت قدم رہے جس کے صلے میں پا بزنجیر ہو کر طرطوس روانہ کیے گئے۔

مامون کو پھر معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے اس مسئلہ کو تسلیم کر لیا تھا تقیہ کیا تھا وہ نہایت برافروختہ ہوا اور ان لوگوں کی نسبت حکم دیا کہ آستانہ دولت پر حاضر ہوں۔ ایک جم غفیر جس میں ابوحسان زیادی۔ نضر بن شمیل۔ قواریری۔ ابو نصر۔ تمار۔ علی بن مقاتل۔ بشر بن الولید وغیرہ شامل تھے۔ پولیس کی حراست میں شام کو روانہ کیا گیا۔ یہ لوگ رقہ تک پہنچ چکے تھے کہ مامون کے مرنے کی خبر آئی جسکا اثر عام مسلمانوں پر جو کچھ ہوا ہو۔ لیکن ان بیکسوں کے لیے گویا ایک نہایت جانفزا مژدہ تھا۔

تمام خلفائے بنی العباس کے برخلاف مامون آلِ علیؑ سے نہایت محبت رکھتا تھا۔ باغ فدک سادات کو واپس دیدیا تھا۔ آلِ ہاشم کو بڑے بڑے ملکی عہدے عموماً دئے۔ ان عزیزانہ مراعات کو خاندان عباس رشک کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ یحییٰ بن حسین نے (علویین میں تھے) جب انتقال کیا تو مامون کو ان کے مرنے کا ایسا صدمہ ہوا کہ شاید کبھی نہ ہوا تھا۔ خود ان کے جنازے پر حاضر ہوا اور دیر تک رنج و غم کی وہ حالت اس پر طاری رہی کہ لوگ دیکھ کر تعجب کرتے تھے۔ اس واقعہ کے تھوڑے دنوں بعد زینب خاتون کا (جو تمام

Marfat.com

خاندان عباس میں نہایت محترم تھیں) ایک عزیز فرزند مر گیا۔ مامون نے بجائے اس کے کہ جنازہ میں شریک ہوتا یا خود تعزیت کو جاتا۔ صالح کو اپنی طرف سے بھیجا کہ عذر خواہی کے ساتھ ماتم پرسی کرائے۔ اس لاپرواہی نے زینب خاتون کو اسقدر رنج دیا کہ ان کو عظمت خلافت کا بالکل خیال نہ رہا اور مامون کیطرف اشارہ کرکے یہ شعر پڑھا[1]

سبکناہ ونحسبہ لجینا
فابدی الکیر عن خبث الحدید

ترجمہ:۔ "ہم نے اسکو تایا تو چاندی خیال کیا تھا لیکن بھٹی نے ظاہر کر دیا کہ زنگ آلود لوہا ہے۔"

پھر صالح سے کہا کہ مامون سے جا کر کہنا۔

اے[2] مراجل کے لونڈے۔ اگر آج یحیٰی بن الحسین ہوتا تو منہ پر دامن رکھ کر جنازہ کے پیچھے دوڑتا جاتا۔[3]

یہ عجیب بات ہے کہ مامون کی اس بیاضانہ مراعات کو ہمارے مؤرخین شیعہ پن کا اثر خیال کرتے ہیں۔ مامون کو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہایت پرجوش اور محبت آمیز عقیدت تھی۔ اس کا لازمی اثر تھا کہ خاندان نبوت کے ساتھ بھی اسکو دلی اخلاص ہو۔ اس مراعات کا ایک اور سبب تھا۔ جسکو خود مامون نے ایک موقع پر بیان کیا ہے۔ اس نے کہا کہ:۔

---

[1] یہ تمام واقعات کامل بن الاثیر اور تاریخ الخلفاء میں زیادہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔

[2] یہ مامون کے کنیز زادہ ہونے کی طرف اشارہ ہے [3] کامل بن الاثیر ذکر سیرت مامون ۱۲

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانِ خلافت میں ایک بنی ہاشم کو بھی کوئی ملکی عہدہ نہیں دیا۔ عمر رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اس خاندان کے ساتھ کچھ نباہنی نہ کی۔ لیکن علی مرتضیٰ جب خلیفہ ہوئے تو عبداللہ بن عباس کو بصرہ۔ عبیداللہ کو یمن۔ معبد کو مکہ۔ قثم کو بحرین کی حکومت دی اور آلِ عباس میں کوئی باقی نہیں رہا جس کو حکومت میں کچھ حصہ نہ ملا ہو۔ ہمارے خاندان پر یہ قرض باقی چلا آتا تھا جس کو اب میں نے ادا کیا ہے [1]

معاصر سلطنتیں

ہم مختصر طور پر بتانا چاہتے ہیں کہ جس زمانہ میں مامون دنیا کے بڑے بڑے حصوں پر نہایت عظمت وجلال کے ساتھ حکمرانی کر رہا تھا۔ اسوقت اسکی معاصر سلطنتیں ترقی کے کس پایہ پر تھیں۔

انگلینڈ کا تنگ رقبہ سات چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں منقسم تھا جن کے نام یہ ہیں۔ کینٹ۔ سسکس۔ ویسکس۔ نادمبرلینڈ۔ مرشیا۔ ایسٹ انگلیا۔[2] یہ سب بادشاہ جن کو رئیس کہنا چاہیے آپس میں لڑتے رہتے تھے اور جو شخص ان میں کسی قدر غلبہ حاصل کر لیتا تھا۔ اس کو بادشاہ انگلش کا پُر فخر لقب ملتا تھا۔

---

[1] تاریخ الخلفاء سیوطی۔

[2] ان ناموں کا صحیح تلفظ انگریزی میں یہ ہے۔

(1) KONT. (2) SUSSEX. (3) WESSOX (4) ESSEX.

(5) NORTHEMBERLAND. (6) MERCIA. (7) EST ARC-LLA.

Marfat.com

۸۲۷ء میں اگبرٹ (EGBERT) بادشاہ وسیکس اپنے تمام حریفوں پر غالب ہوگیا۔ اور قریباً تمام انگلینڈ میں اس کی تمام فتوحات پھیل گئیں۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ اپنے فتوحات کی بنیاد مستحکم کرسکے ڈینس (DANES) کا حملہ شروع ہوگیا۔ اگبرٹ نے ۸۳۶ء میں انتقال کیا۔ جرمن۔ اٹلی۔ ہنگری الیی چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں جن کے لیے سلطنت کا لقب نہ تہذیب و شائستگی کے لحاظ سے موزوں تھا نہ جمعیت و طاقت کے اعتبار سے شارلمین شاہنشاہ فرانس نے ۸۰۰ء میں ان ریاستوں کو فتح کامل حاصل کرنے کے بعد اپنی حدود حکومت میں داخل کرلیا اور ایک سلطنت اعظم کی بنیاد قائم کی۔ یورپ کے بعد مورخوں نے اس کی عظمت و شان کا اعتراف کیا اور لکھا ہے کہ اس نے اپنے معاصر ہارون الرشید اعظم سے دوستانہ راہ و رسم پیدا کی اور سفارت وہدایا بھیجے۔ فرانس کے مورخوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس سفارت کے جواب میں ہارون الرشید نے جو شاہانہ تحفے بھیجے اس میں ایک گھڑی بھی تھی[1] جس کی کمال صنعت پر تمام دربار حیرت زدہ ہوگیا اور فرانس میں گھڑی کا رواج اسی زمانے سے شروع ہوا۔ عربی تاریخوں میں اس سفارت کا بالکل ذکر نہیں ہے اور اس وجہ سے مسٹر پامر صاحب کا خیال ہے کہ مسلمانوں کی سلطنت چونکہ اسوقت نہایت عروج پر تھی اسلئے اس سے فخریہ رابطہ قائم رکھنے کے لیے یورپ میں یہ قصے خود ایجاد ہوگئے[2] شارلمین ۸۱۴ء میں انتقال کرگیا۔ اسی کے ساتھ عظمت

[1] اس گھڑی کا حال کشف الحجاب عن فتوح الادبا میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے تعجب ہے کہ پہلی ایجاد آجکل کی نہایت اعلیٰ ترقسم کی صنعت کے برابر تھی۔ [2] تاریخ ہارون الرشید مصنفہ پامر صاحب مطبوعہ لندن صفحہ ۲۲۰

سلطنت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

قسطنطنیہ میں میکل اول و میکل دوم و یٹوفلس پسر میکل دوم۔ مامون کے معاصر تھے۔ یہ خاندان اکثر دولت عباسیہ کو خراج کے طور پر کسی قدر سالانہ رقم ادا کیا کرتا تھا۔ بعض تخت نشینوں نے کبھی کبھی سرتابی کی مگر عباسیوں نے اپنی قاہرہ فتوحات سے ان کو بتا دیا کہ ان کے حق صلح بہر حال جنگ سے زیادہ مفید ہے۔ ناظرین کو چاہیے کہ اس موقع پر مامون کی فتوحات پر ایک بار اور نظر ڈالیں۔

غرض دنیا میں اس وقت جتنی سلطنتیں موجود تھیں۔ سلطنت عباسیہ سے کچھ نسبت نہیں رکھتی تھیں لیکن خاندان بنی امیہ جو اسپین میں فرمانروا تھا عباسیہ کا حریف مقابل تھا۔ حکم بن ہشام جو ۱۸۱ھ میں تخت نشین ہوا اور عبدالرحمٰن اوسط جو ۲۰۶ھ میں تخت حکومت پر بیٹھا یہ دونوں اموی خلیفہ مامون کے معاصر تھے۔

اور اگر وسعت سلطنت کے اعتبار سے نہیں تو فتوحات یورپ کے لحاظ سے وہ صحیح طور پر مامون کی ہمسری کا دعویٰ کر سکتے تھے۔ حکم نے فوج کو بہت ترقی دی۔ اور علم کی نہایت قدر دانی کے ساتھ سرپرستی کی۔ عبدالرحمٰن اوسط نے یورپ پر بہت سی فتوحات حاصل کیں۔ اسپین میں بے شمار مسجدیں بنوائیں۔ خلفائے بنی اُمیہ میں وہ پہلا تخت نشین ہے جس نے سلطنت کے اصول اور قواعد منضبط کیے۔

اراکینِ دربار اور ملکی عہدے

ہر سلطنت میں بعض اہلِ دربار اور عہدہ داران ملک اپنے زور لیاقت اور حسن تدبیر سے ایسا اقتدار حاصل کر لیتے ہیں کہ ان کے کارنامے سلطنت کی تاریخ

Marfat.com

کا ایک ضروری حصہ بن جاتے ہیں اور اس لیے ان کے عام حالات زندگی پر بھی ایک اجمالی نگاہ ڈالنا مورخین کا فرض ہو جاتا ہے اس کے علاوہ ایک بڑا سبب ہے جس کی وجہ سے ہم درباریوں اور عہدہ داروں کا مختصر طور پر تذکرہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

خلفائے راشدین کے بعد مسلمانوں میں شخصی حکومت شروع ہو گئی جس کی بنیاد امیر معاویہ نے ڈالی تھی۔ اسوقت سے آج تک جہاں جہاں اسلامی حکومت قائم ہوئی شخصی اختیارات کے اصول پر قائم ہوئی۔ جس کا ایک لازمی خاصہ یہ تھا کہ فرمانروائے مملکت کسی عام ملکی قانون کا پابند نہیں ہوتا تھا کہ شریعت کے مسلمہ اصول بھی ہمیشہ اسکی ذاتی خواہشوں کے سانچے میں ڈھالے جاتے تھے۔ اسی طرح اس کے نائبان سلطنت اور عمال اپنے اپنے اختیارات کی حدود تک گویا خودمختار فرمانروا ہوتے تھے اسلئے ہم کو اگر کسی عہد کے امن و انصاف کی نسبت کوئی رائے قائم کرنی ہو تو ضرور ہے کہ سلطان وقت اور عہدہ داران سلطنت کی ذاتی رائے لیاقت اور طریق عمل پر بھی نگاہ ڈالیں۔ مامون کے عمالوں اور عہدہ داروں کے حالات لکھنے سے پہلے مختصر طور پر ہم عہدوں کے تعین اور ان کے فرائض لکھتے ہیں۔

اس وقت بڑے بڑے ملکی عہدے جن پر سلطنت کی بنیاد قائم تھی یہ تھے

وزارت

کتابت

شرطہ (پولیس)

Marfat.com

قضا۔

عدالت۔

ولایت۔

وزارت :۔ یہ سب سے بڑا منصب تھا اور حق یہ ہے کہ عملی طور سے وزیر اعظم کے اختیارات۔ بادشاہ کے اختیارات سے زیادہ وسیع اور باا‌ثر ہوتے تھے۔

وزارت کے مختلف درجے ہوتے تھے اور ہر صیغہ کے وزیر الگ الگ مقرر تھے۔ مثلاً وزیر القلم۔ وزیر الحرب۔ وزیر الخراج۔ ان سب سے بالاتر وزارت اعظم کا منصب تھا جو ذوالریاستین یعنی وزیر الحرب و القلم کے معزز مخطاب سے مخاطب ہوتا تھا۔ اسی رعایت سے اسکا امتیازی پھریرہ جس نیزے پر آویزاں ہوتا تھا اس کے دو پھل ہوتے تھے۔

کتابت :۔ کاتب کا رتبہ عظمت اور رسوخ کے اعتبار سے قریباً وزیر کے رتبہ کے ہم پلہ تھا۔ وہ تمام فرامین۔ احکام۔ توقیعات سلطنتہائے غیر کے معاہدے اپنی خاص عبارت میں لکھتا تھا جن پر وہ اپنے دستخط مثبت کرتا تھا اور دونوں کناروں پر سرخ روشنائی سے مہر لگاتا تھا۔ اس کے علاوہ ان تمام عرضیوں پر جو ہر روز ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگ مختلف مقاصد کے لیے بادشاہ کی خدمت میں بالذات یا بواسطے گذارتے تھے۔ بادشاہ کی ہدایت سے نہایت مختصر اور بلیغ عبارت میں مناسب احکام لکھتا تھا۔ اس میں اس قدر کمال بہم پہنچایا گیا تھا کہ جعفر برمکی کی عام توقیعات بازار میں

Marfat.com

ایک ایک اشرفی کو بکتی تھی اور فن الانشاء کے شائق بڑے شوق سے مول لیتے تھے۔

قضاۃ۔ قاضی جس کو جج و جسٹس کہا جا سکتا ہے اس کو فصل مقدمات کے علاوہ یتیموں اور مجنونوں وغیرہ کی جائداد کا انتظام۔ مفلسوں کی خبر گیری۔ وصیتوں کی تعمیل۔ بیواؤں کی تزویج (جب کوئی والی نہ ہو) اس قسم کے کام سپرد تھے۔

معدل دفتر قضا سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے پاس ایک رجسٹر ہوتا تھا جس میں ثقہ اور ساقط العدالت لوگوں کے نام درج ہوتے تھے۔ مقدمات کی پیشی کے وقت گواہوں کے اعتبار و عدم اعتبار کا مدار بہت کچھ اس کے رجسٹر پر ہوتا تھا اس کے علاوہ عام حقوق اور تمام مشتبہ جائدادوں و قرضوں کے کاغذات مرتب رکھتا تھا اور عموماً دستاویزات کی رجسٹری اسی کے دفتر میں ہوتی تھی۔ یہ بڑی ذمہ داری کا عہدہ تھا۔ اور اس کیلئے نہایت مشہور راستباز اور ثقہ لوگ اس منصب کے لیے انتخاب کیے جاتے تھے۔

محتسب کو ان باتوں کی خبر گیری رکھنی پڑتی تھی، بازاروں، یا مجامع عام میں کوئی امر خلاف شریعت نہ ہونے پائے۔ جانوروں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادا جاوے۔ کشتی میں زیادہ آدمی سوار نہ ہونے پائیں راستہ پر یا سڑک پر جو مکانات گرنے کے قریب ہوں۔ ان کو ان کے مالکوں سے کہہ کر گروا دے۔ جو معلمین لڑکوں پر زیادہ سختی کرتے ہوں ان کو سزا دے۔ کوئی شخص ترازو یا پیمانہ وزن سے کم نہ رکھنے پاوے۔ محتسب کے

Marfat.com

ساتھ بہت سے سرکاری پیادے ہوتے تھے اور وہ بازاروں اور گلی کوچوں میں گشت کرتا رہتا تھا۔

ولایت :۔ والی یا عامل ۔علی اختلاف مراتب۔ کلکٹر ۔کمشنر۔لفٹنٹ گورنر اور بعض حالتوں میں گورنروں کے برابر ہوتے تھے لے

مامون کے دربار میں جو لوگ یکے بعد دیگرے وزارت اعظم کے منصب پر ممتاز ہوئے ان کے نام یہ ہیں۔ فضل بن سہل ۔حسن بن سہل (یہ دونوں حقیقی بھائی تھے) احمد بن ابی خالد احول ۔ ثابت بن یحییٰ ۔محمد بن یزدا ۔لیکن وزارتِ اعظم کا اصلی جاہ و جلال فضل بن سہل کے دم تک قائم رہا اور شاید اس کی برابر تنخواہ بھی یعنی تیس لاکھ درہم کسی اور کی نہیں مقرر ہوئی۔ اسی بنا پر بعض مؤرخوں نے خیال کیا ہے کہ فضل کے بعد یہ عہدہ توڑ دیا گیا اور حسن وغیرہ جو وزراء مشہور ہیں۔ دراصل کاتب کا منصب رکھتے تھے۔

فضل نسبتاً و مذہباً مجوسی تھا۔ اور سنہ ۱۹۰ھ میں مامون کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا۔ جعفر برمکی نے ہارون الرشید کی خدمت میں اس تقریب سے اس کو پیش کیا کہ شہزادہ مامون کی مصاحبت کے لائق ہے لیکن جب ہارون نے امتحاناً دربار میں طلب کیا تو شاہانہ عظمت و جلال کا ایسا اثر ہوا کہ فضل حیرت زدہ ہو کر رہ گیا اور آداب سلام کے معمولی الفاظ بھی ادا نہ کر سکا۔ ہارون نے متعجبانہ جعفر کیطرف دیکھا۔ فضل نے بڑھ کر عرض کی "امیر المومنین! غلام کی سعادت کی یہ بڑی دلیل ہے کہ آقا کی ہیبت سے متاثر ہو۔" ہارون پھڑک

لے ان تمام عہدوں کی تفصیل مقدمہ ابن خلدون میں مؤرخانہ طور سے لکھی ہے ۔ ۱۲

Marfat.com

اٹھا اور جعفر کے انتخاب کی تعریف کی۔ فضل شہزادگی کے زمانے میں مامون کا ندیم خاص رہا۔ اور چونکہ ابتدا میں اسی کے پرزور ہاتھوں نے خلافت کی کشتی ڈوبنے سے بچالی تھی۔ مامون پر نہایت محیط ہو گیا تھا اور دربار میں کسی شخص کو اس کی مخالفت کا یارا نہ تھا۔ اس خود پرستی کے سوا فضل میں اور تمام خوبیاں نہایت فیاض مدبر فرزانہ۔ علم دوست تھا۔

بڑے بڑے مشہور شعراء مثلاً صریع الغوانی۔ ابراہیم صولی۔ ابو محمد جو فن انشاء کے بڑے ترقی دینے والے تھے۔ اسکے دربار میں حاضر رہتے تھے۔ چونکہ فیاضی کے ساتھ عام طور پر حاجت روائے خلق تھا۔ ہر روز حاجتمندوں کا ایک بازار لگا رہتا تھا۔ اس نے گھبرا کر ثمامہ بن اشرس سے کہا "میں ان لوگوں سے نہایت تنگ آگیا ہوں" ثمامہ نے کہا "آپ جس پایہ پر ہیں اس سے اتر آئیں تو ایک شخص بھی آپ کو تکلیف دینے نہ آئے گا" اس مؤثر فقرے نے اسکی فیاضی کو پہلے سے بہت زیادہ کر دیا۔ ایک شخص نے اسکو ایک رقعہ لکھا جس میں کسی کی چغلی کھائی تھی۔ فضل نے اس کے حاشیہ پر لکھدیا کہ میں غمازی کے قبول کرنے کو غمازی سے بدتر سمجھتا ہوں کیونکہ غماز صرف راستہ بتاتا ہے اور قبول کرنیوالا خود اُس پر چلتا ہے۔ فضل علم نجوم کا بہت بڑا ماہر تھا۔ نجوم کا علم مصطلح معنوں میں صحیح ہو یا غلط۔ مگر فضل کی چند پیشین گوئیاں تاریخی شہادتوں سے ایسی صحیح ثابت ہو گئی ہیں کہ حسن اتفاق کی اس سے عجیب تر مثال کیا مل سکتی۔ ۲۰۲ھ میں مامون کے اشارہ سے قتل کیا گیا۔ اس کے اسباب میں ایک صندوق نکلا جس میں ایک حریر کے ٹکڑے پر یہ عبارت اسکے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی۔ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" فضل نے اپنی نسبت یہ فیصلہ کیا

Marfat.com

ہے کہ اڑتالیس برس زندہ رہے گا۔ پھر آگ اور پانی کے درمیان قتل کیا جاویگا۔"
چونکہ وہ حمام میں مارا گیا تھا۔ اسلیے اسکی یہ پیشین گوئی پورے طور پر تسلیم کی گئی ہے

حسن بن سہل پہلے فارس۔ اہواز۔ بصرہ۔ کوفہ اور یمن کا گورنر مقرر ہوا تھا۔ فضل کے قتل ہونے کے بعد وزارت کے منصب پر ممتاز ہوا۔ اسکی قدرشناسی اور فیاضیوں کے افسانے عموماً مشہور ہیں۔ بوران اپنی بیٹی کی شادی جس شان و شوکت سے کی اسکو مامون کے حالات میں دیکھنا چاہیے۔

نہایت فصیح و بلیغ اور نکتہ شناس تھا۔ اس کے دلآویز فقرے اور پرزور بلند تحریریں ادب کی تصنیفات میں اکثر مثالاً پیش کی گئی ہیں۔

عام لوگوں کے ساتھ نہایت لطف و محبت سے پیش آتا تھا اور داد خواہوں کے حال پر ازلیس توجہ رکھتا تھا۔ لوگوں کی سفارش کرنے پر اور تقصیرات کے معاف کرانے میں اسکو عجیب دلچسپی تھی۔ ایک شخص نے کچھ جرم کیا تھا۔ حسن نے اسکی شفاعت کا رقعہ لکھدیا۔ وہ نہایت شکر گزار ہوا اور احسان مندی کے جوش میں دیر تک شکریہ کے الفاظ ادا کیے۔ حسن نے کہا "شکر گزاری کی کیا بات ہے۔ شفاعت کرنا ہم لوگ جاہ و عزت کی زکوٰۃ سمجھتے ہیں۔" وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ قیامت میں جسطرح مال کی زکوٰۃ سے سوال ہوگا۔ قدر و منصب کی زکوٰۃ کی بھی پرسش ہوگی۔"

افسوس ہے حسن نے وزارت سے کچھ زیادہ عرصہ تک حظ نہیں اٹھایا فضل کے قتل کا اس کو ایسا صدمہ پہنچا کہ رات دن کے رونے اور فریاد کرنے سے مختل الحواس ہو گیا۔ اور آخر یہانتک نوبت پہنچی کہ پاؤں میں بیڑیاں پہنائی گئیں ۲۳۶ھ میں بمقام سرخس وفات پائی۔

ا؎ فضل و حسن کے حالات تاریخ ابن خلکان میں کسی قدر تفصیل سے مذکور ہیں۔

Marfat.com

احمد بن ابی خالد احول ۔ حسن بن سہل کی درخواست پر اسکا قائمقام مقرر ہوا تھا ۔ مامون نے جب اسکو مستقل کرنا چاہا تو اس نے انکار کیا اور کہا کہ جو خدمت مجھ سے لی جائے میں حاضر ہوں ۔ لیکن وزارت کے لقب سے معاف رکھا جاؤں ۔ مامون نے چونکہ اسکی لیاقت کا صحیح اندازہ کر لیا تھا ۔ یہ درخواست قبول نہ کی اور خلعت وزارت عطا کی ۔ احمد نے نہایت لیاقت اور عظمت و شان کے ساتھ وزارت کی ۔ مامون بھی اسکی نہایت عزت کرتا تھا ۔ ایک بار کسی نے عرضی دی کہ وزیر اعظم احمد کھانے کا بہت شائق ہے اور جسکی دعوت کھا لیتا ہے مقدمات میں خلاف انصاف اسکی طرفداری کرتا ہے ۔" مامون نے اس شکایت پر اگر کچھ لحاظ کیا تو یہ کیا کہ تنخواہ کے علاوہ دو ہزار درہم روزانہ احمد کے دسترخوان کے لیے مقرر کر دیئے ۔ احمد کی وزارت ختم ہونے کے ساتھ مامون کی خلافت کا زمانہ بھی قریباً ختم ہوتا ہے ۔ باقی اور لوگ جو برائے نام وزیر کہلائے ان کی چند روزہ اور گمنام وزارت کوئی تاریخی اثر نہیں رکھتی اور اسلئے ان کے حالات سے اگر ہم قطع نظر کریں تو شاید ناموزوں نہ ہوگا ۔

کتاب ۔ مامون کے دربار میں جو لوگ اس معزز منصب پر مقرر ہوئے اپنے فن میں بے مثل اور یگانہ روزگار تھے ۔ امر بن مسعدۃ المتوفی ۲۱۵ھ بہت بڑا نامور فاضل تسلیم کیا گیا ہے ۔ بڑے سے بڑے مضمون کو مختصر لفظوں میں اس خوبی سے ادا کرتا تھا کہ مضمون کا اصلی اثر اور زور پورا قائم رہتا تھا ۔ احمد بن یوسف کا بیان ہے کہ ایکبار میں مامون کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ وہ ایک خط پڑھ رہا تھا اور عجیب محویت کے عالم میں بار بار پڑھتا تھا اور جھومتا تھا ۔ ہاتھ سے رکھ دیتا تھا

لہ تاریخ الخلفاء سیوطی ۔

Marfat.com

اور پھر اٹھا لیتا تھا۔ مجھ کو دیکھا تو کہا۔" امیر المومنین ہارون الرشید فرمایا کرتے تھے بلاغت اسکا نام ہے کہ نہایت مختصر لفظوں میں مطلب ادا ہو اور مضمون کا اصلی زور اور اثر قائم رہے۔ امیر المومنین نے جو فرمایا تھا اس خط نے آنکھوں سے دکھا دیا۔" یہ کہہ کر مامون نے خط کی عبارت پڑھکر سنائی۔ جو فوج کی باقی تنخواہ کی نسبت ایک شکایت آمیز عرضی تھی۔ خط کے خاص الفاظ یہ ہیں۔ "**کتابی الی امیر المومنین ومن قبلی من الاجناد والقواد فی الطاعۃ والانقیاد علی احسن مایکون علیہ طاعۃ جندٍ تاخرت عطیاتھم واختلف احوالھم۔**" یعنی "امیر المومنین کو خط لکھ رہا ہوں اور فوج و افسران فوج اطاعت اور انقیاد کے اس عمدہ تر درجے پر ہیں۔ جہاں تک ایک ایسی فوج کا ہونا ممکن ہے جس کی تنخواہیں نہ ملی ہوں اور تباہ حال ہو رہی ہو۔"

مامون کا دوسرا کاتب احمد بن یوسف فن بلاغت میں اس درجہ کا مسلم الثبوت استاد تھا کہ اس زمانہ میں فضل و کمال کی اس ترقی کے ساتھ بھی کوئی شخص اسکی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔ طاہر بن الحسین نے مامون کو امین کے قتل کا جو خط لکھا تھا اور جو اختصار و حسن ادا بلند خیالی کے لحاظ سے ضرب المثل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اسی احمد بن یوسف کا نتیجہ طبع تھا۔ وزیر اعظم احمد احول اکثر مامون کے سامنے اس (احمد بن یوسف کاتب) کا تذکرہ نہایت تعریف کے ساتھ کیا کرتا تھا چنانچہ مامون نے اسکو دربار میں طلب کیا۔ احمد نے آداب و تسلیم کے بعد اس فصاحت و لطف سے گفتگو کی کہ مامون حیران رہ گیا۔ اور کہا" کمال تعجب ہے کہ احمد آج تک اپنے آپ کو چھپا کیونکر سکا۔" علامہ ابو اسحٰق حصری نے زہر الادب

لہ زہر الادب۔ مصنفہ ابو اسحٰق حصری۔

Marfat.com

بہت سے اس کے لطیف اور فصیح و بلیغ خطوط و اشعار نقل کئے ہیں۔ ہم اس موقع پر صرف ایک شعر پر اکتفا کرتے ہیں۔ شعر!

اذا ما التقینا والعیون نواظر

فالسنناحرب والبصادنا سلم

ترجمہ۔ جب ہم محبوب سے ملتے ہیں تو زبانیں لڑتی ہیں۔

(یعنی) باہم شکایت کے دفتر کھولتے ہیں) اور نگاہیں صلح کر لیتی ہیں۔

قضاۃ۔ ممالک محروسہ میں قضاۃ کا جو بہت بڑا محکمہ تھا۔ اس کا صدر مقام دار الخلافہ بغداد تھا اور افسر صدر قاضی القضاۃ کے لقب سے مخاطب ہوتا تھا۔ اس بلند منصب پر یکے بعد دیگرے دو شخص ممتاز ہوئے۔ یحیےٰ بن اکثم و احمد بن ابی داؤد۔ یحیےٰ بن اکثم۔ حکومت کی عظمت و جاہ کے ساتھ پیشوائے مذہبی تسلیم کئے گئے ہیں۔ ان کی جلالت و شان کے لیے یہ امر کافی ہے کہ امام بخاری و ترمذی فن حدیث میں ان کے شاگرد تھے۔ قاضی یحیےٰ کے ذاتی کمال اور پولیٹیکل لیاقت نے انکو وزیر اعظم کے رتبہ تک پہنچا دیا تھا۔ دفتر وزارت کے تمام کاغذات پہلے انکی نگاہ سے گزر لیتے تھے۔ رتبۂ سند قبول پاتے تھے۔ ان کی تقرری کی ابتدا اسطرح ہوئی کہ مامون نے ایک خالی شدہ عہدۂ قضا پر کسی کو مقرر کرنا چاہا۔ امیدواروں میں یہ بھی پیش کیے گئے اور چونکہ یہ منتظر تھے۔ مامون نے حقارت آمیز نگاہ سے انکی طرف دیکھا یہ سمجھ گئے اور عرض کی کہ "اگر میری صورت سے غرض ہے تو خیر۔ ورنہ اصلی لیاقت کا حال امتحان سے معلوم ہو سکتا ہے۔ مامون نے امتحاناً پوچھا کہ" ایک میت نے والدین اور دو بیٹیاں چھوڑیں۔ پھر ایک بیٹی مری اور وہی پہلے ورثاء باقی رہے ترکہ

Marfat.com

کیونکر تقسیم ہوگا؟" یحییٰ نے کہا "میت مرد ہے یا عورت؟" مامون۔ اس سوال ہی سے سمجھ گیا کہ قاضی یحییٰ نے اصل مسئلہ سمجھ لیا ہے۔ جب یہ بصرہ کے قاضی مقرر ہو کر گئے تو ان کا سن کل بیس برس تھا۔ لوگوں نے انکی کم سنی سے تعجب کیا اور ایک شخص نے خود ان سے پوچھا کہ "حضور کی عمر کس قدر ہے۔" انہوں نے جواب دیا کہ "عتاب کی عمر سے (جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ کا قاضی مقرر کیا تھا) زیادہ ہے" متعہ کی نسبت انہوں نے مامون سے گفتگو کی تھی اسکو ہم مامون کے حالات میں لکھ آئے ہیں۔ مامون کمال قدر دانی سے ان کو خود اپنے تخت پر جگہ دیتا تھا۔ فقہ میں ان کی تصنیفات نہایت اعلیٰ رتبہ کی ہیں۔ فقہائے عراق کے رد میں ان کی ایک کتاب جس کا نام تنبیہ ہے ایک مشہور کتاب ہے[1]

لطیفہ۔ قاضی یحییٰ کسی قدر حسن پرستی کا چسکا بھی رکھتے تھے ایک بار مامون نے امتحاناً چند خوبصورت اور پری پیکر غلاموں کو حکم دیا کہ جب میں اٹھ جاؤں تو تم لوگ قاضی صاحب کو چھیڑو۔ غلام شوخیاں کرنے لگے تو قاضی صاحب نے انکی طرف حسرت آمیز نگاہ سے دیکھا اور کہا "ظالمو تم نہ ہوتے تو ہم لوگ پکے مسلمان ہوتے۔ مامون پردے سے یہ گفتگو سن رہا تھا۔ یہ اشعار پڑھتا ہوا باہر نکلا۔

وکنا نرجی ان نری العدل ظاهرا

فاعقبنا بعد الرجاء قنوط

متی تصلح الدنیا ویصلح اهلها

وقاضی قضاة المسلمین غلوط

---

[1] قاضی یحییٰ کا مفصل تذکرہ تاریخ ابن خلکان میں ملیگا۔۱۲

Marfat.com

لطیفہ۔ مامون کے زمانے میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ مامون نے نے قاضی یحییٰ سے کہا۔ آؤ چھپکے چل کر اسکا حال دریافت کریں۔ دونوں معمولی لباس پہن کر اسکے پاس گئے اور پوچھا۔ آپ کا معجزہ کیا ہے۔؟ اس نے کہا "مجھ کو خدا کیطرف سے ابہام ہوتا ہے۔" مامون نے کہا "اس وقت بھی کوئی چیز اتری ہے۔" اس نے کہا "ہاں یہ الہام ہوا ہے کہ دو شخص تم سے ملنے آتے ہیں۔ ایک بادشاہ ہے اور دوسرا انتہا درجہ کا شاہد باز۔" مامون بے ساختہ ہنس پڑا۔ اور چلا اٹھا وَاللّٰہِ اشھد انک لرسول اللّٰہ۔ ان باتوں کو ان بزرگوں کی بے تکلفی اور رنگین طبعی کا اقتضا سمجھنا چاہیے۔ ورنہ قاضی صاحب کے زہد اور اتقاد ورع میں کس کو الہام ہو سکتا ہے۔ اس بحث کے متعلق ابن خلدون نے جو لکھا ہے۔ نکتہ سنجی کی داد دی ہے۔ قاضی یحییٰ نے ۲۴۲ھ میں ۸۳ برس کی عمر میں انتقال کیا۔

قاضی القضاۃ احمد بن داؤد - نہایت بڑے فقیہ۔ اصولی۔ متکلم شاعر تھے۔ دعبل خزاعی نے جو مامون کے عہد کا مشہور شاعر ہے۔ کتاب الشعراء میں ان کا ذکر کیا ہے ایک دن قاضی یحییٰ ابن اکثم کے ہاں فقہا۔ علماء کا مجمع تھا۔ یہ بھی اس جلسہ میں موجود تھے کہ شاہی چوبدار آیا اور کہا امیر المومنین مامون نے قاضی صاحب کو مع تمام حاضرین دربار میں طلب کیا ہے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ قاضی احمد کو دربار میں رسائی ہوئی۔ مامون نے ان سب سے علمی بحثیں کیں۔ قاضی احمد کی باری آئی تو ان کی برجستہ گوئی اور طباعی سے متعجب ہو کر نام و نسب پوچھا اور حکم دیا کہ آج سے علمی مجلسوں میں ہمیشہ شریک ہوا کریں۔ قاضی احمد سے پہلے دربار کا یہ آئین تھا کہ جب تک خلیفہ خود کوئی بات نہ چھیڑے کوئی شخص گفتگو کا مجاز نہیں تھا۔

Marfat.com

قاضی احمد پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے اس جابرانہ قاعدے کو توڑا اور حق یہ ہے کہ جس آزادی اور دلیری سے وہ فرائض ادا کرتے تھے شخصی حکومت میں اسکی بہت کم مثالیں ملتی ہیں۔ خلیفہ معتصمؒ باللہ کی سطوت ودبدبہ سے تمام دربار کانپتا تھا۔ مگر قاضی احمد جو چاہتے تھے کہتے تھے اور معتصم کو سننا پڑتا تھا۔ معتصم نے جب برکی کے قتل کا حکم دیا تو دربار میں سناٹا ہو گیا اور اس کی غضبناک صورت دیکھ کر سب کے حواس جاتے رہے۔ محمد برکی چیلے پر بٹھایا گیا۔ اور جلاد نے تلوار کو جنبش دی۔ قاضی احمد نے بڑھ کر کہا "آپ قتل تو کرتے ہیں مگر اس کے مرنے کے بعد اس کا مال و اسباب آپ کیونکر لے سکتے ہیں"۔ معتصم نے نہایت طیش میں آکر کہا مجھکو اس کے مال لینے سے کون روک سکتا ہے۔ قاضی احمد نے کہا کہ "خدا اور اسکا رسول" کیونکہ شرعاً مال وارث کو مل سکتا ہے اور جب تک آپ اسکے قتل کو جائز نہ ثابت کردیں۔ وارث وراثت سے محروم نہیں ہو سکتا۔" قاضی احمد نے یہاں تک مجبور کیا کہ معتصم آخر اس ارادے سے باز رہا۔

اکثر ایسا ہوتا تھا کہ معتصم قاضی احمد کو آتے دیکھ کر درباریوں سے کہتا تھا کہ قاضی صاحب آکر دنیا بھر کی سفارشیں اور لوگوں کی درخواستیں پیش کرینگے میں ہرگز ان کی سب خواہشیں منظور نہیں کر سکتا لیکن وہ اپنے زور تقریر و حسن بیان سے جو کچھ چاہتے منظور کرا لیتے تھے۔ مذہباً معتزلی تھے۔ ۲۲۷ھ

لے مامون کا بھائی تھا اور اس کے بعد تخت خلافت پر بیٹھا۔ بڑی عظمت و اقتدار سے حکومت کی۔ خاندان عباسیہ کی قوت اور عظمت جس کے فسانے مشہور ہیں اسی کے عہد تک قائم رہی۔ پھر خلافت برائے نام رہ گئی تھی۔

Marfat.com

میں خلیفہ متوکّل باللہ نے ان کو عہدہ قضا سے معزول کیا اور ان کی اولاد سے ایک لاکھ ساٹھ ہزار اشرفیاں تاوان کے طور پر وصول کیں ۲۴۱ھ میں ان کا انتقال ہوا[1]۔

گورنر و لفٹنٹ عمالوں کے طبقہ میں سے خاص خاص شہر کے عامل و والی جو کلکٹر کے مساوی الرتبہ کہے جا سکتے ہیں بیشمار تھے۔ اور گو ہم ان کا مفصّل رجسٹر نہیں مرتب کر سکتے۔ تاہم جہاں تک ہم معلوم کر سکتے ہیں اس سلسلے میں غیر مذہب والے بہت کم داخل تھے۔ بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ بالکل نہیں تھے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس عہدے کے ساتھ عموماً فوجی خدمت شامل ہوتی تھی اور دوسرے مذہب والے اس خدمت کو پسند نہیں کرتے تھے یا مسلمانوں کو خود ان پر اعتماد نہیں ہوتا تھا۔ قدیم اسلامی حکومتوں میں عیسائی۔ یہودی وغیرہ قوموں کو جو عہدے ملتے تھے وہ زیادہ تر دفتر خراج و خزانہ و سر رشتہ و کتابت کے عہدے تھے۔

اس عہد تک مسلمانوں میں اس قدر آزادی کا اثر باقی تھا کہ صوبے یا ضلع کا والی جابرانہ حکومت کرنا چاہتا تو عام رعایا علانیہ ناراضی کا اظہار کرتی تھی۔ اور اگر وہ باز نہیں آتا تھا تو متفق ہو کر اس کو نکال دیتی تھی۔ ۱۹۶ھ میں جب عبداللہ (ایک عباسی شہزادہ تھا) مصر کا گورنر ہو کر گیا اور رعایا پر سختی کی تو لوگوں نے ہنگامہ برپا کر دیا۔ اور نہایت ذلت کے ساتھ مصر سے اس کو نکال دیا۔ مامون کی تاریخ خلافت میں اس قسم کی اور بہت

---

[1] علامہ دانشوران ناصری۔ تاریخ خلکان میں قاضی احمد کا نہایت مفصل تذکرہ ہے ۱۲

Marfat.com

سی مثالیں موجود ہیں۔

مامون کے عہد میں جو لوگ لفٹنٹ یا گورنر مقرر ہوئے ان میں طاہر بن الحسین۔ سری بن الحکم۔ عبداللہ بن السری۔ عبداللہ بن طاہر۔ حسن بن سہل نہایت نامور اور مدبر تھے۔ اور خصوصاً طاہر کا خاندان تو اقتدار کے اس درجے تک پہنچ گیا تھا کہ اس نے مامون کے بعد خراسان میں مستقل حکومت کی بنیاد قائم کرلی۔ عبداللہ بن طاہر شجاعت اور تدبیر کے علاوہ نہایت بڑا ادیب۔ محدث شاعر موسیقی دان تھا۔ اس کی فیاضیوں کے سامنے مامون کی دریادلی بھی کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ جس زمانہ میں وہ مصر کا گورنر تھا ایک دن کوٹھے پر چڑھ کر دیکھا کہ لوگ کھانا پکانے کے لیے آگ جلا رہے ہیں۔ حکم دیا کہ سب کے لیے کھانا پکڑا مقرر کر دیا جائے۔ یہ کل ہزار آدمی تھے اور جب تک عبداللہ زندہ رہا ان لوگوں کو اس کی سرکار سے وظیفہ ملتا رہا۔ مصر داخل ہونے سے پہلے راہ میں جسقدر اس نے خیرات کی اس کا اندازہ ایک کروڑ درہم سے زیادہ کیا گیا ہے۔ ابو تمام طائی جس کی کتاب الحماسۃ آج تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اسی کے دربار کا شاعر تھا۔ تمام خاندان شاہی اس کی (عبداللہ بن طاہر کی) نہایت عزت کرتا تھا۔ ۲۱۱ھ میں جب وہ اس سامان سے بغداد میں داخل ہوا کہ شام موصل وغیرہ میں جن لوگوں نے علم بغاوت بلند کیے تھے۔ پا بزنجیر اس کے جلو میں ساتھ تھے تو تمام بغداد خاندان خلافت اور خود معتصم باللہ اس کے استقبال کو نکلا۔

مرنے سے پہلے بیس لاکھ درہم خرچ کر کے غلام آزاد کرا دیئے۔ ان

Marfat.com

تمام مصارف پر جب مرا تو چار کروڑ درہم خاص اس کے خزانے میں موجود تھے[1]

مامون کے عہد کے اہل کمال

مؤرخ کا یہ ضروری فرض ہے کہ جس عہد کا حال لکھے اس زمانہ کے اہل فضل وکمال کا بھی تذکرہ کرے۔ جس سے ملک کی تہذیب وترقی۔ اور فرماں روائے وقت کی علمی فیاضیوں کا اندازہ ہو سکے۔ لیکن بغداد کی تاریخ میں اس فرض کو اگر کوئی ادا کرنا چاہے تو اصل کتاب کے علاوہ کئی جلدیں تیار کرنی پڑیں گی۔ مامون کا دربار۔ اکبری وشاہجہانی دربار نہیں ہے کہ دانش اندوزانِ دولت کے لیے آئین اکبری وشاہجہاں نامہ کے چند صفحے کافی ہوں۔

مامون کی حکومت بغداد سے لے کر شام، افریقہ ایشیائے کوچک، ترک تاتار، خراسان، ایران، سندھ تک پھیلی ہوئی ہے۔ اور ایک ایک شہر بلکہ ایک ایک قصبہ میں علمی کارخانے کھلے ہوئے ہیں۔ جن کا صدر مقام اور اصلی مرکز دارالخلافت بغداد ہے۔

اس زمانہ کی وسعت تعلیم کا اس حکایت سے اندازہ ہوگا کہ جب علامہ نضر بن شمیل نے مامون کی قدردانی کا شہرہ سن کر بصرہ سے خراساں جانیکا قصد

---

[1] نجوم زاہرۃ فی تاریخ مصر والقاہرہ میں۔ عبداللہ بن طاہر کا مفصل ترجمہ لکھا ہے۔ علامہ ابوالفرج اصفہانی نے عبداللہ کی لیاقت علمی، نکتہ سنجی۔ موسیقی دانی سے متعلق جو واقعات لکھے ہیں ان میں اس کے فضل وکمال کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

گیا تو ان کی متابعت کے لیے جو لوگ شہر سے نکلے ان کی تعداد قریباً تین ہزار تھی۔ جن میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو محدث یا نحوی، یا لغوی یا عروضی یا اصولی کے معزز لقب سے ممتاز نہ ہو[1] امام بخاری اسی زمانہ میں موجود تھے ان کی کتاب جامع صحیح خود ان سے جن لوگوں نے پڑھی وہ تعداد میں نوّے ہزار سے کم نہ تھے۔

تاریخ میں اگر کوئی زمانہ اہل کمال کے پیش کرنے پر ناز کر سکتا ہے تو مامون کا عہد حکومت اس فخر میں سب سے مرجح ثابت ہوگا۔ فقہا و محدثین میں سے یحییٰ ابن معین امام بخاری محمد بن سعد کاتب واقدی۔ ابن علیہ سفیان بن عیینہ۔ عبد الرحمٰن بن مہدی یحییٰ القطان۔ یونس بن بکیر۔ ابو مطیع البلخی شاگرد امام ابوحنیفہ۔ اسحٰق بن الفرات قاضی حسن بن زیاد اللولوی شاگرد امام ابوحنیفہ۔ حماد بن اسامۃ۔ حافظ بن ہشام۔ روح بن عبادۃ۔ ابوداؤد الطیالسی غازی بن قیس شاگرد امام مالک امام واقدی ابوحسان زیادی۔ محمد بن نوح العجلی۔ علی بن ابی مقاتل۔ یہ لوگ ہیں کہ آج مذہبی علوم کے ارکان انہیں کی روایتوں پر قائم ہیں اور خصوصاً امام شافعی وامام احمد حنبل کا تو وہ پایہ ہے کہ اسلامی دنیا کے بڑے بڑے حصوں میں انہیں کے اجتہادی مسائل گیارہ سو برس سے آج تک مذہبی قانون بنے ہوئے ہیں۔ ان تمام فقہا و محدثین کی تصنیفات مامون کے عہد خلافت کی وہ علمی یادگاریں ہیں جن کی نظیر کوئی دوسرا زمانہ بمشکل لا سکتا ہے۔

---

[1] تاریخ ابن خلکان: تذکرہ علامہ نضر بن شمیل ۱۲۔

Marfat.com

ابو ہذیل و ثمامہ بن اشرس۔ جو مامون کے مقرب خاص اور ندیم تھے فرقہ ہذلیہ اور ثمامیتہ کے بانی ہیں۔ ابو ہذیل نے مذہب اعتزال میں دس نئے اصول اضافہ کئے جس میں سے ایک یہ ہے کہ جو شخص غور کرنے کے بعد خدا کو نہ جان سکا۔ اگر خدا کا انکار کرے تو معذور ہے اور اس پر عذاب نہ ہو گا۔ عیسائیوں میں فرقہ نسطوریہ کا جو بانی ہے وہ مامون ہی کے عہد خلافت کا ایک نامور حکیم تھا جس کا نام نسطور[1] تھا۔

اس عہد میں خیالات کی وسعت اور متعدد بانیان مذہب کا پیدا ہونا زیادہ تر اس آزادی کا اثر تھا۔ جو مامون نے مذہبی خیالات کے ظاہر کرنے میں عام لوگوں کو دے رکھی تھی کیونکہ بجز ایک مسئلہ "خلق قرآن" کے اس نے مذہبی آزادی کو بھی روکنا نہ چاہا وہ خود معتزلی یا شیعی تھا۔ لیکن اس کے دربار میں قدری و جہمی اور تمام دوسرے مذہب والے بھی نہایت عزت و وقار کیساتھ بار پاتے تھے۔ اس کی شاہانہ فیاضیاں ہر فرقہ پر ایک نسبت کے ساتھ مبذول رہتی تھیں۔

مامون کے دربار میں فلسفہ و نجوم کے ماہروں کا جو گروہ اور کتب حکمت کے مترجموں کا جو گروہ تھا ان میں سے مشہور لوگ یہ ہیں۔

حنین بن اسحاق عیسائی۔ یسوع عیسائی۔ قسطا بن لوقا عیسائی۔ یوحنا ماسویہ عیسائی۔ ابن البطریق عیسائی۔ یعقوب کندی عیسائی۔ ماشاء اللہ یہودی بان ہندو۔ جبریل کحال۔ حجاج بن یوسف کوفی۔ ابو حسان سلما مہتمم بیت الحکمۃ۔ ابو جعفر

[1] میں نے یہ روایت عبدالکریم شہرستانی کی ملل و نحل سے نقل کی تھی لیکن تحقیق سے معلوم ہوا کہ نسطور اسلام سے پہلے گذرا ہے ابن الاثیر نے عبدالکریم پر تعجب کیا ہے کہ اس نے ایسی بدیہی غلطی کی۔

Marfat.com

یحییٰ بن عدی۔ محمد بن موسیٰ منجم۔ محمد بن موسیٰ خوارزمی محمد بن موسیٰ۔ حسن بن موسیٰ۔ احمد بن موسیٰ۔ علی بن العباس۔ احمد الجوہری۔ یحییٰ بن ابی المنصور۔ حجاج بن المطر۔ حبش الحاسب۔ احمد بن کثیر۔ فرغانی مصنف مدخل الی علم ہیئۃ الافلاک عبداللہ بن سہل بن نوبخت۔

ابوعمرو ایشیائی لغت و شعر کا امام تھا۔ امام حنبل اس کے شاگرد تھے۔ ابوعمرو نے قبائل عرب میں سے اسی قبیلوں کے اشعار جمع کئے ہیں کتاب الحیل کتاب اللغات۔ کتاب النوادر الکبیر وغیرہ اس کی تصنیفات سے ہیں۔

اخفش نحو کا مشہور امام ہے۔ عروض میں بحر محیط اسی کی ایجاد ہے معانی القرآن کتاب الاشتقاق۔ کتاب العروض۔ کتاب الاصوات۔ کتاب المعانی الشعراء اور اس کے سوا بہت سی تصنیفیں کیں۔ ۲۱۰ھ میں انتقال کیا۔

ابوعبیدہ لغت اور اشعار عرب کا بڑا ماہر تھا فضل بن الربیع نے اس کو بصرہ سے طلب کیا اور جب وہ بغداد میں حاضر ہوا تو بڑی عزت سے اپنے پاس بٹھایا۔ ذرا دیر کے بعد ایک شخص فقیروں کا لباس پہنے حاضر ہوا۔ فضل نے اس کو بھی اپنے پہلو میں جگہ دی اور کہا ان کو پہچانتے ہو ابوعبیدہ انہیں کا نام ہے وہ شخص مدتوں سے ابوعبیدہ کے ملنے کا مشتاق ہے۔ اس نعمتِ غیر مترقبہ کی بڑی شکرگزاری کی۔ ابوعبیدہ سے کہا اگر آپ اجازت دیں تو ایک شبہ جو مدت سے میرے دل میں کھٹکتا ہے عرض کروں۔ ابوعبیدہ نے منظور کیا۔ اس نے کہا کہ قرآن کی اس آیت میں "طلعھا کانہ رؤس الشیاطین" خدا نے شیاطین کے سر سے تشبیہ دی ہے حالانکہ تشبیہ ایسی چیز سے ہوتی چاہیئے جس کو لوگ جانتے پہچانتے ہوں۔ ابوعبیدہ نے

Marfat.com

کہا ہے" خدا عرب کے مذاق کے موافق کلام کرتا ہے۔ امراء القیس کہتا ہے "وہ مسنونہ رزق کا نیاب اغوال حالانکہ بھوت اور شیطان کو اہل عرب نے کبھی نہیں دیکھا ہے چونکہ عام خیال میں شیطان کی صورت پُر خوف تسلیم کی گئی ہے۔ اس لیے خدا نے خوف کے موقع پر اس سے تشبیہ دی ہے" ابو عبیدہ نے اس واقعہ کے بعد مجاز القرآن ایک کتاب لکھی جس میں اس قسم کی آیتوں کی توضیح کی۔

ابو عبیدہ کی تصنیفیں قریباً دو سو ہیں۔ جن میں سے پچاس کا ذکر علامہ ابن خلکان نے کیا ہے۔ ۲۰۹ھ میں وفات پائی۔

ابن الاعرابی۔ امام العربیۃ کے لقب سے مشہور ہے۔ کسائی کا شاگرد تھا عالم لغت میں قدیم مصنفوں کی اکثر غلطیاں ثابت کیں قریباً سو آدمی اس کے حلقۂ درس میں بیٹھتے تھے اور کسی کتاب یا یادداشت کے بغیر درس دیتا تھا۔

حلقۂ درس میں دُور دراز ملکوں کے طلبا حاضر رہتے تھے ایک دن اس نے دو طالب علموں سے ان کا نام ونسب پوچھا تو معلوم ہوا کہ ایک اسبیجاب اور دوسرا اندلس کا رہنے والا ہے۔ اس بعد المشرقین کے اجتماع پر خود ابن الاعرابی کو بھی تعجب ہوا ۲۳۱ھ میں انتقال کیا۔

ہم اس بحث کو اس اعتراف کے ساتھ ختم کرتے ہیں کہ جس قدر لکھنا چاہیے تھا اس کا دسواں بھی ہم نے نہیں لکھا۔ مامون کے درباریوں کے ساتھ اب ہم مامون سے بھی رخصت ہوتے ہیں۔

محمد شبلی پروفیسر مدرسۃ العلوم علی گڑھ

---

[1] تاریخ ابن خلکان تذکرہ علامہ ابو عبیدہ و اصمعی۔

Marfat.com

علامہ شبلی نعمانیؒ کی شہرہ آفاق چند تصانیف

الفاروق

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ کا تاریخی اسناد و ادبیت کے اعتبار سے بے مثال شاہکار، ساتھ ہی ان کے کامیاب اصولِ سیاست و حکمرانی کا حیران کن مجموعہ جو آجکل کے حکمرانوں اور سیاستدانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ کتابت خوشخط۔ طباعت آفسٹ۔ قسم اوّل کاغذ۔ گلیز مجلد۔ سائز $\frac{20 \times 30}{16}$ - قیمت

الغزالی

سلسلہ تصوّف کے سرتاج اور میدان عمل کے شہسوار امام غزالیؒ کی وہ مفکرانہ راہنمائی جو مومن کو متحرک اور متبرک بناتی ہے اسے علامہ شبلی نعمانی نے اپنے امتیازی طرز فکر سے الغزالی کا نام دیا ہے۔ کتابت خوشنما۔ طباعت عکسی۔ کاغذ گلیز مجلد سائز $\frac{20 \times 30}{16}$ قیمت

سیرت النعمان

امام اعظم کی نسبی، اخلاقی اور فقہی صلاحیت کی ترجمانی اور مسائل شرعیہ میں دیگر ائمہ کرام پر آپکی توجیہ و توضیح کی برتریت کیساتھ ساتھ آپکے مزاج اور تدبر و تحمل کی نادر مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ کتابت عمدہ طباعت آفسٹ۔ کاغذ گلیز مجلد سائز $\frac{20 \times 30}{16}$ قیمت

Marfat.com

ہماری دیگر مطبوعات

تفسیر ترجمان القرآن ڈیلکس ایڈیشن مکمل سیٹ		مولانا ابوالکلام آزادؒ
تفسیر فی ظلال القرآن اردو مجلد سنہری ڈائی دار سید قطب شہیدؒ		(مکمل دس جلدیں)
قرآن اور علم جدید (مجلد سنہری ڈائی دار)		ڈاکٹر رفیع الدینؒ
تاریخ الحدیث		الشیخ احمد دہلویؒ
حجۃ اللہ البالغہ	اردو دو جلد	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ
حیات طیبہ		حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ
سنن ابن ماجہ شریف (عربی، اردو) ۲ جلدیں		ترجمہ علامہ وحید الزماںؒ
سنن ابی داؤد شریف مترجم		" " " "
سنن نسائی شریف مترجم		" " " "
کتاب الوسیلہ	(اردو ترجمہ)	امام ابن تیمیہؒ
مصباح اللغات	(عربی اردو ڈکشنری)	مولانا عبدالحفیظ بلیاوی
مفردات القرآن	(اردو عربی) دو جلد	امام راغبؒ
موطا امام مالکؒ	" "	ترجمہ علامہ وحید الزماںؒ
موطا امام محمدؒ		الحاج حافظ نذر احمد پرنسپل شبلی کالج
معرکہ اسلام اور جاہلیت		مولانا صدر الدین اصلاحی

اسلامی اکادمی ۱۷۔ اردو بازار لاہور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً

ہر فرد کی دینی تعلیم کے لئے

مکمل و مدلل

مصور اسلامی تعلیم

حصہ اول تا یازدہم

تالیف

شیخ الحدیث حضرت العلام مولانا عبد السلام صاحب بستوی دامت برکاتہم

اسلامی اکادمی
اردو بازار ۔ لاہور

Marfat.com

[illegible] جامعہ مجددیہ

نور آباد فتح گڑھ سیالکوٹ

Marfat.com

ہماری دیگر مطبوعات

تفسیر ترجمان القرآن ڈیلکس ایڈیشن مکمل سیٹ — مولانا ابوالکلام آزادؒ

تفسیر فی ظلال القرآن اردو مجلد سنہری ڈائی از سید قطب شہیدؒ — (مکمل دس جلدیں)

قرآن اور علم جدید مجلد سنہری ڈائی دار) — ڈاکٹر رفیع الدینؒ

تاریخ اہلحدیث — الشیخ احمد دہلویؒ

حجۃ اللہ البالغہ اردو دو جلد — حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

حیات طیبہ — حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ

سنن ابن ماجہ شریف (عربی اردو) ۳ جلدیں ترجمہ علامہ وحید الزمانؒ

سنن ابی داؤد شریف مترجم " " " "

سنن نسائی شریف مترجم " " " "

کتاب الوسیلہ (اردو ترجمہ) — امام ابن تیمیہؒ

مصباح اللغات (عربی اردو ڈکشنری) — مولانا عبدالحفیظ بلیاوی

مفردات القرآن (اردو عربی) دو جلد — امام راغبؒ

موطا امام مالکؒ " " " — ترجمہ علامہ وحید الزمانؒ

موطا امام محمدؒ " " " — الحاج حافظ نذر احمد پرنسپل شبلی کالج

معرکہ اسلام اور جاہلیت " — مولانا صدر الدین اصلاحی

اسلامی اکادمی — ۱۷ اردو بازار لاہور

Marfat.com

ہماری دیگر مطبوعات

تفسیر ترجمان القرآن ڈیلکس ایڈیشن مکمل سیٹ — مولانا ابوالکلام آزادؒ

تفسیر فی ظلال القرآن اردو مجلد سنہری ڈائی ار سید قطب شہیدؒ (مکمل دس جلدیں)

قرآن اور علم جدید مجلد سنہری ڈائی دار — ڈاکٹر رفیع الدینؒ

تاریخ اہلحدیث — الشیخ احمد دہلویؒ

حجۃ اللہ البالغہ اردو دو جلد — حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

حیات طیبہ — حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ

سنن ابن ماجہ شریف (عربی اردو) ۳ جلدیں ترجمہ علامہ وحید الزمانؒ

سنن ابی داؤد شریف مترجم " " " " "

سنن نسائی شریف مترجم " " " " "

کتاب الوسیلہ (اردو ترجمہ) — امام ابن تیمیہؒ

مصباح اللغات (عربی اردو ڈکشنری) — مولانا عبدالحفیظ بلیاوی

مفردات القرآن (اردو عربی) دو جلد — امام راغبؒ

موطا امام مالکؒ " " " ترجمہ علامہ وحید الزمانؒ

موطا امام محمدؒ " " " الحاج حافظ نذر احمد پرنسپل شبلی کالج

معرکہ اسلام اور جاہلیت " — مولانا صدر الدین اصلاحی

اسلامی اکادمی — ۱۷ اردو بازار لاہور

Marfat.com

عباسی خاندان کے ممتاز خلیفہ مامون الرشید کی سیرت

المامون

علامہ شبلی نعمانی

Marfat.com